

أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ خُلُقٌ حَسَنٌ

بهترین اعمال اخلاق نیک بین

مقبول آفاق

نسخه

# جواهر الاخلاق

از تالیفات و تصنیفات جناب مستطاب معلى القاب شمس العلماء ممتاز الاذکيار

مولوی مرزا محمد لیاقت حسین صاحب مدظلہ العالی

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ریاست چرکھاری

۱۹۰۵ء

آدمی زادہ طرفہ معجونیست از فرشتہ سرشتہ و ز حیوان

گر کند میل این بود کم ازین ور کند قصد آن شود بہ ازان

در مطبع اکبری آگرہ واقع محلہ نئی بستی باہتمام مجید الدین احمد طبع شد



# اطلاع

اس کتاب کے جملہ حقوق بذریعہ رجسٹری مطابق ایکٹ بستم  
۱۸۴۷ء بحق مشہر محفوظ ہیں۔ کوئی صاحب بلا اجازت مشہر کلا یا  
جزا کسی زبان میں چھاپنے یا ترجمہ کرنے کا قصد نہ فرمائیں۔

اور

جس کتاب میں مشہر کی مُسر نہ ہو اُسے مال مسروقہ سمجھیں۔

المشہر  
مرزا حبیب حسین۔ بی۔ اے۔ لکھنؤ

مصنف "مدن امتیاز" (انگریزی و ہندی تالی امتیاز) و "موجد" "سامعہ حبیب" (اردو و ہندی تالی امتیاز)

Mirza Habib Husain.



# ہرست تصانیف جو اہر لاہور

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۹	دشمنوں کے ساتھ برتاؤ رکھنے کا طریقہ	۳۳-۱	دیباچہ
۵۸-۵۲	جوہر تیسرا	۱	جوہر پہلا
۵۹	آداب خدمت ملوک	۱۰	طریقہ تربیت اطفال
۴۹	جوہر چوتھا	۱۵	استعداد .. ..
۴۰	دستور مملکت و طریقہ سلطنت	۱۴	تعلیم کا بیان .. ..
۴۲	طریقہ انتظام گورنمنٹ	۲۱	الْعَادَةُ كَالطَّبِيعَةِ الثَّانِيَّةِ
۴۲	طریقہ تقریر پارلیمنٹ	۲۳	تعلیم کا طریقہ .. ..
۴۲	سوالات و جوابات نوشیروان بادشاہ	۲۴	کھانا کھانے کے آداب .. ..
۴۵	کتبہ تاجہائے نوشیروانی	۲۴	گفتگو کے آداب .. ..
۴۶	تخصیص و سیاست خدام	۲۸	آداب مجلس و طریقہ نشست و برخاست
۹۱	جوہر پانچواں	۳۰	کھدائی .. ..
۹۱	عدالت	۵۱-۳۴	جوہر دوسرا
۹۲	جوہر چھٹا		حقوق والدین و اُستاد و طریقہ معامت
۹۵	شجاعت و جرات		باہمسایہ دوست و دشمن
۹۶	جوہر ساتواں	۳۴	حقوق والدین .. ..
۱۲۸	علم کی تعریف و توصیف	۳۹	اُستاد کی محبت .. ..
	الْعِلْمُ بِلاَ عَمَلٍ بَطَالَةٌ وَالْعَمَلُ	۴۰	طریقہ معامت ہمسایہ کے ساتھ
	اَکْمَالُهَا		



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۹	تہذیب .. ..	۱۰۴	علم باعث خوشی انسان ..
۱۵۵	ناموری .. ..	۱۰۴	علاج جہل .. ..
۱۵۹ ۱۸۰	جوہر نوان	۱۰۵	حاصل علم .. ..
۱۵۹	سخاوت و احسان	۱۰۹	تعریف علم و بحث فاضل و جاہل
۱۶۰	صرف دولت .. ..	۱۱۸	عالمون کے بے دولت ہونیکا سبب
۱۶۲	کفایت شعاری .. ..	۱۲۱	تقسیم علم .. ..
۱۶۳	بخل .. ..	۱۲۳	شجرہ علم .. ..
۱۶۳	فرق بخل و کفایت	۱۲۴	کوہ علم .. ..
۱۶۴	سعدی کا مباحثہ امیری و فقری پر	۱۲۵	نکات .. ..
۱۶۸	دولت .. ..	۱۲۶	ترکیب بندہ خطاب علم ..
۱۸۱ ۱۸۵	جوہر دسوان	۱۲۹ ۱۵۸	جوہر آٹھوان
۱۸۶ ۱۸۷	عفو کے بیان میں	۱۲۹	تہذیب اخلاق
۱۸۸ ۱۹۲	جوہر گیارھوان	۱۳۴	راحت منحصر ہے اخلاق پر ..
۱۸۸ ۱۹۲	فوائد شورہ و صلاح	۱۳۷	آزادی اور قید .. ..
۱۹۳ ۲۰۹	جوہر بارھوان	۱۴۰	فضائل اربعہ کا بیان ..
۱۹۳ ۲۰۹	کتمان اسرار یعنی رازداری	۱۴۰	فروع فضائل اربعہ ..
۱۹۳ ۲۰۹	جوہر تیرھوان	۱۴۳	رزائل ہشتگانہ
۱۹۴	نہم و فراست	۱۴۵	سیاحت تہذیب اخلاق کا باعث
۱۹۴	عقل .. ..	۱۴۵	سفر .. ..
۱۹۴	تحقیق .. ..	۱۴۷	آداب سفر .. ..



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۳۵	امانت .. ..	۱۹۶	تامل .. ..
۲۳۸ ۲۳۷	جوہر اٹھارھوان		فرق چالاکی و شتابکاری و تامل
	ہوس و حسد و طمع کی مذمت	۱۹۷	وصبر و کاہلی و سستی ..
	اور قناعت کی تعریف	۱۹۹	وقت سرمایہ ہے .. ..
۲۳۹	ہوس کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا	۲۰۴	لغات و نصائح .. ..
۲۴۲	طمع .. ..		سوال و جواب نوشیروان بادشاہ
۲۴۶	قناعت .. ..	۲۰۹	وزیر چہر وزیر .. ..
۲۴۸ ۲۴۶	جوہر انیسوان	۲۱۰ ۲۱۶	جوہر چودھوان
	حق پرستی و خدا طلبی		صفت تواضع و مذمت کبر
۲۵۲	شکر .. ..	۲۱۱	غور کا علاج .. ..
۲۵۴	عبادت .. ..	۲۱۲	گور غریبان کا عبرت ناک نظارہ
	سوال و جواب نوشیروان بادشاہ	۲۱۷ ۲۲۱	جوہر پندرھوان
۲۷۳	اور وزیر بزر چہر .. ..		خشم کی مذمت اور حلم کی تعریف
	نقل و ترجمہ چٹھی کشور کشا گیتی ستان	۲۲۰	علاج خشم .. ..
	فخر سلاطین جہان ملکہ و کٹوریہ قیصر	۲۲۲ ۲۲۶	جوہر سو لھوان
	مرحومہ و دیگر اصحاب		فوائد خاموشی مین
		۲۲۷ ۲۳۷	جوہر سترھوان
			صدق و دیانت و امانت کی
			تعریف اور مذمت دروغ



۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰
۱۰۱	۱۰۱	۱۰۱	۱۰۱
۱۰۲	۱۰۲	۱۰۲	۱۰۲
۱۰۳	۱۰۳	۱۰۳	۱۰۳
۱۰۴	۱۰۴	۱۰۴	۱۰۴
۱۰۵	۱۰۵	۱۰۵	۱۰۵
۱۰۶	۱۰۶	۱۰۶	۱۰۶
۱۰۷	۱۰۷	۱۰۷	۱۰۷
۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸
۱۰۹	۱۰۹	۱۰۹	۱۰۹
۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰
۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱
۱۱۲	۱۱۲	۱۱۲	۱۱۲
۱۱۳	۱۱۳	۱۱۳	۱۱۳
۱۱۴	۱۱۴	۱۱۴	۱۱۴
۱۱۵	۱۱۵	۱۱۵	۱۱۵
۱۱۶	۱۱۶	۱۱۶	۱۱۶
۱۱۷	۱۱۷	۱۱۷	۱۱۷
۱۱۸	۱۱۸	۱۱۸	۱۱۸
۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹
۱۲۰	۱۲۰	۱۲۰	۱۲۰
۱۲۱	۱۲۱	۱۲۱	۱۲۱
۱۲۲	۱۲۲	۱۲۲	۱۲۲
۱۲۳	۱۲۳	۱۲۳	۱۲۳
۱۲۴	۱۲۴	۱۲۴	۱۲۴
۱۲۵	۱۲۵	۱۲۵	۱۲۵
۱۲۶	۱۲۶	۱۲۶	۱۲۶
۱۲۷	۱۲۷	۱۲۷	۱۲۷
۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸
۱۲۹	۱۲۹	۱۲۹	۱۲۹
۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰
۱۳۱	۱۳۱	۱۳۱	۱۳۱
۱۳۲	۱۳۲	۱۳۲	۱۳۲
۱۳۳	۱۳۳	۱۳۳	۱۳۳
۱۳۴	۱۳۴	۱۳۴	۱۳۴
۱۳۵	۱۳۵	۱۳۵	۱۳۵
۱۳۶	۱۳۶	۱۳۶	۱۳۶
۱۳۷	۱۳۷	۱۳۷	۱۳۷
۱۳۸	۱۳۸	۱۳۸	۱۳۸
۱۳۹	۱۳۹	۱۳۹	۱۳۹
۱۴۰	۱۴۰	۱۴۰	۱۴۰
۱۴۱	۱۴۱	۱۴۱	۱۴۱
۱۴۲	۱۴۲	۱۴۲	۱۴۲
۱۴۳	۱۴۳	۱۴۳	۱۴۳
۱۴۴	۱۴۴	۱۴۴	۱۴۴
۱۴۵	۱۴۵	۱۴۵	۱۴۵
۱۴۶	۱۴۶	۱۴۶	۱۴۶
۱۴۷	۱۴۷	۱۴۷	۱۴۷
۱۴۸	۱۴۸	۱۴۸	۱۴۸
۱۴۹	۱۴۹	۱۴۹	۱۴۹
۱۵۰	۱۵۰	۱۵۰	۱۵۰



يَا فَتَّاحُ

دِيبِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد کے لائق وہی قادر مطلق اور صانع برحق ہے جس نے اپنی قدرتِ کاملہ اور  
صنعتِ بالغہ سے ہیشہ ہزار عالم کو عالم امکان میں لا کر شمعِ دانش کو واسطے  
تمیز نیک و بد اور اکتسابِ سود و بہودِ ابد کے فانوسِ دماغِ بشر میں منور فرمایا  
اُس کے سپاس بقیاس کی تشریح کے سوا دبیض میں پیکِ قلم کو قدم رکھنا  
دریا کو کوزے میں بھرنا ہے۔

نعتِ فایق اُس رسولِ خلائق صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سزاوار ہے جس نے

حق و باطل بتا دیا ہم کو	نیک و بد سب سمجھا دیا ہم کو
شرک و بدعت سے کر دیا آگاہ	ملکِ توحید کی بتائی راہ
ہوں ہزاروں درود اور سلام	بر نبی و بر آلِ ذوالانعام

بعد حمد و نعت کے واضح ہو کہ حقیرِ تقصیر خاکپاے اساتذہ کستربین مرزا  
محمد لیاقت حسین ٹیٹرکٹ مجسٹریٹ چرکھاری خلف مرزا محمد قادر بیگ



مولف اس کتاب کا قدیم نام خوار اس سرکار عالی وقار کا ہے جو بنام ریاست چرکھاری  
 ایک نیک نام ریاست علاقہ ملک بندیل کھنڈ میں خیر خواہ سرکار گورنمنٹ ہے جس کے  
 نسبت نواب مستطاب معالی القاب جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر و ایسراے  
 کشور ہند نے بہ تشہیر اشتہار جس کی نقل اور ترجمہ اس کتاب میں درج ہیں ۱۸۵۹ء  
 میں اعتراف خیر خواہی ایام غدر کا فرمایا ہے۔ الحال یہ ریاست بقدم فیض لزوم حضور  
 فیض گنجور رعایا پروردگار گستر علم و ہندوستان فرمانرواے عالی تبار آقاے نامدار  
 ہزبائیں سری مہاراجہ دھراج سپہدار الملک سر ملکھان سنگہ جو دیو صاحب بہادر  
 کے۔ سی۔ آئی۔ اسی دام اقبالہم بہ تمام سرسبزی و ترقی روز افزون کے آباد و رونق پذیر  
 ہے

## اشعار

الہی باغ میں جب تک کہ شور و غنایان ہر  
 رہے اقبال اُسکا اور جاہ و شہرت و دولت  
 کبھی خالی کھنڈ جو دیو عطا ہر گز نہو اُس کا  
 رہے یارب سلامت باکرامت وہ فلک منزل  
 دعا دیتا ہو نگاہان دل سے میں سدا اُسکو

نسیم صبح سے جب تک گل گلزار خندان ہے  
 کہ وہ چارہ گرو حاجت رواے مستندان ہے  
 اُسے کہتی ہے خلقت کہ تو فخر نیسان ہے  
 قدوم مہمنت سے جسکے چرکھاری گلستان ہے  
 کہ میرے تن کا ہر اک رونگٹا ممنون احسان ہے

حضور مدوح کے والد بزرگوار سردار عالی وقار جناب فیض مآب راؤ بہادر دیوان  
 جو جہاں سنگہ جو دیو صاحب سی۔ آئی۔ اسی مدار المہام اس سرکار دولتمدار کے  
 ہیں جو نہایت زیرک مشیر خوش تدبیر ہمیشہ دستگیر ہر صغیر و کبیر شفیق حال غریب و امیر  
 راے سلیم و طبع حلیم سے شہرہ آفاق اکرام و اخلاق میں اپنے آپ نظیر ہیں

رہے شاداب ابر مکرمت سے انکے چرکھاری  
 طراوت بخش باغ دہر میں جہتک کباران ہے  
 مخفی نہ رہے کہ اگرچہ کل جاندار بدن و جسم کے اعتبار سے یکسان اور جینے مرنے کے  
 برابر ہیں



اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے جس کی قوت سے علوم و صنائع کو وہ سیکھ و سمجھ سکتا ہے اور جس قسم کے اوصاف چاہے پیدا کر سکتا ہے برخلاف اور حیوانات کے کہ اُن کی حاجتوں کا رفع ہونا اُن کی فکر و تدبیر سے متعلق نہیں بلکہ قدرتی اور پیدائشی ہے لیکن انسان بغیر تعلیم کے صفت علم سے موصوف نہیں ہو سکتا اور علم انسانیت کا ایک عمدہ جوہر اور زیور ہے جو شخص علم سے بہرہ یاب نہیں وہ گویا داخل گروہ انسان نہیں۔ علم ہی انصرام امور دنیوی و تہذیب اخلاق انسانی کی لیاقت حاصل کرنے کا وسیلہ اور علم ہی خدا شناسی کا بہت بڑا ذریعہ ہے بقول سعدیؒ مع کہ بے علم نتوان خدا را شناخت \*

فی الجملہ جہان تک کتب سیر سے ثابت ہے اکثر ہر قوم و ملت کے شاہی احکام ترغیب و تاکید تعلیم پر مرمی رہے کہ حکما و علما کی توجہ سے طلباء تحصیل علم سے فیضیاب ہوں ہر چند اگلے بادشاہوں نے بھی سرگرمی کے ساتھ کوشش فرمائی تھی کہ انسان کے دلوں کے آئینے زنگ جہالت سے مکدر نہ رہیں لیکن انصاف یہ کہتا ہے کہ فی زمانہ جس قدر گورنمنٹ برطانیہ کے عہد دولت میں ترقی علم و ہنر کی طرف توجہ ہے شاید کسی بادشاہ کے عہد میں نہ ہوئی ہوگی۔ شکر و احسان اُس شہنشاہ حقیقی کا کہ جس نے اپنے چشمہ فیض کرم سے دریا روے زمین پر روان فرمائے اور نہرین جاری کیں کہ جن کے سلوک سے ہر گلستان شاداب اور بیابان سیراب ہو گیا خصوصاً وہ دریاے فیض جو دارالسلطنت لندن سے بڑے جوش و خروش کے ساتھ صد ناجزیرون کی سرزمین سے گذر کر تمام قلمرو ہند پر موجزن ہے

شعر

بہت جب مہربان ہوتا ہے خالق اپنے بندوں پر تو عادل بادشاہ کرتا ہے اُن پر حاکم و داور

اب ہم اُس بحر اعظم کو جناب ملک معظم قیصر ہند فرض کرتے ہیں اور نہروں سے وہ منتظران سلطنت مراد ہیں جو جناب مدوح کے تمام مقبوضات پر حاکم و فرمانروا مقرر ہیں



کے ذریعہ سے اس برے دریا کے نرم سے متعلق ہیں۔ اس سلطان غریب نواز نے  
 اپنے مصالح کو عین منافع اپنی فرمان بردار رعایا کا تصور فرمایا ہے اور بعد میں تعصبی ہر فرق  
 کو بلا تعرض اپنے اپنے مذہب کی رسومات کو بطیب خاطر ادا کرنے کی اجازت ہے۔  
 خوبی انتظام کے بدولت مسافران دشت و دیار کو سفر میں ایسی آسانی ہے کہ ہزاروں کو  
 کی مسافت مرکب دخانی کے ذریعہ سے چند ساعت میں قطع ہو جاتی ہے۔ ہر شہر و قصبہ  
 کے راستے پختہ کوہستانی راہیں رہزنوں سے صاف جا بجا حفاظت کو چوکیان۔ مسافروں کو  
 لوٹ مار کا اندیشہ کم امن و امان کی امید زیادہ۔ ڈاک کا یہ انتظام کہ ایک پیسہ کا پوسٹ کارڈ  
 قیمتی خبریں منزلوں کی مسافت پر اہل غرض کو پہنچاتا ہے۔ تار برقی متواتر خبر سانی پر جدا  
 صداسناتا ہے۔ مظلوموں کی داد رسی ظالموں کی بیداد کا انسداد رفاه عام کی کوشش  
 قومی ہمدردی کا لحاظ ترقی اور بہبود ملک کی فکر۔ ہر قریہ میں شفا خانے۔ امتحان یافتہ ڈاکٹر  
 مقرر غریب بیماروں کے آرام و آسائش کے واسطے پختہ و صاف کمرے۔ دوا و غذا دونوں  
 وقت پر میسر۔ خصوص ہر شہر و دیہات میں مدارس علوم و فنون کی درس و تدریس جاری  
 علماء کا اعزاز تنخواہیں بیش قرار۔ یوں تو ادب منطق حکمت نظری عملی سب علوم کی  
 تعلیم ہوتی ہے لیکن اخلاقی علوم کی کتابیں بھی واجب التعلیم سمجھی گئی ہیں جو حقیقت  
 میں آئینہ خیالات انسانی میں تہذیب کی شکل فطرتی دکھاتی ہیں اور شائستگی اخلاق کا  
 تو اس عہد دولت میں اس قدر لحاظ ہے کہ غیر مذہب حالات کے قصص مسودہ ان کا چھپنا  
 ایک قلم موقوف کیا گیا ہاں وہ رسائل جو درستی افعال و تہذیب اخلاق و سعادت انسانی  
 کی غرض سے لکھے جاتے ہیں کتب درسیہ میں شامل کئے جاتے ہیں۔ شاید ترین یہ امر  
 قابل لحاظ ہے کہ جو شخص تربیت قوم کی غرض سے کوئی کتاب اخلاقی خیالات میں تصنیف  
 تالیف کرتا ہے۔ قدردان سرکار گورنمنٹ اس کے لئے انعام عطا کرتی ہے تاکہ مصنفین کو  
 مضامین اخلاق کی طرف رغبت زیادہ ہو اور رعایا سے خاصہ و عام ان کے ٹھکانے



اخلاقی حالات کی درستی پر آمادہ ہوں

اس مقام پر مولف نہایت ادب اور خلوص کے ساتھ چند اشعار بطور قصیدہ اپنے شہنشاہ و  
کی مدح میں معرض تحریر میں لانا مناسب اور اپنی سچی عقیدت کا نتیجہ سمجھتا ہے۔

قصیدہ در مدح شہنشاہ فلک بار گاہ قدردان شرفا شفیق  
غریبا ملک معظم ایڈورڈ ہفتم قیصر ہند خدا شد ملک و دولت

جبذا اے دادرس شاہنشاہ والا حشم  
حکمران انڈیا ہے قیصر ہندوستان  
چشم الطاف و رعایت سے رعیت پر نگاہ  
رکھتے ہیں ظالم عملداری سے اُسکے خوف و بیم  
بند و بست اُس کا رعیت کیلئے سنگین جصار  
اُسکی خصلت میں ہے نیکی اور طینت میں سلوک  
گرچہ لندن میں ہو وہ شاہنشاہ والا جناب  
عہد دولت میں ہو اُسکے جسقدر امن و امان  
کس طرح انسان سے ہو رحم و کرم اُسکا بیان  
اب لیاقت کی دعا ہو سامع الدعوات سے  
تیرے بارانِ کرم سے یا خدا جب تک زمین  
جب تلک دنیا میں ہیں فرمان روا یاں جہاں  
زندگی و آل و اولاد و سپاہ و ملک سے

صاحب تاج و سریر و لشکر و طبل و علم  
غیرت فغفور چین و رشک شاہانِ عجم  
دستِ ایثار و کرامت سے غریبوں پر کرم  
رہتے ہیں مظلوم اُسکے عہد میں بے رنج و غم  
رفعتِ ہمت سے اُسکے قصرِ بدعت منہدم  
اُسکی نیت میں ہی خلق اُسکی طبیعت میں کرم  
ہند میں بھرتی ہو پر اُسکی رعایا اُسکا دم  
ہی یقین ہو اور شاہوں کی عملداری میں کم  
جسکے ادنیٰ وصف میں قاصر زبان عاجز قلم  
اپنے بندوں پر ہے جو مصروف رحمت و مہم  
سبزہ و گل سے ہے تربیت کے سبب باغِ ارم  
اپنی اپنی سلطنت میں صاحبِ سیف و قلم  
قیصر ہندوستان کا ہو فزون جاہ و حشم

مقصود اصلی اس کتاب کا یہ ہے کہ تربیت بنی نوع انسان درباب تعلیم و



قبول کرنیکو آمادہ ہے اور جس وقت بچوں کے اطوار کی اصلاح ہو کر شائستہ خصائل اُنکے  
دلون میں متمکن ہو سکتے ہیں اور پسند و نصائح متقدمین سے جو اس کتاب میں قلمبند ہوئے  
علم و خوش اخلاقی کی خوبیوں اور جہالت و بداخلاقی کی خرابیوں سے عوام کو بوجہ احسن  
آگاہی ہو کر شوق دلی و رغبت قلبی پیدا ہو۔ دوسرے یہ کہ خلقت عقل کی طلبگار اور عقل کو  
تجربہ درکار ہے لیکن تجربہ کو ایک زمانہ دراز و فراغت تمام چاہئے، الا مدت عمر مستعار اس  
امر کو وفا نہیں کرتی۔ ازاںجا کہ مولف کو اس سرکار فیض آثار کے نمکخواری قدیم کا فخر  
حاصل ہے اس واسطے حکما کے احوال اور علما کے اقوال اور سیر و سرگذشت مشاہیر  
صاحب اقبال صفحہ قرطاس پر بطرز پسندیدہ رقم کین تاکہ کیفیت عدل و سخاوت سلاطین  
ماضی موجب ترغیب ریسان حال و استقبال ہو مخصوص ارباب حکومت و والیان ریاست  
جو اپنی رعایا کے گلہ بان کھلاتے ہیں اُس کو اپنا دستور العمل کر کے دوسروں کے تجربہ سے  
مستفید ہوں اور خلقت انتظام معاش و معاد میں افعال قبیح اور اُن کے نتیجہ صریح سے  
عبرت پذیر ہو کر ضرورت قباحات داریں محفوظ رہیں۔ پس اس ہیچ میرزے نے ایک مدت مدید  
کی مشقت و جانفشانی کے بعد مضامین نصائح آمیز و روایات عبرت خیز نکات دلچسپ  
واقوال مسرت انگیز کتب زبان فارسی و اردو و انگریزی سے اخذ کر کے اس کتاب فیض  
انتساب کی تالیف و ترتیب کی جو ہدیہ ناظرین پُر تمکین ہے  
گر قبول افتد زہے عز و شرف

تمام کتاب میں یہ امر خاص کر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ مضامین خلاف تہذیب و تعصب تو ہیں  
کسی فرقہ کے نہ ہوں اگر کسی مقام پر احیاناً کوئی تذکرہ متعلق ملت کسی قوم کا واقع ہوا  
تو مفہوم اُس کا ایسا نہیں کہ کسی بندہ آزاد کو پابند عقیدہ کسی ملت کا کر کے آزار دلی کا



سعادت مدور محبوبوں کو اور اسخاص غیر مذہب بھی مواعظ و پند سے استفادہ کر سکیں۔

اس کتاب فضیلت مآب کو جناب مہاراج دھراج سری جے سنگھ جو دیو صاحب بہادر سپہدار الملک بیکنٹھ باشی سابق والی ریاست چرکھاری نے بکمال قدردانی ملاحظہ فرما کر میز و ممتاز فرمایا جس کے سبب سے تالیف اور مولف کی توقیر بدرجہ غایت ظہور پذیر ہوئی چنانچہ تصدیق وقعت و عزت افزائی مولف بوجہ تالیف اس کتاب کے بشمول تذکرہ چند اہالیان تصانیف جن کے ترقی مناصب اور افزونی مراتب کی وجہ ان کی تصانیف بعہد فرمانروایان ریاست ہذا کے ہوئیں یہاں کی تواریخ (جو دینا پیل سٹری آف چرکھاری ۱۸۸۵ء) میں چشمہ محاسن اخلاق فراوان مصدر خیر و احسان پنڈت جاگیش پرشاد صاحب تواری ممتاز العلما اتالیق حضور مہاراجہ صاحب دام اقبالہم نے جو اس ناچیز کے سچے کرم گسترون میں سے ہیں زیب رقم فرمائی ہے وہ واسطے فخر اس ناقص الراے کے کافی ہے۔

بعد سند نشینی حضور فیض گنجور ہزاریئیس مہاراج دھراج سپہدار الملک سر ملکھان سنگھ جو دیو صاحب بہادر کے۔ سی۔ آئی۔ امی بکمال توجہ عنایت مآثر و طیب خاطر دریا مقام منتخب مضامین نضاح آگین اس کتاب کے ملاحظہ فرمائے کہ پسند و مقبول ہو کر منشاء اشاعت ظاہر فرمایا گیا۔ یہ قدردانی اس درجہ موجب عزت افزائی مولف ہوئی کہ اکثر احباب اس کے طالب ہوئے اور بعض یورپین حکام عنایت فرمائے مولف نے فرمایش کی اور اس کی قلمی نقول ان کو پیش کی گئیں۔

اسی اثنائیں ہنگام خوش آغاز و نیک انجام جشن جوبلی شصت سالہ ملکہ معظمہ قیصرہ ہند۔ جنت آرام گاہ جو بتاریخ ۲۲ ماہ جون ۱۸۹۷ء مقرر ہو کر تمام عالم میں مشہور تھا قریب آٹھنچا اس موقع کو مفتحات سے خیال کیا اور اس کتاب کو تعجیل بحضور ملکہ معظمہ مرحومہ روانہ کیا غولی تقدیر تندرحتہ مقبول نظر کر کے اس کو کتاب خانہ کے تحت محفوظ فرمایا۔



کہ ہزار قدر و منزلت شکر یہ مولف بالفاظ بیش بہا جو قابلِ فخر، مجنونِ مین اور لائقِ قدر ہم چشمون مین ہیں ظاہر فرما کر سر غمت اور افتخار اس خاکسار کو پستی طالع سے اوجِ فلک الافلاک پر پہنچایا۔

## ترجمہ چھپی انڈین سکرری

حسبِ الحکم۔ ملکہ معظمہ کو مین و کٹوریا دامت اقبالہا کے تہ دل سے شکر گزاری بعض ایڈریس اور کتاب جو اہر الاخلاق کے جو آپ نے ارسال کی ہے پہنچاتا ہوں۔ حضورِ ممدوحہ نے یہ بھی آپ سے ظاہر کرنے کو فرمایا ہے کہ جو کلمات خیر خواہی اُنکے نفس نفیس اور تخت سلطنت کی نسبت آپ نے استعمال کئے ہیں اُنکو ملکہ موصوفہ کمال قدر و منزلت کی نظر سے ملاحظہ فرماتی ہیں۔

پس تالیفِ نجیف کی اس قدر قدردانی رئیسِ انوار و عزت افزائی مولف شامانِ عالیشان سے اس ہیچمیز کو بہت بڑے فخر کا موقع حاصل ہوا یعنی سابق مین جو کتاب کہ معمولی قدر و قیمت کے لائق تھی نظرِ کیمیا اثر شامانِ ذی شوکت و عالی شان نے اُسکی وقعت و منزلت کو کہین سے کہین پہنچا دیا۔ اور مولف کو اس کے طبع کرنے پر مجبور کیا۔ خاص کر جبکہ بافضال ایزد لایزال خورشیدِ خوش طالعی اس کتاب کا مطلع انوار نیک نامی سے طلوع ہو کر برج کمال مین مقیم ہوا اور بر خوردارِ خجستہ اطوار سعید کو نین مرزا حبیب حسین بی۔ اے پرنسپل حسین آباد ہائی اسکول مقام لکھنؤ زادِ عمرہ و قدرہ نے تہذیبِ حبیب کتابِ موسومہ معدنِ تہذیب مین جس کی اشاعت بکمال قدردانی و اشتیاق حکام و رؤسا عالی مقام اظہر من الشمس ہوئی اس کتاب کا حوالہ تحریر کیا۔ مختلف مقامات سے اکثر اربابِ مذاقت نے قبل از معائنہ اس کتاب کے



یہ کتاب کی سرکاری سیس کی۔ ایسی حالت میں ایک کوہرینا دوہرے بہا کو درج  
 عدم میں پوشیدہ رکھنا اور ایک شاہد یوسف جمال کو جس کے بے شمار طالب دیدار اور  
 بہ تمنائے نظارہ ہزار خریدار موجود ہیں بازار شہرت و اشاعت میں پیش نہ کرنا فیضان  
 تہذیب اخلاق حسنہ سے خلق اللہ کو محروم رکھنا ہے۔ علاوہ برین اگر ناظرین با تمکین  
 کوتالیف نحیف سے کوئی نکتہ پسند و مقبول ہو کر اخلاقی تعلیم کی طرف کوئی اثر پیدا  
 کرے اور اس عاصی سراپا معاصی کے لئے ذریعہ حسنات و وسیلہ نجات ہو تو گویا  
 اصلی مقصود اور صلہ اس ریاضت و جانفشانی کا حاصل ہو گیا۔

چونکہ ترتیب اس کی مبنی ہے تہذیب اخلاق پر جو ایک جوہر بے بہا ہے لہذا برعایت  
 وصفی نام اسکا جو اہر الاخلاق رکھا اور انیس باب میں منقسم کر کے بمناسبت  
 اسمی ہر باب کو موسوم بہ جوہر کیا۔

خاکسار دارین

مرزا محمد لیاقت حسین عفی عنہ

یکم جنوری ۱۹۰۵ء



# اشتہار گورنمنٹ آف انڈیا

(ترجمہ)

محکمہ تاریخ نمبر ۱۸۵۹ عیسوی

نامور خدمات مہاراجہ رتن سنگھ صاحب بہادر والی ریاست چڑکھاری کہ جنہوں نے  
زمانہ غدر میں سوائے باستقلال تمام رفیق و شفیق بنے رہنے سرکار انگریزی کے  
افواج ملکہ معظمہ انگلستان کو زبردست مدد دی اور اپنی جان کو فاش خطرہ عظیم  
ہلاکت میں ڈال کر اور نقصانات شدید اٹھا کر ملکہ معظمہ کی عیسائی رعایا کی جان بچائی۔  
آج اس موقع پر مقبول و ایسرے گورنر جنرل بہادر کشور ہند ہو کر مشہر عام ہوتے ہیں۔  
نواب مختتم الیم نے خوش ہو کر توجہ نواب کمانڈران چیف صاحب بہادر اور انکی  
جماعت کی مہاراجہ صاحب بہادر کی اس نامور جالفشانی اور خیر خواہی گورنمنٹ ملکہ معظمہ  
پر چاہی ہے کہ مہاراجہ صاحب بہادر موصوف نے ایک انگریزی صاحب ایجنٹ کو  
جنہوں نے ایام غدر میں ان کے یہاں پناہ لی تھی باغیوں کو نہ دیا اور اپنا بیٹا  
صاحب کے عوض میں حوالے باغیوں کے کر دیا۔ اور نیز نواب صاحب بہادر مدوح  
نے جمیع افسران انگریزی کو تاکید فرماں جاری کر دیا ہے کہ جو کوئی ان میں سے  
مہاراجہ صاحب بہادر مدوح کے ملک میں کبھی بعد ازین جاوین تو ان کی خدمات  
عالی کو ملحوظ یاد رکھیں اور مہاراجہ صاحب بہادر کے حضور میں اس ادب اور  
لحاظ کے ساتھ پیش آوین کہ جس ادب اور لحاظ کے مستحق مہاراجہ صاحب بہادر

بدرجہ غایت ہیں



# جوہرِ پسلا

## طریقہ تربیت اطفال میں

چونکہ بچوں کا دل بسبب نقصان اور احتیاج طبیعت کے سادہ اور نقش قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوتا ہے اس واسطے مناسب ہے کہ وہ چھڑانیکے بعد ہی آداب اور اخلاق سکھانا شروع کر وین تاکہ بری عادتیں قبول نہ کریں سو اسکے بچوں کی طبیعت جلد اصلاح پذیری کی قابلیت رکھتی ہے اور تربیت کرنے سے اخلاق ذمیمہ اور انکی طبیعتوں سے رفع ہو کر بجاے اونکے عادات نیک متکمن ہو سکتے ہیں لیکن یہ بات جب تک کہ والدین اور کون کے ایام طفولیت میں سرگرم تعلیم و تربیت کے نہ ہوں ممکن نہیں اور جو لوگ کہ بچوں کو محبت کے سبب ناز و نعمت میں پرورش کرتے ہیں اور اونکے کمانے پینے میں مصروف رہتے ہیں اور انکی تعلیم بالکل نہیں کرتے اور اونکو کھیل کود میں مشغول رکھتے ہیں اور اگر مکتب میں بٹھا دیں تو استاد کو مار پیٹ اور تنبیہ سے روک دیتے ہیں اور عادات بد کے دور کرنے کی تاکید نہیں کرتے بلکہ اس بات سے کنارہ کر کے کہتے ہیں کہ ابھی لڑکا نا سمجھ ہے جب سمجھ آوگی اور نیک و بد سمجھنے لگے گا خود خراب عادت چھوڑ دے گا ایسے لوگ اپنے بچوں کے حق میں بڑی دشمنی کرتے ہیں کیونکہ ٹھہرے دشمنوں کی دشمنی کا صرف دنیا میں رہتا ہے اور ایسے لوگوں کی دشمنی دنیا اور عقبی میں نتیجہ بد پیدا کرتی ہے یعنی دنیا میں تمام عمر اچھے لوگوں کی نگاہ میں ذلیل اور خوار رہیں گے



اور عقبی میں بسبب فساد عادت بد کے طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہونگے۔

دانا لوگ خوب جانتے ہیں کہ جو عادت خواہ نیک ہو یا بد بچپن میں بچوں کی طبیعت میں جاگزین ہو جائے مدت العمر رفع نہیں ہوتی پس مان باپ کو لازم ہے کہ سب ناز و نعمت پر تعلیم و تربیت بچوں کی مقدم رکھیں کیونکہ سب ناز و نعمت و خوراک و پوشاک کو زوال ہے اور دولت نیک سیرتی کو مادمست اور کمال ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اول لڑکے کی طبیعت میں نظر اور اسکے احوال میں خوض کرے کہ کس علم و ہنر کی استعداد او میں زیادہ تر ہے جسکی لیاقت پائے او میں مشغول کرے کیونکہ ہر شخص کو استعداد ہر ایک صنعت کی نہیں ہے بلکہ ہر آدمی جدی جدی لیاقت رکھتا ہے۔ حکما سابق مولود کے طالع میں نظر کر کے طریقہ نجوم سے جس کسب و ہنر کی لیاقت اُس میں دیکھتے اُس میں مصروف کرتے تھے کیونکہ جو شخص جس فن کی قابلیت رکھتا ہو اُس میں کامل ہو سکتا ہے اور جسکی استعداد نہیں رکھتا او کی سعی کرنا تعطیل روزگار اور تصنیع اوقات ہے۔ جس علم و ہنر سے او کی طبیعت مناسبت نہیں رکھتی اسے اُسکی تکلیف نہ دین بلکہ دوسرے پیشہ کی طرف رجوع کرائیں بشرطیکہ اُس پر قائم رہنے کی اُمید کُلی ہو تاکہ موجب اضطراب نہ ہو اور جب کسی ہنر پر قادر ہو تو وجہ معیشت حاصل کر نیکی لئے اُسکو حکم دینا چاہیے کہ جسوقت اُسکے فائدہ سے واقف ہوگا تو اسکی تکمیل کی زیادہ کوشش کریگا اور اُس ہنر کے وقایق میں غور و فکر کر کے سبقت لیجائے گا اور اسکی مشقت سے کسب جمیل کی جو خاصہ شریفونکا ہے عادت کریگا۔ اکثر دولت مند زادے دولت پداری پر مغرور ہو کر علم و ہنر کے سیکنے سے محروم رہ جاتے ہیں زمانگی گردش اور انقلاب سے خرابی کے میدان میں آجاتے ہیں۔

زمانہ گذشتہ میں ولایت فرانس کے بادشاہ فرزندون کو شہر میں پرورش نہیں کرتے تھے بلکہ دانا لوگوں کے ساتھ کسی طرف سفر کو بھیج دیتے تھے تاکہ سختی و تکلیف کی عادت اختیار کریں اور شیب و فراز زمانہ سے واقف ہوں پس والدین اور بزرگوں کو بموجب چند بند و نصائح ذیل کے تہذیب



و تربیت بچوں کی اوائل عمر سے کرنے میں کامل توجہ مبذول کرنا لازم ہے اور اگر کسی نے برخلاف اسکے تربیت پائی علی الخصوص جو سن رسیدہ ہو تو اسکی اصلاح مشکل ہے کیونکہ سوکھی ٹیڑھی لکڑی کو سیدھا کرنا دشوار ہے۔

۱۔ سب سے پیشتر بچوں کو فرمانبرداری سکھانا چاہیے کیونکہ بغیر اسکے اور باتوں کی کوشش رایگانہ جائے گی اور اس بات کے سکھانے کا یہ طریقہ ہے کہ ایسا حکم کبھی نہ کرنا چاہیے کہ جسکی تعمیل اونٹے کرنا منظور نہ ہو والدین کو نہایت ضرور ہے کہ کسی کام کا حکم دینے سے پیشتر بخوبی سوچ لیں کہ اس کام کو پڑ کے کریں گے یا نہیں اور جب کسی کام کے کریں گے تو منہ سے نکالیں تو اوسکو کراہی کے چھوڑیں جبکہ بچے آٹھ دس مہینے کے ہوں تب سے اپنے حسب وخواہ کام لینا چاہیے کیونکہ یہ وقت ایسی تعلیم کے لئے نہایت عمدہ ہے اور اس بات کا لحاظ رکھیں کہ بچوں کی عادت موافق والدین کے حرکات و سکنات کے ہوتی ہے نہ موافق اونکی گفتار کے عقلمندوں کا قول ہے کہ لڑکوں کو عمدہ تعلیم دینا اور پھر اونکے سامنے حرکات ناشائستہ کرنا ایسا ہے جیسے کسی کو اشارے سے بہشت کا دکھانا اور ہاتھ پکڑ کر دوزخ میں لیجانا۔ پس لڑکوں کے روبرو کام بہت سمجھ بوجھ کر کرنا چاہیے۔ کسی حکیم کا مقولہ ہے کہ لڑکوں کے سامنے ایک گناہ کرنا دو گناہ کے برابر ہے۔

۲۔ جب لڑکے قصور کریں اونکو ضرور سزا دینا چاہیے لیکن بچوں کو اسطرح گوشمالی دیوین کہ انکو بخوبی یہ ظاہر ہو جائے کہ ہمارے والدین کو ہمارے مارنے سے نہایت رنج ہوتا ہے اور وہ ہماری بہتری کی واسطے چشم نمائی کرتے ہیں۔ بعض کم فہم والدین کہتے ہیں کہ ہم سے محبت کے مارے بچوں کو مارا نہیں جاتا اسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ لڑکے ایسے بگڑ جاتے ہیں کہ ان کی حرکات ناپسندیدہ سے والدین مرتے وقت تک غم کھاتے ہیں بچوں کو بہت زیادہ سزا دینا



چاہیے نہ ذرا اسی بات میں لڑکون کو قصور وار ٹھہرانا چاہیے اور مارنا بہت کم لازم ہے کیونکہ اور بہت سی آسان منزائیں ہیں جو مار سے زیادہ کام دے سکتی ہیں۔ ڈرانا اور دھمکی دینا مار سے زیادہ کارآمد ہے لیکن جھوٹ موٹ دھمکی بھی نہ دینا چاہیے ایسی باتوں سے لڑکے والدین کو جھوٹا سمجھنے لگتے ہیں اور لڑکون کے دل میں یہ بات پیدا کرنی چاہیے کہ جب وہ کام درست کرتے ہیں تو ادا نکے والدین اونسے خوش ہوتے ہیں اور اس بات سے انکو بہت فائدہ ہوگا۔

۳۔ بچوں کو یہ بھی بتا دینا چاہیے کہ گناہ کر کے چھپانا نہ چاہیے کیونکہ اس صورت میں ایک گناہ کے دو گناہ ہو جاتے ہیں اگر لڑکا اقرا خطا کر دے تو اسکو سخت سزا دینا چاہیے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب بچوں سے کوئی نقصان ہو جاتا ہے تو والدین خفا ہو کر نظر غضب سے پوچھتے ہیں تو بچہ ڈر کر صاف منکر ہو جاتا ہے پس مناسب ہے کہ جب نقصان ہو جاوے فوراً چھپن کچھ عرصہ کے بعد تسلی کے ساتھ دریافت کریں حتی الامکان بچوں کا یقین کریں کسی بات میں شک نہ لادیں بشرطیکہ انھوں نے پیشتر کبھی جھوٹ بول کر دھوکا نہ دیا ہو اگر کسی طرح کا ان کی نسبت شک ہو تو دفعۃً جھوٹا مت کہہ دو پہلے بخوبی تحقیق کر لو بعد اسکے جیسا ہو ویسا کہو۔

۴۔ بعض والدین اپنے بچوں کی احتیاط نہیں کرتے اور انکو صحبت بد میں کھیلنے دیتے ہیں اس باعث سے جب وہ لڑکے چوٹے۔ جواری اور بد معاش ہو جاتے ہیں تب والدین یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی اور شفقی کر لیتے ہیں کہ خالق مطلق نے انکی لوح پیشانی پر یہی تحریر فرمایا تھا اسکو کوئی کیا کرے۔ ایسے آدمی اپنے کئے کا جلد مزہ اٹھاتے ہیں۔ یہ کہنا سلسلہ غلط ہے کہ ہم خود جان بوجھ کر قصور کریں اور پھر یہ عذر کریں کہ ہماری تقدیر میں یوں لکھا تھا خدا کی طرف سے کوئی ایسا کام نہیں ہوتا ہے اور یہ نہایت معیوب بات ہے کہ ہم اپنے بڑے کاموں کا الزام



خدا کو لگا دین ایسی باتیں بجائے داخل ہونے عذر کے ہمارے گناہوں کو بڑھاتی ہیں۔ خدا کی یہ مرضی ہے کہ ہم وہ کام کریں جو درست ہیں لیکن ہم اپنی خواہش سے بڑے کام کرتے ہیں ہم کو واجب نہیں کہ ہم اپنے فرض کو بھول جائیں اس امید پر کہ خدا ہماری خبر گیری کر لے گا اول ہم کو درست کام کی کوشش کرنا چاہیے بعدہ خدا کی مدد کے خواہاں ہونا چاہیے۔

۵۔ بچوں میں یہ طبعی خاصہ ہے کہ وہ رفیق اور دوستوں کے دل سے خواہاں ہوتے ہیں لیکن والدین کو اس بات کی احتیاط کرنی چاہیے کہ ان کے ساتھی ایسے ہوں کہ جیسے قاعدہ سے ہونے چاہئیں۔ انسان کا دل بڑا ہی کی طرف بہت جلد رجوع ہوتا ہے اور نیکی کی طرف دیر میں مائل ہوتا ہے ایک او باس لڑکا سولہ کون کو بگاڑ سکتا ہے۔ مثل مشہور ہے ایک پھلی سارا پانی گندہ کرتی ہے جو لڑکے اپنے مان باپ کا کننا نہیں مانتے۔ گالیان بکتے اور جھوٹے بولتے جوا کھیلتے ہیں ان کی صحبت سے بچوں کو باز رکھنا چاہیے اگرچہ بڑے لوگوں پر رحم کرنا اور ان کے واسطے حق تعالیٰ سے خیر طلب کرنا خوب ہے لیکن ان کے ساتھ ہم نشینی اور الفت گزینی میووب ہے۔

۶۔ بچوں کو بیکار رکھنا اچھا نہیں اس سبب سے چالاک لڑکے بھی سست و خراب ہو جاتے ہیں اور جو لڑکے سست و کاہل ہیں وہ بیکار رہنے سے اور بھی کاہل ہو جاتے ہیں اور تمام عمر رنج و تکلیف اٹھاتے ہیں۔ مان باپ کو چاہیے کہ لڑکوں کو بچپن سے امور ضروریہ روزمرہ میں مہارت کرا دین مثلاً نہانا و ہونا کپڑے پہننا اور ان کو حفاظت سے خود رکھنا۔ اس سے یہ فائدہ بھی متصور ہے کہ ان کی دیکھا دیکھی اونکے اور چھوٹے بھائی بھی یہ شیوہ اختیار کریں گے اور اس طرح سب چھوٹے بڑے گھر کے تمیز دار ہو جا دیں گے۔ بچوں کے ہاتھ میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی کام رہنا چاہیے جب ایک سے فرصت پادین فوراً دوسرا کرنے لگیں اور ان کے یہ ذہن نشین کرنا چاہیے کہ ایک لمحہ بھی رایگان کرنا منع ہے جو لوگ اپنی سعی بازو سے روپیہ پیدا کرتے ہیں اور محنت کر کے اپنے



کام کو رونق دیتے ہیں وہ ہمیشہ خوش و خرم رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک صاحب اپنی کتاب میں ایک حکایت لکھتے ہیں۔ کہ ایک کسان جب مرنے لگا تو اپنے لڑکوں کو کاشتکاری کی تدبیر بتانے کی واسطے بلا کر کہا کہ اے بچو میں تو اب دنیا سے کوچ کرتا ہوں لیکن جو کچھ مجھے تمہارے واسطے چھوڑ جانا ہے وہ تمکو کھیت میں ملیگا۔ لڑکوں نے یہ سمجھا کہ اُس نے کسی خزانہ و دھن کا پتا بتایا ہے جون ہی اون کا باپ مراد ہونے پھا وڑے سے تمام زمین کھیت کی کھوڈ ڈالی مگر کہیں خزانہ ہاتھ نہ لگا لیکن اس مشقت کے سبب سے کھیت میں ایسی عمدہ پیداوار ہوئی کہ آگے کبھی نہ ہوتی تھی تب اونکو باپ کی وصیت یاد آئی کہ واقعی محنت و ریاضت خود ایک خزانہ ہے۔

۷۔ لڑکوں کو ایام طفولیت سے راست بازی سکھانا چاہیے جب کوئی شخص اونکی چیز چرائے تو اونکو ناگوار گذرتا ہے اسید طرح اونکو بھی اوروں کی چیز چرانے سے نفرت کرنا چاہیے یہ عذر ہرگز نہ کرنا چاہیے کہ وہ چیز جو سہنے چرائی تھی محض کم قدر اور حقیر تھی اور اوس کے کم ہو جانے سے کسکو خیال بھی نہوگا کیونکہ سب کی چوری موتی کی چوری کے برابر ہے۔ بچوں کو یہ سکھانا چاہیے کہ کوئی شے بدون اجازت والدین کے نہ لین کیونکہ اس طرح رفتہ رفتہ عادی چوری کے ہو جائینگے۔ بعض بچوں کو یہ خیال رہتا ہے کہ پائی ہوئی چیز رکھ چھوڑنے میں کچھ گناہ نہیں یہ محض اونکی خام خیالی ہے فرض کرو کہ ایک روپیہ کسی کا گر پڑا اور دوسرے نے اٹھا لیا تو کیا پانے والے کا وہ روپیہ ہو سکتا ہے؟ جب کھوئی ہوئی چیز کوئی شخص پاوے تو مناسب ہے کہ فی الفور اصل مالک کو تلاش کر کے اوسکی چیز اوسکو واپس کر دے۔ اور بچوں کو لازم ہے کہ امانت میں خیانت کبھی نہ کریں جیسی چیز کسی سے لین ویسی ہی اوسکو بھیج دیں اور اگر اتفاقاً کسی طرح کا نقصان ہو جاوے تو اوس نقصان کو رفع کر کے حوالے مالک کے کریں



کہ ایمان داری کل دنیا کے کاموں میں فائدہ بخش ہے۔ چور اکثر پکڑے جاتے ہیں اور سزا یا بھرتے ہیں اور اس قدر خوار اور بے اعتبار ہو جاتے ہیں کہ کوئی پھر اونکو لو کر بھی نہیں رکھتا۔ گو کیسی ہی اندھیری رات میں چور چوری کرے لیکن خدا اُسکو دیکھتا ہے اور جو کوئی اوس کی حکم عدولی کرتا ہے وہ اوسکو نہایت سخت سزا دیتا ہے ایک حکایت یہاں ایک انگریزی کتاب سے لکھی جاتی ہے۔

**حکایت۔** ایک طالب علم کسی اپنے ہم مکتب کی کتاب گھر میں اپنی ماں کے پاس چھپا لایا اوسکی ماں نے کچھ سزا دی بلکہ شاباشی دی لڑکا جب جوان ہوا تو بڑی بڑی قیمتی چیزیں چرائے گا آخر کار چوری کی علت میں گرفتار ہوا اور پھانسی دے جانیکا حکم دیا گیا جب پھانسی کے مقام پر اوسے لے چلے تو خلقت کے انبوا میں اوسکے پیچھے پیچھے اوسکی ماں بھی چھاتی پٹتی دایا کرتی چلی جاتی تھی اوسکو دیکھ کر اوس شخص نے حاکم سے اپنی ماں کے کان میں ایک بات کہنے کی اجازت مانگی جب اوس کی ماں پاس آئی اور اپنا کان اُسکے منہ کے قریب لے گئی اوسنے اوسکی کان کی لو کو دانت سے مضبوط داب کر کاٹ لیا ماں اُسکی چلائی اور لوگ اوس نالایق کو لعنت ملامت کرنے لگے کہ اگلے عیب تیرے کیا کم تھے جو یہ اخیر وقت کی نالایقی تو نے اپنی ماں کے ساتھ کی وہ بولا کہ میری تباہی کا سبب یہ ہی ہے کیونکہ جب میں اپنے ہم مکتب کی کتاب چور کر اُسکے پاس پہلے پہل لایا تھا تو اگر یہ مجھ کو مارتی تو مجھ میں ہرگز ایسی عادت بد نہ جس نے مجھ کو انجام کار یہ نتیجہ دکھایا بڑھنے نہ پاتی۔

۸۔ ماں باپ پر واجب ہے کہ سچی باتوں اور حقانی نصیحتوں سے اپنی اولاد عزیز کو فہمائش کرتے رہیں اور ابتدائے عمر سے جھوٹے کی بُرائی بخوبی اُنکے ذہن نشین کر دیں اور ہمیشہ سچ بولنے کا عادی کریں اور اونکو بچپن سے سمجھا دیں کہ خدا حاضر و ناظر ہے اور وہ جھوٹ سے



نہایت ناراض ہوتا ہے اور جب لڑکے جھوٹے بولیں تو والدین کو چاہیے کہ فوراً ناراض ہوں اور  
 تدارک عمل میں لا دین تاکہ پہلے ہی سے انکے دل میں ہر طریقہ آدمیت اور انسانیت کی بنیاد  
 قائم ہو اور وہ خوش خلقی اور نیک نیتی کو اپنی راستی سے آراستہ کریں۔ فریب اور جھوٹ اکثر  
 لڑکوں کی عادت میں داخل ہے اور مان باپ اسکی حمایت کرتے ہیں یعنی اپنے بچوں  
 کی جھوٹی بات کی پچھ کرتے ہیں اور انکی سخن تراشی کو جو دت طبع خیال کرتے ہیں یہ طریقہ  
 بدرجہ تام نامناسب ہے زیبایہ ہے کہ بچے پچھ کرنے کے جس قدر ممکن ہو اپنی اولاد عزیز  
 سے اُس بُری عادت کے چھٹانے میں کوشش کریں اور جو کچھ اسکی بُرائیاں ہیں اچھی طرح  
 بچوں کے ذہن نشین کر دین تاکہ وہ اسکی بُرائی سے خبردار ہو کر جلد چھوڑنے پر مستعد ہوں۔  
 ۹۔ مان باپ کو چاہیے کہ حتی المقدور بچے کو ظاہر اہلاست نہ کریں بلکہ اگر کوئی قصور ہو تو اس  
 طور سے کہیں کہ تو نے سہو آہ حرکت کی ہے بار درگرنہ کرنا تاکہ جس بات کو وہ خود پوشیدہ رکھتا  
 ہے اسکے کرنے پر دلیر نہ ہو جائے اور اسکے راز کو فاش نہ کرنا چاہیے پھر اگر بار بار وہی  
 حرکت کرے تو خلوت میں لیجا کر بہت ہی ملامت و نصیحت کر کے اسکی قباحت کا مبالغہ  
 کریں اور اسکے پچھ کرنے پر ڈرائیں اور پوشیدہ کاموں سے اُسکو منع کریں تاکہ بد خوئی پر دلیر  
 نہ ہو جائے کیونکہ سبب چھپاتے کا بے شبہ کوئی امر قبیح ہو گا کہ اسنے اس کام میں تصور  
 کیا ہے۔

۱۰۔ دن کے سونے اور رات کے بہت خواب کرنے سے اور اسباب تنعم اور نرم دلائیم کمرے  
 پہننے سے مانعت کریں اور پیادہ چلنے یا سواری پر چڑھنے اور مناسب محبتیں اور ٹھانے کی  
 خوشکھامیں اور تعطیل کے دنوں میں اسکو کھیلنے کی چھٹی بھی دین بشرط اسکے کہ سبب کسی  
 تکلیف اور قباحت کا نہ ہو اور جب آثار تمیز کے لڑکے میں پیدا ہوں تو سمجھائیں کہ اسباب



دنیاوی سے اصلی غرض حفظ صحت بدن کی ہے نفس انسانی جتنی استعداد دار البقا کی حامل کر لیا باقی اور قائم رہے گی۔

۱۱۔ کار خیر چو بچوں کے کرنے کے لائق ہوں اکثر ان کے ہاتھ سے کرنا چاہیے تاکہ وہ ان کے عادی ہوں چنانچہ کہتے ہیں کہ قسطنطنیہ بادشاہ روم کا ہر ایک پروانہ پر جو کسی کے قصور معاف کرنے کے واسطے جاری کیا جاتا تھا اپنے لڑکے کے دستخط کر داتا تھا اور جب کبھی کسی کو کچھ بخش اور انعام دینا منظور ہوتا تو اسی لڑکے کی زبان سے وہ حکم دلواتا۔

۱۲۔ بچوں کو قسم کھانے کی قطعی ممانعت کرنا چاہیے کیونکہ قسم کھانا عموماً منع ہے اگر بڑوں کو کبھی ضرورت یا حاجت ہو تو ہو مگر بچوں کو ہرگز نہ ہوگی۔ خاموشی اور کم گوئی کی بچوں کو ہدایت رہے ضرورت کے وقت مناسب جواب کا مضائقہ نہیں بزرگوں کی خدمت میں بات سننے کی عادت اور فحش یا بیہودہ گوئی سے ہمیشہ نفرت اور شیریں کلامی اور خوش بیانی کا لحاظ ہو۔

۱۳۔ بچپن میں روپیہ پیسا خرچ کے واسطے ندین کہ وہ بچوں کے حق میں سانپ کے زہر سے بھی بہت برا ہے اور بیٹیوں کا بیاہ علم کی تحصیل کے بعد سن بلوغ میں متوسط خرچ کے ساتھ شریف گھرانے کی بیٹیوں سے کریں۔

۱۴۔ استاد اور والدین کی اطاعت اور بزرگوں کا خوف و لحاظ و ادب بچوں کے ذہن نشین کرنا چاہیے کہ یہ باتیں موجب رضا مندی حق تعالیٰ کی ہیں اور ادب ایک بے بہا جوہر ہے جو انسان کو مقبول و مسعود کر دیتا ہے کہتے ہیں با ادب بالنصیب بے ادب بے نصیب اشعار

اُسے رکھ سر پہ اور چاہے چہاں جا  
ادب جو نہ سیکھے وہ حیوان سے  
کہ ہے آدمیت کا زیور ادب

ادب ایک تاج ہے لطفِ خدا کا  
ادب ہی سے انسان انسان ہے  
جہاں میں ہو پیسا لاندہ کیونکر ادب



نہ ہو جس کو اچھے بُرے کی تمیز نہ ہو گھر میں پیارا نہ باہر عزیز	بٹھاتے نہیں بے ادب کو قریب
یہ سچ بات ہے بے ادب بے نصیب	

یہ بھی اون کو خوب سمجھانا چاہیے کہ آباؤ اجداد کی دولت و میراث پر تکیہ کر کے پیرایہ فنون سے عاری نہ رہ جائیں بلکہ کسب کمال کر کے ملکیت آباؤ کو زیادہ رونق دین کیونکہ ہنر کو بقا ہے اور ہنر کو فنا کتنے ہیں کہ ہنر مند کی اونگلی کلید روزی اور بے ہنر کا ہاتھ کا سہ گدائی ہے۔

۱۵۔ ماں باپ کو چار باتیں بچوں کے ساتھ تربیت کرنے میں لازم ہیں۔ اول۔ اگرچہ فرزند ہوں تو سب کو مساوی الحال رکھیں کیونکہ رعایت ایک کی دوسرے پر اشخاص مساوی الحال میں باعث نقیض و نفاق کا ہے اور نقیض و نفاق باعث بربادی ہیں۔ دوسری تا دیب آداب میں نہایت سخت کلامی کو کار نہ فرمائیں کیونکہ اگر خوگر کلام سخت کا ہو گا بیجا کلام سخت کی برداشت کرے گا جو خلاف شرافت ہے پس تعلیم میں امید و بیم درکار ہے۔ تیسری مال اپنے قبضہ تصرف میں رکھیں اور فرزند کو بجز وقت کے ندین ورنہ اصراف مال سے جنس بدنامی خرید کرے گا۔ چوتھی۔ عیب کو فرزند کے ایسی حکمت سے دور کریں کہ اسکو معلوم نہ ہو ورنہ بعد معلوم ہونے کے ارتکاب میں اسکی دلیری ہو جاوے گی۔

**استعداد** انسانی طبیعت کی وہ نیچرل حالت جو صرف پیدائشی کیفیتوں کے علاوہ اور کوئی لیاقت نہیں رکھتی ہے اگر غور کیا جائے تو بالکل بے علمی اور بے لیاقتی کی حالت ہے۔ اوس میں نہ کوئی خوبی ہے نہ عمدگی۔ صلاحیت ہے نہ شاید تکی۔ بس ایک مجرّد انسان کا پتلا ہے جو سوا حرکت غیر ارادی کے اور کوئی بات نہیں رکھتی ہے۔ اس سے بڑھ کر نالایقی کیا ہوگی کہ بات تک نہیں کراتی۔ یہ امر نہایت درجہ حیرت خیز ہے کہ وہ انسان جو کچھ لیاقت نہیں رکھتا تھا اور حسین کسی قسم کی شایستگی نہیں پائی جاتی تھی تھوڑے ہی زمانہ کے بعد ایسا



ہو جاتا ہے کہ تمام مخلوقات میں سے کوئی اسکی علمیت مشانت لیاقت اور زہانت کا مقابلہ نہیں کر سکتا  
 یہ دونوں کیفیتیں جو انسان ہی کی دو مختلف حالتوں اور سنوں سے دکھائی دیتی ہیں باہم متضاد  
 ہیں ضرور ہے کہ کوئی ایسی شے خود طبیعت میں پائی جاتی ہو جسکی وجہ سے عظیم الشان اور  
 دلچسپ اختلاف واقع ہو گیا۔ اوس شے کو جو انسان کو بالکل لاعلمی کے وقت کسی آئندہ  
 علمیت کی روشنی کا مستحق قرار دیتی ہے۔ استعداد کہتے ہیں آدمی کا چھوٹا بچہ پیدا ہوتے  
 وقت کسی مصرف کا نہیں سمجھا جاسکتا ہے اوس میں کوئی خوبی نہیں پائی جاتی وہ بالکل بیہوش  
 و حواس ہوتا ہے۔ اوسکے ہاتھ پیر ہوتے ہیں مگر صرف دیکھنے کے۔ نہ ہاتھوں سے وہ ہاتھ  
 کا کام لے سکتا ہے نہ پیروں سے پیر کا۔ اوسکو کبھی اس کا ہوش بھی نہیں ہوتا کہ وہ کیسے  
 مان باپ کے حوالے کیا گیا ہے اور کس قدر یہ مان باپ اوسکی خواہشیں پوری کر سکتے ہیں۔  
 اپنی سچی مان باپ کی حالت بھی وہ نہیں دریافت کر سکتا کہ وہ کس حالت میں ہیں اون کی  
 تنگدستی اور اونکی پریشان حالی کی اوسکو کچھ پروا نہیں ہوتی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ بچہ جو ایسا  
 نا سمجھ اور بے تمیز ہے اپنے مان باپ کو کیوں مبہلا معلوم ہوتا ہے۔ کیا وہ مان باپ کا کوئی  
 کام کر دیتا ہے کیا وہ اونکی شادی و غم میں شریک ہوتا ہے؟ کیا اونکی پریشان بختی اس کو  
 کسی وقت پڑمردہ کر دیتی ہے؟ کیا اوسکو اپنے والدین کی حسرت مند یوں پر کبھی افسردگی ہوتی  
 ہے؟ نہیں۔ پھر اوس میں کیا عمل چڑے ہیں کہ ایک گھڑی بھر کی مفارقت کے بھی مان  
 باپ متحمل نہیں ہو سکتے۔ مان باپ اسلئے اوسکے عاشق اور دلدادہ نہیں ہیں کہ موجودہ وقت  
 میں وہ کوئی بکار آمد شے ہے بلکہ اون کی آرزو میں اوس بچہ کی استعداد کے ساتھ وابستہ رہتی  
 ہیں جس سے وہ کسی وقت اپنے عیش و آرام کی اسید رکھتے ہیں۔ اونکے خیالات گو اوسکے  
 بھولے چہرے کو بذاتہ نہایت ہی دل عزیز ثابت کرتے ہیں مگر دراصل وہ اوسکی قوت پر جان



خدا کر رہے ہیں جو اُس کے سینہ میں پوشیدہ ہے اور جس کے بھر دسپہر وہ دنیا کی تمام خوبیوں اور کامیابیوں  
 پر اس کا گائے بیٹھے ہیں۔ معمولاً حیوانات کے بچوں میں صرف ایک بڑی طبعی قوت کے علاوہ  
 اور تمام باتیں موجود ہوتی ہیں اور ان کے لئے کوئی حالت منتظرہ نہیں ہوتی ہے پس جس قدر  
 پیدائشی حالت میں اپنی ضرورت کے موافق قوتیں حاصل کر چکے اور پھر ترقی نہیں ہوتی مرغ کے  
 بچے دیکھئے ادھر انڈے سے نکلے اور ادھر دوڑنے لگے اپنی تھی تھی چو بیج سے دانہ  
 اٹھانے لگے مگر حضرت انسان کے بھولے صاحبزادے جن کو دنیا میں بہت کچھ حاصل کرنا  
 ہے اور جنگی ترقیوں کا سلسلہ ان کی عمر کو ختم کر دے گا مگر خود نہ تمام ہو گا کچھ جانتے ہی نہیں۔  
 ان کی نادانی چونکہ اُس کے نیچے ایک عمدہ اور پوری استعداد چھپی ہوئی ہے اس لئے سودا مانیان اسپر  
 قربان کر دینا چاہیے ایک نہایت زبردست شاعر کیا خوب کہہ گیا ہے ۵

مرغک از بیضہ بردن آید در روزی طلبہ	آدمی زادہ ندر دوزخ و دوزخش و تیز
------------------------------------	----------------------------------

فطرت چونکہ انسان کو سب سے زیادہ کامل بنانے والی تھی اس لئے اوس نے اُس کو سب سے  
 زیادہ نادان اور نا سمجھ پیدا کیا۔ فطرت کو خود بھی اپنی دل بستگی کے لئے اس بھولے خاک کے پتلے  
 سے بہت کچھ کام لینے تھے اور اوس کو منظور تھا کہ تمام نیچرل سمجھا کا جلوہ اس انسانی پیکر کی  
 زبان سے سُن لے لہذا اوس نے انسان کو جتنا ابھان اور نا سمجھ ظاہر کیا تھا اوسی قدر اوس میں  
 وسیع استعداد پیدا کی۔

اکثر حیوانات میں بھی کچھ نہ کچھ ان کی خلقی حالت سے زیادہ شائستگی کی استعداد پائی جاتی ہے  
 اور ان کو اگر کوئی شایستہ تعلیم دی جاتی ہے تو وہ ضرور اپنی پیدائشی وحشت کو بہت کچھ دفع کر دیتے ہیں  
 بعض لوگ اچھے بھی دیکھے گئے ہیں جنگی عجیب و غریب تعلیم نے شیر اور چیتے کی وحشت کو بالکل  
 دفع کر دینے کے قریب کر دیا وہ شیر سے ایک فرمانبردار کتے کی طرح کام لے سکتے ہیں۔ جیسے کہ



سرکسوں میں دیکھنے میں آتا ہے۔ ہمارے ہی شہر میں سیکڑوں ایسے لوگ پھرتے ہیں جو بند رو  
 سے قریب قریب انسانی افعال کو ظاہر کر دیا کرتے ہیں یا رکچوں کو اپنا ایک خالص دوست  
 بنا لیا کرتے ہیں ان سب صورتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے علاوہ حیوان میں بھی  
 ایک قسم کی استعداد پائی جاتی ہے۔ انسانی استعداد فلسفیات کے دفتر اولٹ ڈالتی ہے  
 اور خود موجود فلسفہ بن سکتی ہے یہ تمام دنیا جو عجیب و غریب عمارات مستحکم اور مکانات لمپ  
 سے بھری ہوئی ہے پہلے ہرگز ایسی نہ تھی صرف سنگلاخ زمینیں ٹھین ٹھپر میدان اور ریگ  
 صحرائے مگر زمین کو صرف اسلئے کہ اوپر ایک بہت بڑے صاحب استعداد نوع بسائی جانے والی  
 تھی ہر قسم کی قابلیت تھی مگر اسکی قابلیت ایسی نہ تھی کہ خود بخود وجود کے مرتبہ پر آجائے بلکہ  
 اسکی قابلیت انسانی استعداد کے ساتھ وابستہ تھی۔ جسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ساری زمین کی  
 چم پھل اور دبستگی ایک قوت استعدادی پر منحصر تھی جو انسان کے دل میں پوشیدہ ہے  
 ہم نہیں کہہ سکتے کہ استعداد کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا خوش نصیبی ہوگی کہ وہ عالم عناصر  
 کے اوج و عروج کی علت فاعلی ہے ہماری استعداد ہو کہ ضرور ہر قسم کی ترقی پر کامیاب کر سکتی  
 ہے۔ یہ استعداد ایک ایسا نقطہ اول ہے کہ اس سے جہاں تک چاہو خط کو کھینچتے لئے  
 چلے جاؤ اور ایک ہی جانب نہیں بلکہ ہر جانب جتنے خط چاہو کھینچ لو اسی طرح استعداد علوم و  
 فنون کا ایسا سبدر ہے کہ جتنے علم و فن چاہو حاصل کرو اور کوئی انتہا نہیں جہاں تک چاہو  
 ترقی دیتے جاؤ یہ سلسلہ جو مشہور ہے کہ علم کے لئے کوئی انتہا نہیں اور ترقی کسی حد پر ٹھہر نہیں  
 سکتی صرف ہماری استعداد کی بے انتہا وسعت کی بنا پر ہے۔ لاکھ ہم علم و فن کو حاصل کر لیں مگر  
 ہماری استعداد ختم نہیں ہوتی اوسمیں اسی طرح وسعت باقی ہے۔ علم کے اعتبار سے انسان  
 کا دل خزانے سے تشبیہ دئے جائیکے قابل ہوتا ہے مگر استعداد کے اعتبار سے انسان کا



دل خزانہ نہیں ہوتا بلکہ کان ہوتا ہے کہ اس میں سے جس قدر کالو مگر نکلنے کا سلسلہ ختم ہو کر  
 نہیں آتا۔ استعداد چونکہ ہر قسم کی اور ہر فن کی ہوتی ہے لہذا اوس میں طبع انسان کے لحاظ  
 سے اس قدر فرق البتہ ہوتا ہے کہ بعض کے فنون و علوم کی استعداد بعض سے بڑی  
 ہوتی ہوتی ہے۔ ایک بچہ اول ہی سے اپنے کھیلوں اور تماشوں کے پردے میں ظاہر  
 کر دیتا ہے کہ اوس کی استعداد اس امر کی جانب زیادہ بڑھی ہوئی ہے اور دوسرے بچہ اسی  
 پردے میں کسی دوسری چیز کو بتلاتا ہے چونکہ تحصیل اور ترقی کلیۃً استعداد ہی پر منحصر ہے  
 اسلئے ضرور ہے کہ لڑکے کی خواہشات سے اوسکی کثرت استعداد کا حال دریافت کر کے  
 تعلیم دلائی جائے اوسکی طبیعت جس جانب کو بذاتہ متوجہ ہونے کی کوشش کرے چاہیے  
 کہ تعلیم بھی ایسی دی جائے جو اسی جانب متوجہ کرتی ہو۔ یہ طریقہ ایسا عمدہ ہے کہ ممکن ہی  
 نہیں کہ انسان اپنے بچوں کی تعلیم میں ناکام میاب ہو۔ ہندوستان کی تعلیم اس وقت تک  
 اس اصول کے بالکل خلاف ہے یہاں ایک خاص قسم کی تعلیم سمجھی گئی ہے۔ دوسری تعلیم  
 بالکل غیر ضروری سمجھی جاتی ہیں اس باعث سے سوا اون لڑکوں کے جنکی استعداد اوس خاص  
 تعلیم کی جانب مائل ہے اور تمام لڑکوں کی تعلیم میں اکثر ناکامیاں ہوتی ہے۔ حالانکہ اس مسئلہ  
 میں یہ امر واجب ہے کہ لڑکوں کی استعداد کا استخراج کر کے کسی فن یا علم کی تکمیل میں کوشش  
 کرائی جائے۔ یورپین ترقی کا پہلا اصول یہی ہے کہ وہاں اول تو قومی تعلیم کسی خاص علم یا فن پر  
 محدود نہیں سمجھی گئی ہے کہ قوم اور ملک کے لئے ترقی کا ایک ہی خاص راستہ ہو دوسرے  
 یہ کہ وہاں تعلیم کا پہلا اصول یہ ہے کہ لڑکے کی استعداد کا استخراج کر لیا جائے۔ استعداد تو  
 ہر انسان میں ہر یاقوت کی ہے کوئی ایسا انسان نہ ہوگا جسکی استعداد کسی علم و فن کی  
 جانب نہ ہو۔ مگر ہاں کمی زیادتی کا فرق ضرور ہے۔ فقط ایک فن پر کہ استعداد غلبہ کرے



ہوتی ہے اور دوسرے فن کی مغلوبیت اور کمی کے ساتھ مگر ہوتی ہر فن کی استعداد ہے اس صورت  
 میں آپ فرض کیجئے کہ کسی کی استعداد آرٹس کی جانب غلبہ رکھتی ہے اور اسکو تعلیم دلائی گئی  
 سائنس وغیرہ کی اگرچہ وہ طالب علم اپنی مغلوب استعداد کو حرکت اور جوش دلا کر سائنس میں  
 کامیابی حاصل کر نیکی کوشش کر لگا مگر چونکہ غالب استعداد آرٹس کی ہے اس لئے اسکی طبع  
 ہمیشہ بالطبع آرٹس ہی کی جانب متوجہ رہے گی طبیعت کی عدم توجہی کہی ایسا موقع ندیگی کہ وہ  
 طالب علم سائنس میں پوری لیاقت حاصل کر سکے۔ یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ استعداد کے غلبہ  
 کا طبعی جوش ایسا پر زور ہوتا ہے کہ اسکو نہ کوئی تعلیم توڑ سکتی ہے اور نہ کوئی استاد بنا سکتا ہے  
 وہ فطرت کا پید کیا ہوا جوش ہے اسپر کوئی غیر طبعی اثر ہرگز نہیں پڑ سکتا۔ جو علم ایسا ہو کہ اسکی جانب  
 استعداد کا میلان نہیں ہے پھر لاکھ اسکی عمدگی ثابت کرو اور ہر طبیعت کو اسکی دلچسپیان دکھا  
 دکھا کر متوجہ کرو ممکن نہیں کہ طبیعت متوجہ ہو کر اس علم میں تکمیل حاصل کرے۔

**تعلیم کا بیان** تعلیم مناسب نوعمر بچوں کے خاص اور نیکے حق میں مفید اور عموماً  
 سب کو فائدہ مند ہے کیونکہ علم ایک ذاتی ذریعہ مذہب اور نیکی کے قائم رکھنے کا ہے۔ دستور ہے  
 کہ جس قدر زیادہ کم سن میں بچہ کو تعلیم و تربیت کی جاتی ہے اسی قدر زیادہ عمر تک اسکا اثر باقی  
 رہتا ہے۔ پس اس صورت میں نوعمر بچوں کو اول درجہ سے محروم رکھنا گویا انکے شوق کے آہنگ  
 کو روکنا اور اعلیٰ مرتبہ عزت سے اتارنا اور رازقہ لازمی سے ناکام رکھنا ہے۔ علم و فہم شیشہ  
 کی صورت ہے اور ذہانت اسکی قلعی اور محنت اسکا جز اور لڑکے کی طبیعت کی گندی رنگ  
 اور مان باپ کا لاٹ پیار بچا وہ تیرہ غبار ہے جس سے بچہ کا آئینہ فہم بالکل اندھا ہو جاتا ہے اس  
 صورت میں ترقی علم کا منہ کسی طرح نہیں دکھائی دیتا۔ لازم ہے کہ طلباء رغبت کے ساتھ تحصیل  
 علم میں جی لگا دیں اور استاد کی حکم کی تعمیل میں دل و جان سے مستعد رہیں اور مان باپ



کو چاہیے کہ استاد کی مرضی کے پورا کرنے میں اپنی اولاد کو مدد دین نہ یہ کہ اوسکے حکم میں  
 اپنے کام کو دخل دیکر ناحق بچے کی تربیت میں خلل ڈالیں۔ علاوہ اسکے مان باپ کو اپنی اولاد کے  
 ذہن کے قصور و خطا سے خبردار رہنا شرط اور اسکی اصلاح کی فکر مناسب ہے لیکن استاد  
 کو الزام دینا کسی حال میں روا نہیں کیونکہ بعض لڑکوں کی طبیعت ایسی ہوتی ہے کہ استاد  
 اونسکے ساتھ گو کیسی ہی محنت اور کوشش کرے لیکن اونسکی استعداد کی ترقی بہت کم ہوتی  
 ہے اونسکے مان باپ بہ تقاضائے محبت اپنی اولاد کی طبیعت پر تو خیال نہیں کرتے ناحق  
 استاد پر الزام رکھتے ہیں کہ ہمارا لڑکا تو بہت اچھا ہے مار کے ڈر کے مارے سبق بھول  
 جاتا ہے اگر پیار سے اوسے پڑھایا جاوے تو ایک حرف نہ بھولے۔ دراصل یہ خود بھی  
 بھول ہے حق یہ ہے کہ ایسے لڑکے نہ مارے پڑھتے ہیں اور نہ پیار سے سمجھتے ہیں مان  
 باپ اونسکے مثل اور ذکی لڑکوں کے جلد ترقی استعداد کی اونسے امید رکھتے ہیں اور محنت کی  
 جو مصالح ان سب خرابیوں کی سے رغبت بچہ کو نہیں دلاتے بلکہ بجائے اوس کے کہی  
 استعداد کو نقص طریقہ تعلیم پر گمان کر کے اپنے لڑکے کو ایک مکتب سے دوسرے مکتب میں  
 بدلوادیتے ہیں اس صورت میں رہی سہی استعداد بھی اونسکی گم ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے مان  
 باپ مثل اوس مریض بے صبر کے ہیں جو واسطے دفعہ مرض کے ایک طبیب سے رجوع لاتا ہے  
 اور اگر بہ سبب سختی عارضہ کے جلد شفا نہیں پاتا تو حکیم پر بے التفاتی کا الزام رکھ کر جلد اوسے  
 بدل دیتا ہے اور اس سبب سے مختلف دواؤں اور نئی تجویزوں سے مرض بڑھ کر لاعلاج  
 ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی ایک جگہ جسم کے نہ پڑنے سے لڑکے کا مزاج بدشوقی کلیجے کی سل  
 ہو کر لاوا ہو جاتا ہے اور لڑکوں کا دستور ہے کہ جو بات مخالف طبع مکتب میں دیکھتے یا سنتے  
 ہیں اوسکو نہ مانتے اور نہ اسکی بات کو مان لیتے۔



کرتے ہیں۔ پس جو لوگ مفیدہ ہیں اسے صاف لڑکوں کی نا اعلیٰ تصور کر کے کچھ خیال بھی نہیں کرتے اور  
 جنگلی سمجھ لڑکوں کی سی ہوتی ہے وہ بچوں کی اس بناوٹ پر استاد سے بگڑ جاتے ہیں اور لڑکوں پر  
 آفرین اور استاد پر نفرین کرتے ہیں اور مفت میں لڑکوں کا کھوج کھوتے ہیں اصل یہ ہے کہ جو  
 مان باپ اپنی اولاد کے علم کی ترقی چاہیں تو بخوشی اور نہیں مکتب کی تادیب و تنبیہ کے حوالے کریں  
 اور انکے حق میں استاد کی تنبیہ کو مثل پانی کے سوکھے درخت کے حق میں خیال کریں اور جو کوئی  
 بات شکایتاً نسبت استاد کے سنیں اسکی سماعت نہ کریں بلکہ لڑکوں پر ایسی تاکید رکھیں کہ بھول کر  
 بھی استاد کی بُرائی زبان پر نہ لائیں اگر اسکے خلاف لڑکے عمل کریں تو گو شمالی سے انکے کان کھولنا  
 مناسب ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ شاگرد استاد میں نسبت باپ اور بیٹے کی ہوتی ہے پس سوچنے  
 کی بات ہے کہ جب بواسطہ اطاعت شاگرد کے باہم سلسلہ محبت باپ بیٹے کا قائم رہیگا تو یہ قاعدہ  
 کس درجہ مفید ترقی استعداد طلبا ہوگا اور کس شوق سے لڑکا پڑھے گا اور کس رغبت سے استاد  
 پڑھاویگا لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ خلاف اسکے دستور ہو گیا ہے یعنی استاد پڑھانے کی طرف  
 رغبت اور شوق دلاتا ہے اور مان باپ پیار سے کہ حقیقت میں وہ دشمنی ہے اور ان کو پڑھنے کی محنت  
 سے روکتے اور دولت علم سے محروم رکھتے ہیں۔

الْعَادَةُ كَالطَّبِيعَةِ الثَّانِيَّةِ تعلیم میں جس شے کی بکثرت ضرورت ہے اور جس پر نہایت شدت  
 سے زور دینا واجب ہے وہ یہی عادت ہے اگر غور کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ تعلیم میں عادت کو  
 پورا دخل ہے ہمنے اکثر دیکھا ہے کہ اکثر نوجوانوں کی تعلیم نہایت درجہ خراب ہو جاتی ہے اور اسکی قوی  
 وجہ یہی نظر پڑتی ہے کہ عادت میں عمدہ اوصاف پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ ایک شایستہ اماں  
 کے سپرد کرنے کی ضرورت اسی سے پڑا کرتی ہے۔ انگریزی تعلیم میں معمولاً بورڈنگ ہوس میں  
 لڑکوں کا رکھنا اور انکے مان باپ کے پاس آٹھویں دسویں روز ہوا آنے کی اجازت دینا اسلئے واجب  
 خیال کیا گیا ہے کہ وہاں لڑکوں کی طبیعت میں جو عمدہ درجہ کی نسل القبول ہے کوئی خراب عادت اثر نہ  
 کرنے مائے گار اور انکے عادات کا اصلاح و اصلاح کے ساتھ ساتھ انکے طبیعت کا



سے لڑکون کے ساتھ عمل میں آتا ہے۔ ہندوستانی لوگ اس وقت تک بورڈنگ ہوس میں بھیجنے  
 کو کس قدر اپنی ذلت خیال کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں یہ امر بڑی سختی سے جم گیا ہے کہ بورڈنگ ہوس  
 میں لڑکون کو حوالہ کرنا اسپر دلالت کر لگا کہ ہم اپنے لڑکون کی آپ خبر گیری کر سکیں گے۔ علاوہ اس کے  
 ہندوستان کی بڑی پر جوش محبت والی مائیں ایسی واقع ہوئی ہیں کہ ان کی فطرتی مائتا نہیں مانتی کہ  
 ان کے بچے جو ان کے کلیجے کی ٹھنڈک خیال کئے گئے ہیں کسی لحظہ کے لئے بھی ان کی نظروں سے جدا  
 ہوں مگر یہ امر آخر میں انتہا درجہ کی دلسوزی کا باعث ہو جایا کرتا ہے کیونکہ معمولاً ان کی اولاد نالایق نکلتی  
 ہے۔ بورڈنگ ہوس کی یہ غایت نہیں ہے کہ لڑکے وہاں مان باپ کی خبر گیری سے لاپرواہی  
 کی حالت میں ڈال دئے جائیں بلکہ اس کی غایت یہ ہے کہ وہاں ہر وقت علاوہ اوقات تعلیم کے بھی لایق  
 و فایق استادوں کے سامنے رہ کر وہ کسی خراب امر کے مرتکب نہ ہونے پائیں اور ہر وقت اوپر عمدہ عمدہ  
 اثر اخلاقی پڑتے رہیں اور اس امر میں ان کی عادتیں اصلاح پر لائی جائیں کہ ان کے باہمی ملنے جلنے اور  
 اپنی قوم کے ساتھ شایستہ طور پر برسر کر نیکی طریقے سکھائے جائیں۔ گھر کی تعلیم میں معمولاً لڑکے ایک خاص  
 وقت میں جو لڑکون کے پڑھنے کا ہے استاد کی عمدہ صحبت سے فیضیاب ہو کرتے ہیں اور اسکے علاوہ  
 تمام اوقات میں ان کی کسی طور پر خبر گیری نہیں کی جاسکتی۔ ہمارے وطن کے نوجوان جو عام طور پر خراب ہیں  
 اور ان کے اخلاق اس قابل نہیں کہ کوئی لایق آدمی ان کی صحبت گوارا کرے اس کی یہی وجہ ہے کہ خراب اور  
 جرسی صحبتوں نے ان کی عادتیں بگاڑ دی ہیں اس کی درستی اب اس سطح ممکن ہے کہ جانتک ہو سکے اب  
 بورڈنگ ہوس میں ان کی تعلیم دلانی کی کوشش کی جائے۔ دنیا کی تواریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا  
 ہے کہ جتنی قومیں مذہب ہوئی ہیں اور جن کی شایستگی عالم میں ضرب الش ہو گئی ہے ان کی پہلی پالیسی  
 یہی تھی کہ بچوں کو ابتدائے سن سے عمدہ باتوں کی عادت ڈالی جاتی تھی۔ یونان کے لڑکون کو جب حیت  
 قوی میں انسانی قوت سے زیادہ استقلال کی ضرورت پڑی تھی تو ان کے لئے یہ قانون نافذ کیا گیا تھا کہ  
 بچے ہی سے لڑکے ماؤں کی تعلیم سے نکال کر سرکاری تعلیم کے حوالے کر دئے جائیں اور ان کے روز سو  
 کوڑے پڑا کر ان کو عادت ڈالی جاتی تھی کہ شدید مار کھانے پر ان نہ کریں بلکہ جو لڑکا سو کوڑے کھاتا تھا



اور آنسو نہیں نکلتے تھے اور بڑی تعریف کی جاتی تھی کہ یہ بڑا بہادر اور سہرا ہے ایسی شدید مار کا سہنا انسان  
 کا کام نہ تھا مگر صرف اس باعث سے کہ وہ عادی ہو رہے تھے بڑے شوق اور نہایت شگفتگی کے ساتھ  
 سہ لیا کرتے تھے اس طرح کل معاملات میں بچپن کی بڑی ہوئی عادتوں کو بڑا دخل ہے۔ حمیت قومی میں  
 یہ بھی انسان کا ضروری فرض ہے مگر بغیر اسکے کہ عمدہ تعلیم کے باعث سے اسکو اپنی قوم پر نہایت رحمدلی  
 صرف کرنیکی عادت نہ ڈالی گئی ہو ممکن نہیں کہ وہ اس بارہ میں بھی کوئی دلچسپ کارروائی کر سکے۔ تمام ہمارے  
 اخلاق ہماری اوس تعلیم کے اثر ہوتے ہیں جو صحبت کے ذریعہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ ہندوستانیوں  
 کے لڑکوں کی صحبت معمولاً اون لوگوں کے ساتھ ہوا کرتی ہے جو بد اطواریوں کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور  
 روسا کے کل لڑکے ادھر استادوں کے پاس سے اٹھے اور ادھر انکے مصاحبوں نے آکر گھیر لیا  
 جنگلی پہلی پالسی یہی ہے کہ حضور اور خداوند کہہ کہہ بھولے کم سن معصوم رئیس کو انتہا درجہ کی خوشامد  
 پسندی کا عادی کر دین اسکے بعد پھر وہ لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے کسی طرح کی علمی استعداد کو ترقی  
 نہونے پائے اور عام طور پر ضعیف الاعتقادیان اور لغو حرکتیں اور بد اطواری کے اصول بڑی دستیگی  
 کے ساتھ ذہن نشین ہو جائیں۔ عادت کی اصلاح کا زمانہ بھی وہی زیادہ تر مناسب ہے جبکہ سن کم ہو  
 کیونکہ اسی زمانہ میں طبیعت ایک ایسی فطرتی حالت پر ہے جس میں صرف ایک شائستگی ہی کے پیدا کرنیکی  
 کوشش کرنا پڑے گی اور جہاں ابتداء خراب عادتیں ڈال دی گئیں پھر عمدہ اخلاقی عادات کا اثر ڈالنے سے پیشتر  
 اس امر کی کوشش کرنا پڑے گی کہ وہ خراب عادتیں طبیعت سے محو کی جائیں جو کہ نہایت مشکل امر ہے۔ ہندوستانی  
 لڑکوں کی عادت کے خراب ہونیکی ایک یہ وجہ بھی ہے کہ یہاں کی عورتیں عموماً غیر تعلیم یافتہ اور بہت جلد ڈرجائے  
 والی اور انتہا درجہ کی ضعیف الاعتقاد اور بھولی باتیں کرنیوالی ہیں جو خود لڑکوں کو بھولانا اچھا سمجھتی  
 ہیں۔ لڑکے انہیں کی خصلتوں کو زیادہ دلیگیری کے ساتھ حاصل کرتے ہیں اور قبل اسکے کہ لڑکا آٹا  
 کے پاس آئے وہ بڑا ڈرپوک اور ضدی اور ضعیف الاعتقاد بنایا جاتا ہے اور اسکی طبیعت میں پیشتر  
 سے ایسی عادات ڈال دی جاتی ہیں کہ استاد جو صرف سبق کو رٹا کر یاد کر دینے کا ذمہ دار ہے کی طرح  
 اون عادتوں کو دفع نہیں کر سکتا اور نہ اسکو اتنا وقت ملتا ہے کہ بچوں کی عادتیں درست کرنیکی



کوشش کرے کیونکہ اب بھی لڑکوں کا زیادہ وقت عورتوں ہی میں گزرتا ہے۔ پورٹونگ ہوس کی  
 اس وجہ سے اور بھی ضرورت ہے کہ وہ لڑکوں کا زیادہ وقت لے لے اور عورتوں کو اپنا اثر ڈالنے کی بہت  
 کم مہلت دے معمولاً دیکھا جاتا ہے کہ غریبوں کے لڑکے زیادہ ہوشیار ہوتے ہیں حالانکہ کوئی اونکو  
 استاد بھی ایسا نہیں ملتا جو اون پر نہایت دلہی کے ساتھ توجہ کرے کیونکہ مولوی لوگ گویا کہ امیروں ہی  
 کے لڑکے پڑھانے کے لئے وضع کئے گئے ہیں اور امیروں کے لڑکے باوجود اسکے کہ خاص اُنکے لئے  
 استاد نوکر رکھے جاتے ہیں کسی صورت سے اصلاح پذیر نہیں ہوتے اور اونکی خراب عادات کسی طور پر  
 دفع نہیں ہوتیں اسکی وجہ اسکے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ امرا زادے اپنی شفقتِ مادرسی کی بے انتہا  
 نازوں کی پرورش میں استاد کی دہکیوں کو عمل میں نہیں لاتے اور ہزار کسی خراب عادت سے روکے جاتے  
 مگر باز آنے کی کوشش نہیں کرتے اون کا یہ سن نہیں ہوتا کہ ”جو استاد بہ زہر پیر“ پر عمل کریں اور  
 استاد کی حکمتِ علمیوں کی قدر کر سکیں مان باپ اپنی محبت کے باعث یہ ہرگز پسند نہیں کرتے کہ اونکے  
 نوچشم کا ایک رویاں بھی میل ہو لڑکے سنبھلیں تو کیونکر اور یہی وجہ ہے کہ غریبوں کے لڑکے جو مان باپ  
 کی غریبی کی بدولت زمانہ کی سرودھریوں کے مزے اٹھاتے رہتے ہیں اونکی ناز برداری کرنیوالا کوئی نہیں  
 علی العموم شخص کو چشمہ علم سے فیضیاب ہونا واجب ہے مخصوص امرا زادوں کو زیادہ تر شوقِ تحصیلِ علم کرنا  
 چاہیے کیونکہ غریب کو تھوڑے ہی زمانہ میں فکرِ معاش لاحق ہوتی ہے لیکن جنکے مان باپ کو حق تعالیٰ نے  
 اپنے انصال کے خزانہ سے مالا مال اور دولت و ثروت سے خوشحال فرمایا ہے علم کا فائدہ اور کمال بخوبی  
 حاصل کر سکتے ہیں کہ اونکے واسطے سب سامان موجود ہے جس قدر چاہیں تحصیلِ علم کر سکتے ہیں تحصیلِ  
 علم میں اکثر یہ امر نہایت مضر اور موجبِ تضییعِ اوقات ہوتا ہے کہ لوگ تھوڑا حاصل کر کے تحصیل سے برداشتہ  
 خاطر ہو کر خام رہ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں نیم حکیم خطرہ جان و نیم ملا کا ہش ایمان“ جو خام ہوتا ہے وہ کچھ کام  
 نہیں آتا

جور ہا کچا وہ کچھ اچھا نہیں	بھل و ہی اچھا ہے جو کچا نہیں
پس استقلال اور کوششِ مقدم ہے خیال کرنے سے معلوم ہوگا کہ لقمہ روٹی کا جو منہ میں جاتا ہے اوسکا	



بیج حیثیت میں اس وقت پڑا تھا ایسی سی مشقوں اور تردد سے وہ اس درجہ تک پہنچا ہے۔ اگر کاشتکار درختوں کو اوگتے ہی کشت زراعت کو دیکھ کر پھول جائے اور بغیر پھل پھول آنے کے ایندھن وغیرہ کی طرح سے اس کو کاٹ ڈالے تو اس کی تمام محنت رائیگان ہو اور جب وہ دوسروں کی کشت زراعت کو پر از انبار غلہ دیکھے تو اپنی بے صبری پر افسوس کرے لیکن اس وقت کا افسوس کچھ کام نہیں آسکتا البتہ اگر صبر کرے اور فصل در وقت ٹھہرے تو اس کی مشقت ثمرہ منفعت کا بخشتے۔ تحصیل علم میں تحقیقات ایک نہایت کارآمد چیز ہے پس طلباء کو اس امر کو اپنا شعار کرنا لابد ہے کہ جو کچھ ان کی زبان اور قلم سے نکلے وہ ان کی تحقیقات سے باہر نہ ہو اور یہ بات تھوڑے پڑھنے اور زیادہ کی ہوس چوڑ کر خوب یاد اور تحقیقات کرنے سے ہو سکتی ہے۔ اکثر طلباء میں یہ نقص دیکھا جاتا ہے کہ جس قدر استعداد اور ذہن عبارت خوانی کی ہوتی ہے اتنی لیاقت معنی معنی کی نہیں ہوتی چنانچہ ایک مرتبہ ایک مدرسہ کے طلباء کے امتحان کے وقت جناب ڈاکٹر جان اسٹیرٹن صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ ملک بندیلکھنڈ نے ایک جماعت میں یہی نقص پایا تو اپنے دست خاص سے نصیحت جس کا ترجمہ یہاں درج ہے لکھ کر عطا فرمائی نصیحت۔ ایک صفحہ طوطے کی طرح بے سمجھے پڑھنے سے چند سطریں آدمی کی طرح سمجھ کر پڑھنا بہتر ہے تحصیل علوم و اکتساب فنون کے دو طریق ہیں۔ ایک یہ کہ جو آپ کو آتا ہے اس کے بتانے میں بخل نہ کرے اور دوسرے جو کہ نہیں آتا اس کے دریافت کرنے میں شرم نہ کرے۔

نکتہ۔ چوتھ چیز کے بغیر علم حاصل ہونا دشوار ہے۔ فہم۔ حرص۔ اطمینان۔ شفقت استاد۔ سبق بلا ناغہ تحقیق و یادداشت الفاظ۔

تسلیم کا طریقہ استادوں کو چاہیے کہ شاگردوں کو اپنے لڑکوں کی برابر سمجھیں اور ادا سید طرح

† Better read a few lines like a man with understanding of their meaning than repeat a whole page like a parrot without knowing what it means.



غصہ نہون نہ زیادہ مار پیٹ کر مین جہانک بنے دلاسا و نرمی سے پڑھائیں کیونکہ اس سطح لڑکا ڈھیٹھہ ہو جاتا  
 ہے اور اس سطح اس کا دل بڑھتا ہے اور جو کم شوق ہو اس کو باتوں سے شرم دلا کر راغب کرین مگر زبان  
 سے کوئی گالی اور بُری بات اس کی نسبت نہ نکالیں اور تاکید رکھیں کہ وہ خود بھی آپس میں گالی گلوچ نہ کرنے  
 پائیں لڑکوں کا دستور ہے کہ لفظ کو کھینچ کر گیت کی طرح پڑھتے ہیں۔ ایسا پڑھنا معیوب اور بُرا ہے جہانک  
 ہو آہستہ پڑھیں جیسے کوئی بات چیت کرتا ہے اور بہت شور و غل اچھا نہیں اس میں خیال بٹ جاتا ہے اور  
 عقل پریشان ہو جاتی ہے اور ہمیشہ دل ہی میں پڑھنا بھی خوب نہیں اس سے طبیعت بند اور ذہن  
 کند ہوتا ہے۔ اس واسطے بہتر ہے کہ جب سبق استاد کو سنائیں تب باوا د بلند اس طرح سے پڑھیں کہ کتب  
 بہر میں آواز پہونچے۔ اور استاد کو چاہیے کہ ہر ایک لڑکے کی طرف دھیان رکھے کہ محض کھیل ہی میں مصروف  
 نہ ہو جاوین اور طالب علموں کو جیسا پڑھنا کتابوں کا مقدم ہے ویسا ہی مسودوں کا لکھنا نا بھی ضرور ہے  
 گویا یہ ایک عمل ہے اس علم کا جو کتابوں کے پڑھنے سے آتا ہے اور جس عالم کو لکھنا مضامین کا  
 نہیں آتا وہ ایسا ہے جیسے ایک کسان کہ کھیت کو جوت بو کر چھوڑ دے اور پھل اس سے نہ اٹھاوے  
 بعض استادوں کو دیکھا ہے کہ کتابوں کو بہت اچھی طرح سمجھتے اور خوب پڑھاتے ہیں لیکن لکھنے میں عار  
 ہیں اور لکادہ سب پڑھا ہوا ایسا ہے جیسا کسی نے خزانہ پایا اور دیسا کا ویسا ہی دبا رکھا آشکارا نہ کیا۔  
 جو شخص فقط کتابی استعداد رکھتا ہے اور لکھ نہیں سکتا وہ سوائے معلم گری کے اور کسی کام کا نہیں اور  
 اس کام میں بھی آہا ہے کیونکہ صرف پڑھا سکے کا عبارت نہ لکھا سکے گا۔ استاد کو چاہیے کہ روز ایک  
 مسودہ نئے مضمون کا لکھائے اور نو آموز لڑکے اپنی سمجھ کے موافق لکھیں اون سے عمدہ اور بُری عبارت  
 کی امید رکھنا بیجا ہے اور مایوس اور دق ہونا بھی نہ چاہیے نہ ان کے لکھے کو بہت کاٹنا اچھا ہے اس کو  
 ان کے لکھے کے موافق بنا دینا چاہیے اسکے سوا طالب علموں سے بحث کرنا بھی بہت اچھا ہے علم بحث  
 سے زیادہ ہوتا ہے آپس کے مباحثہ سے بات دل پر نقش ہو جاتی ہے اور فہم میں ترقی ہوتی ہے۔ علاوہ  
 لکھنا لڑکوں کے لئے بہت اچھا ہے اور ان کے دل پر نقش ہو جاتی ہے اور فہم میں ترقی ہوتی ہے۔ علاوہ



کے زبانی رد و طلبا کے بیان کیا کرے یا کسی چیز کے فائدے اور خواص اور نقص کے ساتھ کہا کرے کیونکہ گوش زد اثر سے دارد یعنی سنی بات کچھ نہ کچھ اثر کرتی ہے اور تکرار اور غور کی ہمیشہ مذمت کرتا رہے کہ یہ عادت بُری ہے انسان کو عجز و سکینی چاہئے کہ یہ طریقہ سب کو بھاتا ہے اور کچھ اسی میں آدمی قدر و منزلت پاتا ہے۔

ہے لوح اولین پہ دلائیم سخن رقم جس شاخ نے کہ سر کو اوٹھایا ہوئی قلم

اور گفتگو کا شایستہ اور عادات بد ترک کرنا کام استاد کا ہے کہ اول جو ہر انسان یہی ہے اور اگر یہ نقص رہا تو سب پر بھاری ہے اور شایستہ کلامی ہر مجلس میں باعث قدر و منزلت کی ہوتی ہے اور لڑکون کو صاف کپڑے پہننے اور دستہ ر ہننے کی تاکید رکھنا چاہئے کہ اس سے صفائی ذہن کی ہوتی ہے اور جسم بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔

۲۔ لڑکون کو تھوڑا تھوڑا بڑھانا چاہئے یعنی جس قدر یاد کر سکیں اور تنہا ہی سکھا دیں افلاطون کا قول ہے کہ لڑکا مانند اوس بوتل کے ہے جس کا منہ تنگ ہوتا ہے کہ اگر اوس بوتل میں جلدی سے پانی بھرنا چاہو تو ذرا سا اوس کے اندر جائے گا اور بہت سا باہر گر کر خراب ہو جائے گا اور اگر آہستہ آہستہ پانی ڈالو تو آسانی سے بھر جائے گا۔

۳۔ بچوں کو ابتدائی تعلیم میں صاف اور آسان شعر اور چھوٹے چھوٹے فقرہ کی سلیس اور نصیحت آمیز عبارت پڑھانا چاہئے تاکہ اُن کی طبیعت کند نہ ہو مگر احتیاط رہے کہ کوئی فحش شعر یا فقرہ اُن کی نظر سے نہ گزرے اور اسی وقت سے اخلاق اور امور دینی بھی سکھانا چاہئے۔

**کھانا کھانیکے آداب** اگر کہیں دعوت کمانے جائے تو لازم ہے کہ وقت مقررہ پر حاضر ہو تاکہ کسی کو انتظار نہ کرنا پڑے اور جس جگہ میز بان بٹھاوے وہاں بیٹھے اور قریب حجرہ مستورات کے نہ بیٹھے اور جس جگہ سے کھانا لایا جاتا ہو اسکو بہت ندیکے۔

۴۔ ہم نوالہ جب تک کھا دیں آپ بھی کچھ کھاتا رہے اگر چہ سیر ہو چکا ہو اگر بس کرین آپ بھی ترک کرے اگر چہ بھوکا رہا ہو لیکن گھر میں یا جہان پر تکلف نہ تو قدیم اور تاخیر جائز ہے۔



لقمہ چاہئے مین بھی آواز منہ سے نکلنا میوہ ہے۔

۴۔ بچوں کے کھانے پینے میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کریں کیونکہ بچوں کو کھانے پینے کی حرص زیادہ ہوتی ہے اور ان کے ذہن نشین کیا جائے کہ غذا جو زندگی کی باعث ہے اور اس سے بھوک اور پیاس دور ہوتی ہے انسان کو ضرورت اسکی واسطے بدن کی صحت کے ہے نہ لذت کے جیسے کہ استعمال دوا کا مرض کے دفع کرنے کی خواہش سے ہوتا ہے نہ ذائقہ کی نظر سے اور ان کے سامنے شکم پرستوں کی ہجو کریں تاکہ وہ کھانے کی بیجا خواہشوں کو برا جانیں اور لذت کھانے بچوں کو کم کھلا دیں اکثر رسمی غذا کھلایا کریں تاکہ کبھی کبھی روکھا پھیکا بھی کھا لیا کریں اور مقرر وقتوں کے سوا بار بار کھانا نہ کھلا دیں۔

۵۔ ہر روز کھانا جب کھلا دیں کہ کسی قدر روزمرہ کے کاموں سے فراغت اور کچھ ورزش اور محنت بھی کر چکا ہو چنانچہ ایام قدیم میں معلم ہند نے کیا خوب طریقہ تعلیم کا ایجاد کیا تھا کہ جب شام کو کھانا کھاتے تب معلم شاگردوں کو بلا کر سوال کرتے کہ آج تم نے صبح سے اس وقت تک اپنا وقت کس کس شغل میں صرف کیا جو کوئی اپنے تئیں عاطل اور بیچکارہ بتلاتا تھا اسکو اکل و شرب میں شریک نہیں کرتے تھے اور اسی دم اسکو کچھ کام دیتے تھے اس شرط پر کہ جب تک انجام نہ لگایا کھانا نہ پاولیگا۔

۶۔ رات کا کھانا کھا کر ٹہلنا اور دن کا کھانا کھا کر لیٹنا صحت جسمانی کا سبب ہے۔

۷۔ کھانیکے بعد روٹی سے ہاتھ نہ پونچھنا چاہیے اور اگر چھوڑا یا اور کوئی چیز گٹھلی کی کھا دے تو ایک ہی رکابی میں کہ جس میں وہ شے رکھی ہو گٹھلی جمع نہ کرے یا کھاتے وقت اور کوئی چیز منہ سے نکال کر نہ رکھے غرض اسطرح کھا دے کہ اگر کوئی اس کے آگے کی بچی ہوئی چیز کھانا چاہے تو نفرت نہ کرے اور اپنے آگے سے کھانا کھائے مگر میوے میں دوسری جگہ سے کھا سکتا ہے کھاتے وقت بہت منہ لقمہ کے واسطے نہ پھیلانے اور بڑے لقمہ سے پرہیز کرے اور جلدی جلدی نہ نکلے۔

**گفتگو کرنیکے آداب**

انسان کو اچھی کتابوں اور اچھے دوستوں سے فائدہ اور سرور حاصل ہوتا ہے اور اگر وقت ملاقات اُن سے کچھ خوشی اور مفاد حاصل نہ ہو تو مناسب ہے کہ آدمی اپنی خوبی



ظہر اور ماکہ مت و پذیرے اور ہوس مفید رہے اور جو وہ اس لایق جلی ہوں تو ایسے درمیانوں سے نصرت  
دہر ہیز کرنا چاہیے۔

۲۔ دوستوں کے مرتبے کا لحاظ ضرور ہے اگر وہ عمر میں بڑے ہوں تو بہ نسبت خود زیادہ باتیں کرنیکے اور انکی  
گفتگو غور سے سنا لازم ہے تاکہ تجربہ حاصل ہو۔ اور جو وہ عمر میں چھوٹے ہوں تو انکو اپنی پر لطف تقریر سے  
مستفید کرنا چاہیے۔

۳۔ جب کسی سے گفتگو کرنا چاہو تو اول موقع اور وقت کو دیکھ لو بات کیسی ہے اچھی یا ضروری ہو لیکن  
بے موقع یا ناوقت کسی جاوگی تو ضرور بری معلوم ہوگی۔

۴۔ جب اہل مجلس گفتگو کرتے کرتے سکوت اختیار کریں تب ایسی بات چھڑنا چاہیے جو عام دلچسپی کی ہو  
اور کسی خاص شخص یا فرقے کے خلاف نہ ہو۔ اور مجلس میں جانیکے قبل ایسی باتیں سوچنا چاہیے کہ جنکے سبب  
سے بازار مکاہت گرم رہے۔

۵۔ جب کسی سخن جدید یا مفید کا محفل میں مذکور ہووے اور سکو جب اپنے مکان پر جاوے لکھ رکھے لیکن  
جو وہاں ہی تباہی ذکر درمیان آوے اور سپر خیال نہ کرنا چاہیے۔

۶۔ مجلس میں مطلق خاموش بیہمار ہنا نہ چاہیے سب مجلسیوں کو زبانا ہے کہ تقریر دلپذیر سے ایک دوسرے  
کو خوش رکھیں۔

۷۔ اگر مجلس میں شور و غوغا کوئی برپا کرے تو تم اوس میں ہرگز شریک مت ہو اگر کسی مقدمہ میں مباحثہ  
ہو تو تم خاموش بیٹھ کر اول سب کی رائے اور تجویز کو سن لو بعدہ اپنی رائے سب مجلسیوں کے حضور بیان کرو۔  
۸۔ یاد رکھنا چاہیے کہ آدمی کو اپنے عیوب اور قبائح ہرگز معلوم نہیں ہوتے لہذا کسی کی گفتار و رفتار پر بے مروتی  
سے لب اعتراض کو نہ مناسب نہیں۔

۹۔ اگر کوئی اہل مجلس کسی شخص کی مذمت کرے تو مناسب یہ ہے کہ پہلے شاکل کو نصیحت کریں اور جو ادھر سپر  
لحاظ نہ کرے تو تم خاموش ہو جاؤ تاکہ اوسکو معلوم ہو جائے کہ تم کو شکایت کا سننا ناگوار ہے۔

۱۰۔ اس نیت سے گفتگو نہ کرو کہ لوگ تمہاری تقریر تحسین و آفرین کریں اور اپنے منہ سے اپنی تعریف



کرنے سے پرہیز کرو کہ بڑا ذلیل کام ہے

۱۱- جب کسی کا ذکر پیش آوے اور کوئی شخص اوس باب میں ایسی بات جو تمکو مطلب سے دور معلوم ہو کہ تو مناسب ہے کہ کچھ اعتراض مت کرو کیونکہ شاید اور صاحب محفل اسکے کلام کو معقول اور مناسب تصور کریں یا اوسکے کلام سے کوئی بات مفید منکشف ہو جائے۔

۱۲- بے تکلفی سے گفتگو کرو کہ اور ارباب مجلس بھی بے تکلف ہو کر بات چیت کریں اور اس طور سے بہت سی باتیں مطلب کی ظاہر ہو دیں۔

۱۳- مجلس میں بیٹھ کر کسی سے خفا اور رنجیدہ نہ ہو اگر کوئی تمکو برا کہے یا کسی طرح سے ناراض کرے تو برداشت کر جانا چاہیے کیونکہ وہ محل قضیہ و جھگڑے کا نہیں ہے اگر حریف تمہارا خشکین اور تند مزاج ہو تو تم کمال تحمل اوسکے ساتھ گفتگو کرو آخر کو تم غالب ہو گے اور وہ مغلوب کیونکہ غصہ کی بھڑک سے آدمی کی عقل کا چراغ گل ہو جاتا ہے اور لوگ جانب داری اوس شخص کی کرتے ہیں جو موقع خشم میں تحمل اختیار کرے اور اپنے مزاج کو درجہ اعتدال سے لغزش نہ دے۔

۱۴- اول سوچو پھر کہو اور فضول گوئی اور بات کا کاٹنا برا ہے اگر کوئی شخص کسی روایت کو بیان کرے تو سنو دے کو لازم ہے کہ باوصف آگئی کے اپنی واقفیت ظاہر نہ کرے اور ذکر ختم ہونے دے تاکہ کہنے والے کے بیان میں خلل واقع نہ ہو۔

۱۵- جو امر تم سے نہ پوچھیں اسکا ذکر نہ کرو اگر سوال اوس جماعت سے ہے کہ حسین تم بھی داخل ہو تو جواب دینے میں کچھ تامل کرو تاکہ دوسرا شخص جواب دے بعد اسکے اگر تم اوس سے بہتر جواب دے سکتے ہو تو ایسی احتیاط سے بیان کرو کہ کسی کے اوپر طعنہ اور طنز عاید نہ ہو۔

۱۶- اگر دو شخص آپس میں گفتگو کرتے ہوں تو تیسرا بے ضرورت دخل نہ دے جب تک وہ اوسکو مشورہ میں شریک نہ کریں اور جو پوشیدہ رکھیں تو دریافت نہ کرے۔

۱۷- سردار یا بزرگ کی خدمت میں تہوار بات نہ کہے اور ملاقات کے وقت ابتدائے کلام اچھی بات سے کرے گفتگو کے الفاظ بہت صاف اور شستہ اور با آواز معتدل ہوں تاکہ مخاطب بے وقت نہ ہو اور سمجھے۔



زبان پر نہ لاؤ۔ بولنے میں اس قدر تیزی و شتابی نہ کرنا چاہیے کہ بات سمجھ میں نہ آئے نہ اس قدر رک رک کر بولے کہ سنے والے کا جی اکتا جائے۔ ان کے حضور میں اگر وہ اس درجے کے ہوں تو نیک بات نیک فالی سے شروع کرنا چاہیے۔ جیسے حق تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے۔ حضور کے دشمن یا مال ہوں۔ اقبال برقرار رہے بخت بلند ہو۔  
۱۸۔ جب چھوٹوں سے گفتگو کرو تو نرمی و مہربانی سے کرو غرور و شجاعت مت جتاؤ۔ کوئی حقارت کا لفظ مت بولو کسی تصویر پر ملامت کرنا ہو تو ہمیشہ تنہائی میں کرو۔

۱۹۔ کوئی بات دوبارہ نہ کہے لیکن ضرورت کی حالت میں۔

۲۰۔ فحش اور بیہودہ لفظ کبھی زبان پر نہ لاوے اور جو ضرورت ایسے بیان کی ہو تو کنایہ یا اشارے سے بہت ادب و رخصانہ کے ساتھ بیان کرے۔

۲۱۔ جو بات بے پوچھے معلوم ہو سکے اُسکے پوچھنے میں عجلت نہ کرنا چاہیے۔

۲۲۔ کج بختی ناروا ہے اگر بحث میں حریف کا قول سچ اور صحیح ہو تو اس سے منصفانہ قبول کرو اور ہر شخص سے موافقی اس کی فہم و یقین کے بات یا احتلاط کرو۔

۲۳۔ احمق سے دور رہنا چاہیے اپنے سے اعلیٰ کے ساتھ ہنسی نہ چاہیے ہر کس و ناکس کو مزاج میں دخل نہ دینا چاہیے آدمی کو جس کے سامنے شرمندہ نہ کرنا چاہیے۔

۲۴۔ مجلس میں ایسے لوگوں کے سامنے زبان کو بند رکھنا چاہیے کہ سن سن کر بات کو اڑا دیں اور ایک روز اس کے ذریعہ سے اپنا مقابلہ کریں۔

۲۵۔ یہ بات تھوڑے ہی آدمیوں کو معلوم ہے اگرچہ بہت کام کی ہے کہ جب کوئی کسی سے بات کرے تو پہلے اُسکو اتنا اپنے دل میں ضرور سوچ لینا چاہیے کہ جس سے میں بات کرنا چاہتا ہوں اس کا دل میری بات سننے کو زیادہ چاہتا ہے یا اپنی بات سننا نیکو پس لازم ہے کہ بول چال میں پہلے اس امر کا خیال کر لے کہ لطف و لطائف کا طریقہ ملحوظ رکھے اور قول و فعل و حرکات میں کسی کو آزر نہ دے۔

۲۶۔ اگر کوئی شخص سے بات کرنا چاہتا ہے تو اس سے پہلے اس کا دل سمجھ لے کہ اس کا دل میری بات سننے کو زیادہ چاہتا ہے یا اپنی بات سننا نیکو پس لازم ہے کہ بول چال میں پہلے اس امر کا خیال کر لے کہ لطف و لطائف کا طریقہ ملحوظ رکھے اور قول و فعل و حرکات میں کسی کو آزر نہ دے۔



اور سحرے پن کی باتیں زبان پر لانا خلاف تمذیب ہے۔

## آداب مجلس و طریقہ نشست و برخاست

ذی علم و شریف لوگوں کی صحبت اختیار کرنا

واجب ہے اور جاہل و بد اطوار کی مصاحبت سے پرہیز لازم ہے صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے کیونکہ جیسے بدن  
علاقت طبیعت سے مضمحل اور علیل ہوتا ہے ویسے ہی صحبت بد سے عقل بیمار اور کاہش پذیر ہوتی ہے  
خردمند اگر اس کے علاج میں غفلت کر لے گا پایہ خردمندی سے ساقط ہوگا۔

۲۔ جو شخص اپنے پاس آئے اوس کے ساتھ تین باتوں سے پیش آئے۔ اول اس کو جگہ دے۔ دوسرے  
اوسکی طرف متوجہ ہو۔ تیسرے جوابات وہ کہے اوسکو سنئے اور جواب معقول دے۔

۳۔ پانچ شخصوں کی صحبت سے حذر کرنا اور انکی مصاحبت سے دور رہنا ضرور چاہیے۔ ایک احمق کی  
صحبت سے کیونکہ احمق کی حماقت سے یہ بات ممکن ہے کہ وہ ارادہ بھلائی کا کرے اور مقتضائے حق  
سے کوئی کام ایسا کر بیٹھے کہ جو برائی کا باعث ہو بیت

نیش کب مارے ہے عقب آپ سے	ہے طبیعت کا یہ اوس کی مقتضا
--------------------------	-----------------------------

اور احمق کی یہ پہچان ہے کہ کام کی حقیقت سے ماہر نہ ہو اور اگر اوسکے روبرو بیان کریں تو بھی نہ سمجھے  
اگر سمجھے تو اولٹا سمجھے۔ دوسرے بزدل اور پست مہمت کی صحبت سے دور رہے اس واسطے کہ بروقت  
ضرورت کے تجھ کو طرح دیگا اور دوستی سے انحراف کرے گا۔ تیسرے بد خصلت کی صحبت سے کیونکہ بد خو سے امید  
سلامتی کی منقطع ہے اس لئے کہ جب اوسکی خوے بد حرکت میں آوے گی تمام حقوق صحبت کے بالاے  
طاق رکے گا اور جو اوسکے دل میں آویگا کرے گا۔ چوتھے جوڑے کی مصاحبت سے کیونکہ دروغ گو اپنی  
دروغ گوئی سے باز نہ آئے گا اور تو ہمیشہ فریب کھا دے گا۔ پانچویں فاسق اور بد کردار کی صحبت سے کیونکہ  
جو شخص فسق و فجور پر مصر ہوتا ہے اور رات دن اوس میں غرق رہتا ہے وہ حق تعالیٰ سے نہیں ڈرتا ہے  
اور جو شخص خدا سے نہیں ڈرتا وہ بندے کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ پس اوس سے علیحدہ  
رہنا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ بزرگ پھر نے کہا ہے کہ صحبت نیک ہنشین کی مثل عطر فروش کے ہے اگر وہ اپنے عطر  
میں سے کچھ نہ دے تو بھی اوسکی خوشبو سے دماغ معطر ہو جائے اور مصاحبت بد لوگوں کی مثل لوہا



لی جی لے ہے کہ اگر او سلی اک سے ادنیٰ پنج جادو کے تو دھوین کی اذیت سے سین پنج سلما۔

۴۔ چلنے میں جلد بازی بہرگز نہ کرنا چاہیے۔ بے وجہ دوڑنا جھٹلنا چھو پرین ہے لیکن اتنی سستی ہی نہ چاہیے کہ وقت ضائع ہو۔ سردی کے وقت تیز قدم اور گرمی کے وقت آہستہ چلنا مناسب ہے چلتے وقت راستہ دیکھ کر چلنا چاہیے۔ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھنا بے وقوفی ہے۔ سواری ہو تو ایسی تیز نہ ہانکنا چاہیے کہ کسی کو صدمہ یا تکلیف پہونچے۔

۵۔ مغرورون اور عورتوں کی طرح ناز و نخرہ سے نہ چلے ہمیشہ سر نیچے کئے نہ رہے اور ہاتھ زانو پر رکھ کر نہ بیٹھے کہ یہ دلیل غلبہ حزن و فکر کی ہے نشست میں پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھے نہ پاؤں پر پاؤں رکھے اور بادشاہوں کے حضور اور اوستاد اور باپ وغیرہ بزرگ لوگوں کے روبرو دو زانو بیٹھے اور گردن کو گھٹکے۔

۶۔ حرکات عبت سے جیسے ڈاڑھی یا کسی عضو سے کیلنے سے احتراز کرے اور ناک اور منہ میں او نگلی نہ ڈالے نہ او نگلی چٹکائے۔

۷۔ جب کسی مجلس میں جائے تو اپنی حیثیت سے نیچے یا اونچی جگہ پر نہ بیٹھے اگر نادانقیت سے بے موقع بیٹھ گیا ہو تو جب معلوم ہو تو فوراً اپنی جگہ آہستگی سے واپس آئے اگر مجلس میں جگہ نہ ملے تو گھبرا کر ایسا کرنا نہ چاہیے چپ چاپ وہاں سے الگ ہو جائے اور بلا اجازت نہ بیٹھے۔ اور اگر مجلس کا میزبان خود ہی ہے تو خود سب سے بہتر جگہ نہ بیٹھے۔

۸۔ کسی کی عیادت کو جائے تو دیر تک نہ بیٹھے۔

۹۔ اگر کوئی خط لکھتا ہو تو اس کے خط کی طرف نہ دیکھے کہ حماقت کی علامت ہے۔

۱۰۔ اگر جلسہ ہو تو انگڑالی جمالی اور دکار سے پرہیز کرے بار بار تھو کنا عیب ہے ناک صاف کر نیکی ضرورت ہو تو اس طرح صاف کر دے کہ حاضرین نہ دیکھیں نہ آواز سنیں۔ ناک آستین یا دامن سے پاک کرنا بے وقوفی ہے اس کام کے واسطے رومال چاہیے۔

۱۱۔ غیر روئے روبرو سوائے ہاتھ پاؤں اور چہرے کے بدن کا کوئی حصہ نہ کہو۔ بجز ضرورت ناف سے لیکر زانو تک ہر وقت پوشیدہ رکھو خواہ جلسہ ہو خواہ تنہائی۔ غرض چلنے پھرنے اور ٹھننے بیٹھنے میں کوئی حرکت ایسی نہ ہو



جسکو دیکھ کر کوئی نفرت کرے یا کسیکو تکلیف پہنچے۔

**کتختاری** نوع انسان کی وہ ترقی جو اسکی بقائے نسل کے ساتھ لازم ہے غالباً زیادہ تر اسپر منحصر ہے کہ انسان بلوغ کے بعد ایک نیارشتہ پیدا کرے جو نوع انسان کے دو قدرتی پارٹیوں یعنی مرد و عورت کے درمیان میں پیدا کیا جاتا ہے۔ تمام فلاسفروں کے نزدیک یہ امر واجب ہے کہ نوع انسان کو عام طور پر ترقی دینا بجائے مگر کل ترقیان شاید اس قدر لحاظ کئے جانیکے قابل نہیں ہیں جس قدر کہ نفس نوع کی زیادتی کا سلسلہ مضبوط کرنا ضروری ہے۔ یہ ایک ایسا امر تھا کہ اسکی ممانعت آج تک دنیا میں کسی مذہب اور کسی آئین کی رو سے نہیں کی گئی۔ گو ہندوؤں کے پچھلے چلہ کش کتختاری سے پرہیز کرنا ایک متحسن امر تصور کرتے ہیں اور انہیں کی تقلید میں اکثر مذاہب کے صوفیہ نے اس سے پرہیز کرنا ایک متحسن امر خیال کیا مگر نہیں اگلی آئین لوگ جو ہندوؤں کے مقدس دیوتاؤں کے قریب تھے انہوں نے صرف نوع انسان کے بڑھانیکے لئے اس رشتہ کو زیادہ کثرت سے رواج دینے کی کوشش کی۔ اگلی دنیا میں کسی وقت یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ کسی قوم نے اس معاملہ کی ممانعت پر کوئی سخت قانون جاری کیا ہو یا کسی وجہ سے رسم وغیرہ کے طور پر یہ سلسلہ موقوف ہو گیا ہو۔ ہاں اتنا ضرور تھا کہ زمانہ نے چونکہ اسوقت پوری تہذیب کو رواج نہیں دیا تھا لہذا کوئی خاص ایسی پابندی نہ تھی کہ کوئی مرد کسی خاص عورت کا شوہر قرار دیا جائے یا کوئی عورت کسی خاص مرد کی پابند کر دیا جائے اس سے قطع نظر کہ کہ تو والد و ناسل کو ترقی دینا کوئی واجبی امر ہے کہ نہیں دنیاوی سوشل معاملات میں کتختاری کی بہت ضرورت ثابت ہوتی ہے۔

اولاً تو انسان شاید کوئی ایسا شادی و الہم کا ساتھی اور ہمدم نہ پائیگا جیسی ایک عفت مآب اور نیک طبیعت جو رہتی ہے ہر چونکہ نیچرل نظام کی رو سے اپنی بسر اوقات کے لئے سرمایہ ہم پہونچا نامردوں کے ذمے کر دیا ہے کسی ایسے شخص کی ضرورت ہے جو خانگی معاملات کی اصلاح کرے اور یہ کام فطرۃ کچھ عورتوں ہی سے خوب ہو سکتا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ حسرت نصیب اور پریشان حال مرد کی گھبراتی ہوئی طبیعت کو سچی ہمدردی کے ساتھ بہلانا اور تسلی دینا اسی کا کام ہے جو عمر بھر کا ساتھ دینے کے لئے اور عزت اور ذلت کے شریک ہونے کے لئے جو روبرو دمی گئی ہے۔ تمام دنیا کی اہل حالتوں کا پتہ غریبا اور ادنی طبقہ کے لوگوں سے لگتا ہے کیونکہ



تجربہ اور کوشاؤ و نادر ہی حاصل ہونیکا اتفاق ہوتا ہے۔ مگر ہاں ادنیٰ لوگوں کو برابر شیب و فراز کا تجربہ حاصل کرنے پر کامیابی حاصل ہوتی ہے اور اسی لئے انسانی نیچرل حالت کا صحیح موازنہ کچھ اونہیں کی پارٹی سے خوب ہو سکتا ہے۔ اسکے بعد بیشک یہ کہہ سکتے ہیں کہ تختہ انی کی ضرورت جس قدر اس طبقہ کو پڑتی ہے وہ انسان کی فطرتی حالت کا مقتضا ہے۔ رنج و مصیبت کے عالم میں ایک مونس و ٹمگسار کو انہیں کی آنکھیں ڈھونڈا کرتی ہیں مگر شادی کی ضرورت سے زیادہ اس امر پر غور کرنا واجب ہے کہ لڑکوں کی کس سن میں شادی کرنا چاہیے کیونکہ موجودہ وقت میں ایسا کوئی نہ نکلیگا جو عقلاً یا شرعاً یا عرفاً تختہ انی کو برا سمجھے مگر ہاں یہ مسئلہ بے شک ہندوستان کی حالت کے لحاظ سے زیادہ زور دینے کے لائق ہے کہ ہم کو اپنی نوع کے لئے کون زمانہ مناسب ہے کہ حسین یہ عمدہ نیچرل رسم ادا کیجائے۔

ہندوستان کی کثیر آبادی جو ہندوؤں کی ہے اس میں یہ رسم خاندانی حیثیت سے بڑھ گئی ہے کہ کم سنی ہی میں لڑکوں کی شادی کر دی جائے۔ ان کے یہاں بیشک عموماً شادی ایسے وقت میں کی جاتی ہے جبکہ لڑکا خود نہیں سمجھ سکتا کہ اس تختہ انی کی کیا غایت ہے اور چونکہ اس وقت میں اس کے مزاج کی کیفیت اور نیز اس کے ہوش و حواس قابل اعتبار نہیں ہوتے لہذا میاں بی بی کے باہمی اتفاق کی بہت کم امید کی جا سکتی ہو اور یہ شادی طبعی شوق کو تھوڑا ہی جوش نہیں دے سکتی۔ اس سے چھوٹا مگر اور سب سے بڑا حصہ آبادی ہند کا جو مسلمانوں کو جگہ دے رہا ہے اس کا رواج عموماً اس طور پر ہے کہ بلوغ کے بعد اور قبل اسکے کہ انسان کو خاندان کی اصلاح کے لئے سرمایہ ہم پہنچانیکا سلیقہ حاصل ہو شادی کی جائے گو عام طور پر یہ رسم ہے مگر بہت سے آرزو مند والدین جو لڑکے کے پروان چڑھنے کو اپنی عمر کا بہت بڑا سرمایہ خیال کرتے ہیں اور جو پیاری بھوکی صورت دیکھنے کا شوق رکھتے ہیں وہ اپنے بچوں کی شادی کم سنی ہی میں کر دیتے ہیں۔ عام اس سے کہ اونکار کا اذکی بہو کی قدر کر نیچے قابل ہو یا نہ ہو۔

ہندوستان کی شادیوں میں عموماً خود و دلہا دونوں کو ذرا ہی دخل نہیں ہوتا اور اسکا لحاظ بالکل نہیں کیا جاتا کہ خود شادی کرنیوالوں کی رضا مندی ہے کہ نہیں۔ یہ امر اگرچہ تمام اگلی قوموں میں تھا جو ہندوؤں کا اگلے آئین



میں ان اعلیٰ مذہبی رسوم کو منسوخ کر کے نئے رسوم قائم کر دیں جو خالص نظام کے بارے میں نہایت درجہ مضربین لازم  
 ہے کہ کسی طرح سے ایسا سامان ہم پہنچا دیا جائے کہ عورت اپنے شوہر اور شوہر اپنی جوہر کے حالات دریافت کر کے اپنا  
 اطمینان کر سکے اور یہ امر کسی کے لئے موجب بدنامی نہ ہو۔ زیادہ تر عدم واقفیت کی وجہ یہی ہے کہ ہندوستانی رسوم  
 کے لحاظ سے کسی عصمت مآب شریف خاندان کی لڑکی کا آئندہ شوہر کے حالات دریافت کرنیکی کوشش کرنا بڑی  
 بدنامی کا موجب سمجھا گیا ہے لیکن یہ تو اب بھی ممکن ہے کہ والدین حالات دریافت کر کے جانیں کہ کسی نہ کسی  
 طرح آگاہ کر دیں اور انکی رائے اور انکی شادی میں شریک کر لیں اگر ایسا کریں تو نہایت مناسب ہے۔ سن کے متعلق  
 مختلف رائے ہیں۔ اکثر احباب تو عام طور پر یہ رائے دے رہے ہیں کہ لڑکوں کی شادی اور سوت کرنا چاہیے  
 جبکہ وہ تمام علوم و فنون اور عام تحصیل سے فراغت پا کر پیر سرکار ہو جائیں۔ یہ امر اس لحاظ سے کہ اسوت  
 شادی کرنے میں شوہر اپنا بار آپ سہماں سلیگا اور اپنی بیوی کے حقوق ادا کرنے میں مشغول ہو سکیگا کہا جاسکتا  
 ہے کہ عمدہ ہے لیکن بعض جسوت دوسرے پہلو پر نظر کرتے ہیں اور موجودہ نسل کی خراب حالتوں کو دیکھتے ہیں  
 اور ان لوگوں کو جنکے سن بوجہ خامی تعلیم کے کٹھنائی کے قابل نہیں سمجھے جاتے اتنا درجہ کا تعلیم کی طرف سے  
 بدشوق اور رند شربی کی طرف راغب پاتے ہیں تو مجبور ہو کر انہیں کہنا پڑتا ہے کہ افسوس ان لوگوں کی شادی  
 کیوں نہ کر دی گئی کہ یہ ناشائستہ عادتیں نہ پیدا ہوتیں جو شادی ہو چکنے کے بعد بھی تمام عمر نہیں جاتیں۔  
 کچھ عجب نہیں کہ ایسے ہی خیال ہندوستان میں اوائل عمر میں شادی کر دینے کے رواج کے بانی  
 ہوئے ہوں۔ دونوں پہلو پر غور کرنے سے اور موجودہ زمانہ کے لحاظ سے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ گمنامی  
 میں تو شادی ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ اول تو یہ سن تعلیم و تحصیل کا ہے اس میں شادی کر دینے سے تعلیم  
 کو نقصان پہنچ جائیگا اندیشہ ہے۔ دوسرے طبیبی مناسب نہیں۔ تیسرے اگر تعلیم علوم کے ساتھ  
 تعلیم تہذیب و اخلاق بھی کی جاوے اور بری صحبت سے لڑکوں کو بچایا جاوے تو بہت نیکافر  
 انکی موجودہ اور آئندہ حالت پر پڑ سکتا ہے۔ بہر حال افراط و تفریط کو قطع نظر کر کے اگر ایک اصول مدنظر  
 رکھا جائے تو خیال از فائدہ نہ ہوگا۔ وہ یہ کہ ان لڑکوں کی شادی جو علم حاصل کرنے یا ہنر سیکھنے کی طرف  
 دل سے متوجہ ہیں اور شادی کی طرف راغب نہیں ہرگز اوس وقت تک نہ کرنا چاہیے جبکہ وہ تحصیل



مرد ہر گز نہ چاہے کہ وہ اپنے شوہر کو جو بھاری اور بھاری سے گاہیں ہوں میں ہاں بولنا چاہتا ہوں کہ اس پر ہے جسے کی طرف  
توجہ کم کرین یا آوارگی کے آثار اونہیں ظاہر ہوں تو بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اون کی شادی جلد کر دی جائے تاکہ وہ  
آوارہ ہو کر ننگ خاندان نہ ہو جائیں۔

لڑکیوں کی شادی کرنے میں ضرورت سے زیادہ دیر لگانے میں انواع اقسام کی قبائح متصور ہیں۔ اکثر دیکھا  
گیا ہے کہ ان خاندانوں میں بھی جہان بد نصیب رسم کی وجہ سے لڑکیوں کو تعلیم بھی نہیں دیتا اور کوئی عقلی  
و فاضل وجہ مناسب وقت پر شادی کر نیکی مانع نہیں ہوتی وہاں بھی چھپس چھپس تیس برس لڑکیاں  
بٹھا رکھی جاتی ہیں۔ ظاہر یہ کیا جاتا ہے کہ ماں باپ کی محبت اجازت نہیں دیتی کہ وہ جلد تر کسی دوسرے گھر  
کی ہو جائیں۔ اس محبت نے یہ عجیب اثر پیدا کیا کہ کثر موز خاندان بدنام ہو گئے۔





# جوہر دوسرا

حقوق والدین و استاد و طریقہ معاملات و ہمسایہ

دوست و دشمن کے بیان میں

**حقوق والدین** خالق برحق نے عالم اسباب میں والدین کو اولاد کی ہستی کا سبب اور ان کی پرورش

کا واسطہ بنا دیا ہے اس حکیم مطلق نے ان کے ولین ایک ایسا قوی جذبہ رکھ دیا ہے کہ ان کی خدمت کی بجا آوری میں ہمہ تن محو ہو جاتے ہیں وہ جذبہ کیا ہے وہ اس گہری محبت کا پرتو ہے جو خالق کو اپنی مخلوق

کے ساتھ ہے اسی پرتو کا اثر ہے کہ ماں باپ بچوں کے ساتھ ایسی محبت کرتے ہیں کہ اپنی راحت پر ان کی آسائش کو ترجیح دیتے ہیں جب تک بچہ نشوونما پا کر توانا و تنومند نہ ہوتا ہے اس وقت تک اس کے لئے

سامان زندگی مہیا کرتے ہیں۔ ماں بچہ کے لئے کیا کیا کدہ سستی ہے۔ اپنے دل و جگر کا خون پلا کر پالتی ہے۔ باپ

کس محبت سے اپنے گاڑھے پسینہ کی کماٹی اوپر ہنسا کر کرتا ہے۔ اس کی تادیب و تہذیب میں دل و جان سے

کوشش اور مال سے دریغ نہیں کرتا۔ اس کو اپنے آپ سے افضل بنانا چاہتا ہے مال و دولت کو اس واسطے

جمع کرنا ہے کہ اس کی وفات کے بعد اس کی آل و اولاد کے کام آوے۔ جب آج کل کا خطرہ اس کے ولین پیدا ہوتا

ہے تو وہ اس خیال سے تسلی و تیاہ کہ میرا خلف میری موتی مٹی کی نشانی کہلائیگا میں نہ ہونگا اور وہ دنیا

میں سب کو میری یاد دلایگا۔ غرض والدین کا وجود و نعمت عظمیٰ ہے کہ جسکی برابر دنیا کی کوئی نعمت نہیں کہتی

پس سعادت مند وہی فرزند ہے جو اس نعمت کی قدر سچے دل سے کرتے ہیں اور دست و زبان جسم و جان دولت و مال سے والدین کے حقوق خدمت کو بجالاتے ہیں۔ ان کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری



میں خدائے محبت کے آگے سر جکانا ہے۔ بیچ کہا ہے کہ مان باپ کی اطاعت جہاں تک ممنوعات سے  
 مبرا ہو عین طاعت حق ہے۔ خدا کی نعمتوں کے بعد اور کوئی چیز اس نعمت کے برابر نہیں ہے جو بچہ کو  
 مان اور باپ سے حاصل ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اول باپ فرزند کی پیدائش کا پہلا سبب ہے اور پہر  
 اس کی تربیت و کمال کا باعث کیونکہ جسمانی فائدہ اور کمال مانند غذا اور نشوونما کی جو جسم کی بقا اور کمال  
 کے باعث ہیں اور نفسانی فائدہ اور کمال مثل علم اور ہنر اور معاشرت اور آسائش کے طریقوں کے جو  
 نفس کے کمال اور بقا کے باعث ہیں باپ سے بیٹے کو حاصل ہوتے ہیں اور سوائے اس کے  
 باپ بیٹے کو اپنی جائداد کا ولی عہد اور وارث بناتا ہے اور بعد اس کے فرزند کی پیدائش اور جسم کی پرورش  
 کا دوسرا سبب مان ہے کیونکہ بچہ کی زندگی کا مدار مان کے دودھ پر ہے اور علاوہ اسکے طرح طح  
 کی محنت اور تکلیف اور خطرے مدت دراز تک گوارا فرما کے نہایت محبت سے فرزند کی سلامتی  
 کو اپنی حیات سے بہتر جانتی ہے پس انصاف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دین اور دنیا میں  
 خدا کے حقوق ادا کرنے کے بعد والدین کی اطاعت اور ان کے حقوق کی رعایت سے کوئی بزرگی زیادہ  
 نہیں ہے بلکہ ایک وجہ سے والدین کے حقوق کی رعایت کو خدا کے حقوق کی رعایت پر ترجیح ہے  
 یعنی آفریدگار عوض کی پروا نہیں رکھتا اور والدین ہمیشہ آرزو مند اس بات کے ہیں کہ فرزند سعادتمند  
 ہو تاکہ ان کے حقوق ادا کیا کرے چنانچہ والدین کے حقوق کی رعایت تین امر پر منحصر ہے۔ اول ان  
 سے محبت کرنا اور قول و فعل سے ان کو رضا مند رکھنا جیسے تعظیم و شیرین کلامی انکسار و اطاعت  
 وغیرہ جہاں تک کہ خدا کے حکم کے خلاف نہ ہو اگر ہو تو نرم خوئی اور دلجوئی کے ساتھ اغماض کرنا۔ دوم دنیا  
 کی ضروری چیز نہیں ہون سوال کے مدد کرے اور بدلے کی خواہش یا اظہار احسان کی تمنا نہ کرے۔ سوم  
 حاضر و غائب دنیا اور آخرت میں ان کی خیر خواہی کا خیال رکھنا اور ان کی حین حیات اور بعد وفات ان کی  
 نیک نصیحت اور وصیت پر عمل کرنا۔ مخفی نہ ہے کہ والدین کی محبت فرزند و مکی نسبت طبعی ہے یعنی  
 خلقی اولاد کی محبت ان کی نسبت ارادی ہے۔ اس لئے شرع کے عالموں نے اولاد کو والدین کی



بالا سے مان اور باپ کے حقوق میں ایک نہایت باریک فرق ثابت ہوتا ہے یعنی باپ کے  
 اکثر حق روحانی ہیں اسلئے فرزندوں کو سن تمیز میں تحصیل علم کے بعد اونسے اچھی طرح آگاہی ہوتی  
 ہے اور مان کے اکثر حقوق جسمانی ہیں اسواسطے فرزند ابتداء سے سن سے جانتے اور مان سے  
 زیادہ الفت رکھتے ہیں پس موافق اس قول کے ہر فرزند باپ کے حقوق کو زیادہ تر اطاعت  
 اور ذکر خیر کے ذریعہ سے ادا کرے کیونکہ اوس سے روح کو فرحت ہوتی ہے اور مان کے حقوق  
 کو بیشتر صرف زر اور موجود کرینے اسباب آسائش و آرام کے وسیلہ سے بچا لائے کیونکہ اوس  
 سے جسم کو راحت پہونچتی ہے۔ اور فرمانبرداری والدین کی جسقدر رضا مندی کا سبب ہے نافرمانی  
 اونکی اوسقدر خدا کی ناخوشنودی کا باعث ہے۔ اور ما باپ دادا چچا ماسون بڑا بہائی استاد  
 خسر خوشدامن اور باپ دادا کے دوست اور بزرگ سب ہم رتبہ ہیں ان کا ادب و حق بھی  
 ملحوظ رکھنا چاہیے۔ پس اول انسان کو حقوق نعمت الہی شکر و سپاس کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے  
 بعدہ حقوق والدین و استاد و مرشد و اہل قرابت و ہمسایہ و مسکین و مسافر کی حتی الوسع ادا  
 کرنی چاہیے اور جو عزیز کہ مفلس ہوں اونکے حقوق عطا سے اور جو تو نگر ہوں اونکے حقوق دیا  
 و ثنا سے ادا کرنا لازم ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ

حضرت فقیہ علی مخدوم صاحب بڑے صاحب کمال تھے اونکی والدہ صاحبہ نہایت پرہیزگار تھیں  
 ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتیں مخدوم صاحب بچپن سے اپنی مان کی خدمت حد سے زیادہ کرتے  
 ایک روز رات کو اونکی مان نے پانی پینے کو مانگا مخدوم صاحب بہت خوشی سے پیالہ جلدی اپنے ہاتھ  
 سے دھو کر اوس میں صاف پاکیزہ ٹنڈا پانی بہر کر اونکے پاس لے آئے دیکھا کہ اونکی آنکھ لگی گئی  
 ہے مخدوم صاحب پانی ہاتھ میں لئے چپکے کمرے رہے کہ شاید آنکھ کھل جاوے اور پانی مان  
 لیکن ادب کے سبب سے ذرا آواز نہ دی کہ اونکی نیند میں خلل نہ آوے خاموش انتظار میں رات  
 بھر کھڑے رہے صبح کے وقت والدہ صاحبہ نے آگے آکر دیکھا کہ آنکھ کھل چکی ہے



طلب کیا تھا اسی وقت میں لے آیا تھا میرا جی نہ چاہا کہ آپ کو جگاؤن یا چلا جاؤن اونکی والدہ صاحبہ  
نے درگاہ الہی میں دعا کی کہ اے پروردگار میرے اس میرے بیٹے کو دو جہان میں سرفراز کر خیر  
مخدوم صاحب کو دین و دنیا کی سعادت حاصل ہوئی اور بڑے صاحب کرامت ہوئے۔

ایک صاحب اپنی سوانح عمری میں ایک روایت رقم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کوہ ایٹنا کی آتش فشا  
نی کے وقت میں قرب کے شہروں کے باشندے اپنی حفاظت جان و مال کی واسطے گہر چوڑ چوڑ کر  
بھاگے اسی وقت ہر شخص اپنی عزیز ترشے نکالنے کی پریشانی میں تھا اس جگہ ایک شخص کے دو  
بیٹے تھے اونکو یاد آئی کہ اونکے مان باپ جو دونوں ضعیف تھے اپنی جان کی حفاظت بھاگ کر کرنے  
لائی نہیں ہیں پس اسی وقت اونہوں نے آپس میں صلاح کی مال و متاع تو بہر ہی مل سکتا  
ہے لیکن جسے ہم پیدا ہوئے ہیں اونسے بڑ بکر دولت ہو کہ ہمیں نہ ملیگی چلو سب مال و اسباب کو چوڑ کر  
اون کو نکال لاوین پس فوراً دونوں گئے اور ایک نے باپ کو اور دوسرے نے مان کو اپنے کا ندھے  
پر چڑھالیا اور اس آگ سے بچا کر اون کو بحفاظت علیحدہ بٹھا دیا مطلق کسی چیز کا خیال نہ کیا تمام گھر کا اسباب  
جھکڑ خاک ہو گیا۔

ایک صاحب اپنی کتاب میں ایک عجیب روایت لکھتے ہیں کہ کسی روم کے حاکم نے ایک عورت مگر مجرم  
شدید کو جیل خانہ میں قتل کیواسطے داروغہ محبس کے سپرد کیا جس شخص کے اختیار میں قتل کر نیک کام تھا  
اونے اس عورت کی اولاد کے خیال سے اس کے مار ڈالنے میں تاخیر کی اور کسی جیلہ سے اسے فوراً  
قتل نہ کیا بلکہ اسکی لڑکی کو جو خود بھی صاحب اولاد تھی جیلخانہ میں آنے جانے دیتا تھا مگر جب وہ اندر  
جاتی تو کمال ہوشیاری اسکی تلاشی لے لیتا تھا کہ مبادا کوئی گمانے پینے کی چیز اپنے ہمراہ لے جاوے  
اونے اپنے ذہن میں سمجھ لیا تھا کہ بہ سبب تکلیف آب و دانہ کے وہ عورت خود ہی مر جائے گی اور  
اس تدبیر سے ایک کنبہ والی عورت سختی سے جلاد کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ جائیگی اس طرح جب  
خبر ہو گئی کہ عورت زندہ ہے تو اسے نکال کر اسے ایک کنبہ والی عورت کے پاس لے آئے اور اسے اس طرح



غفلت نہیں ہوئی آخر الامر جو کچھ معاملہ مان اور بیٹی میں تنہائی میں گذرتا تھا اسکو کسی موقع سے دیکھا تو بڑا تعجب ہوا کہ بیٹی جو ہر روز جیلخانہ میں جایا کرتی تھی اپنی مان کو اپنا دودہ پلایا کرتی تھی اور بیٹی کے دودہ سے مانکی جان اتنی روز تک سلامت رہی تھی یہ عجیب معاملہ اس کے حاکم کے گوش گذار ہوا تو عفو تصور ہو کر مان کی جانبری کی گئی اور اس فرمانبردار لڑکی کو اسکی معنوب مان کی صرف جان ہی نہیں بخشی گئی بلکہ اون دونوں کے واسطے تمام عمر کو پنشن مقرر کی گئی اور جس مقام پر وہ جیلخانہ تھا وہاں اس فرزندانہ محبت کے معاملہ کی یادگار میں ایک عمارت بنادی گئی۔

**نقل ہے کہ ایک ایماندار سوداگر شہر پارس دارالسلطنت ولایت قرآنس کے متصل کسی قصبہ میں دوکانداری سے گذراوقات کیا کرتا تھا اور حقوق والدین وزن و قرضہ کو واجبات سے جانکر ہر ایک کو باسایش تمام رکھتا تھا اسی سبب سے اسکو نہایت نیکنامی حاصل تھی اتفاقات زمانہ سے دفعتاً اسکو ایسا نقصان عظیم پہونچا کہ سوداگران شہر پارس کا روپیہ جو اس کے ذمہ واجب الادا تھا ادا کرنا مشکل ہو گیا لاچار ایک سخت دل سوداگر کے روپیہ کی عوض جیلخانہ جانا پڑا اسکا بڑا بیٹا سوداگر کے مکان پر پہونچا اور دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑ کر کہنے لگا کہ اے صاحب اگر میں بغیر اپنے باپ کے گھر جاؤنگا تو اپنی مان کو دل شکستگی کے باعث مردہ پاؤنگا اور سوائے اسکے میرے باپ کی دوکان داری کا بالکل اعتبار جاتا رہیگا ہم سب لڑکے آوارہ و خراب جست گلی کو چہ مارے مارے پھریں گے اگر آپ کو یوں میرے باپ کا چھوڑنا منظور نہیں تو اسکی عوض مجھ کو جیلخانہ میں بھیج دیجئے اور تاوقتیکہ میرا باپ آپ کا قرضہ نہ ادا کرے مجھ کو اسکی عوض قید رکھئے سوداگریہ کلمہ حسرت انگیز سکر نہایت مضطرب ہوا اور اس بلند ہمت لڑکے کی محبت و جان نثاری کے جوش نے اس کے دل پر غلبہ کیا لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر اٹھالیا اور ایک حکمنامہ اس کے باپ کی رہائی کے باب میں لکھ کر حوالہ کیا اور تھوڑے روز بعد اسکو بھی اپنے کاروبار میں شریک کر لیا اور اپنی پوتی کے ساتھ اسکی شادی کر دی اور اپنی کل مال و متاع کا اسکو وارث چھوڑ دیا۔ یہ نتیجہ باپ کی اطاعت کا ہے بزرگوں نے یہی فرمایا ہے کہ**



اے لڑکھاپے مان باپ کی اطاعت کرو تاکہ ایندہ کو تمہارے واسطے بہتری ہو۔

حکایت۔ ایک ملاہر روز بازار سے چہر روٹیان خریدتا تھا اوکلی ایک دوست نے پوچھا اے عزیز چہر روٹیان تو کیا کرتا ہے جواب دیا ایک روٹی تو میں اپنے پاس رکھتا ہوں ایک پھینک دیتا ہوں دو او دہا روٹیا ہوں باقی دو سے قرض ادا کرتا ہوں دوست نے کہا تمہاری بات سمجھ میں نہ آئی صفا کہو تو فہم میں آوے کہا ایک روٹی میں آپ کھانا ہوں ایک خوشدا من کو دیتا ہوں دو بیٹیا بیٹی کو اور دو مان باپ کو کھاتا ہوں۔

**اوستاد کی محبت** اگرچہ خدا کی محبت کے بعد والدین کی محبت کامرتبہ ہے اور کسی محبت کو ان دونوں محبتوں سے برابری نہیں ہو سکتی ہے لیکن شاگرد کے نزدیک اوستاد کی محبت کا مرتبہ باپ کی محبت سے اس لئے زیادہ ہو سکتا ہے کہ اوستاد کی محبت ان دونوں محبتوں کے بیچ میں واقع ہے کیونکہ خدا پیدا کرنے والا وجود اور سب نعمتوں کا اور باپ سبب ظاہر ہونے وجود اور حاصل ہونے نعمتوں کا ہے مگر اوستاد نفس کی تربیت میں ایسا ہے جیسا باپ جسم کی تربیت میں اور جسم کی تکمیل اور پرورش میں خدا کا پیر ہے اس لئے اس کی محبت خدا کی محبت سے نیچی اور باپ کی محبت سے اوپر ہے پس اوستاد کو روح کی تربیت اور جسم کی پرورش کے سبب سے رب روحانی اور رب جسمانی یعنی پالنے والا روح اور جسم کا کھانا چاہیے۔ چنانچہ لوگوں نے اس کو سکندر روحی سے پوچھا کہ تجھے باپ کا بیٹا زیادہ ہے یا اوستاد کا کہا اوستاد کا کیونکہ باپ زندگانی فانی کا سبب ہے اور اوستاد حیات باقی کا پس نفس اور جسم کے مرتبہ کے موافق اوستاد کا مرتبہ باپ سے زیادہ جانتا چاہیے اور اوستاد اور باپ کی بزرگی اور تعظیم میں روح اور جسم کے مرتبہ کا لحاظ کرنا مناسب ہے اس موقع کے مناسب ایک واقعہ نصیحت آمیز لکھنے کے لائق ہے وہ یہ ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک روز ملکہ انگلستان کا ڈاکٹر کاپرٹس آف ویلس پڑھنے کے وقت اپنی کتاب کی طرف سے عدم توجہی کر کے کہیل میں مشغول ہو گیا۔ بات مس بلیا رڈ نے کہ شاہزادوں اور شاہزادوں کی حفاظت اور تعلیم و تالیف کے عمدہ یہ ممتاز تھی دیکھ کر کہا کہ شاہزادہ یہ وقت کیسلنے کا



نہیں ہے کتاب پر دل لگا کر اپنا سبق یاد نہ کر دے تو ہم آپ کو کوئی مین کٹر کر دیتے شایزادہ نے جواب دیا کہ ہم نہ سبق یاد کریں گے نہ کوئی مین کٹرے ہونگے ہم انگلستان کے شایزادہ ہیں کیا مقدر ہے کوئی ہمیں کوئی مین کٹر کرے اور یہ کمزور و شیشون مین اسطرح کی لات ماری کہ وہ دونوں ٹوٹ گئے تب تو مس بہت حیران ہوئی اور حکم دیا کہ کوئی شخص جا کر شایزادہ کے باپ پرنس ایلبرٹ کو بلا لائے غرض ایک لحظہ میں پرنس ایلبرٹ بھی وہاں آئے اور یہ ماجرا سنا اپنے کمرے سے ایک کتاب انجیل کی اٹھالائے اور اس مقام کو شایزادہ کے گوش گزار کیا جس مقام پر کہ سینٹ پال نے لکھا تھا کہ بچوں کو اپنے استاد اور اتالیق کا کہنا ماننا چاہیے اور کہا کہ بیٹا اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ تم انگلستان کے شایزادہ ہو اور اگر اچھی طرح سے رہو گے تو کسی روز بادشاہ بھی ہو جاؤ گے لیکن ابھی تم لڑکے ہو اور لڑکوں کو جو کچھ انکے استاد و حکم دین بے تامل بجالانا چاہیے اور حضرت سلیمان کا مقولہ ہے کہ جس شخص کو اپنا لڑکا پیارا ہوتا ہے وہ اپنے لڑکے کو تنبیہ کرتا ہے اسلئے میں تم کو تنبیہ کرتا ہوں پس جب تک کہ تم اپنا سبق نہ یاد کر لو اور جب تک کہ مس تمکو بیٹھنے کی اجازت نہ دیوے اس کوئی مین کٹرے رہو۔ ہیکو اس حکایت کے دیکھنے سے شیخ سعدی کا کلام جو گلستان میں ہے یاد آ گیا ابیات

بادشاہ ہے پر بکتب داد	لوح سیمینش در کنار نہاد
بر لوح این نوشت بہ زر	جو را استاد بہ زہر پدر

## طریق معاملات ہمسایہ کے ساتھ

جن شخصوں کے مکانات قریب قریب ہوتے ہیں وہ ہمسائے کہلاتے ہیں۔ نیک اور شریف آدمی ہمیشہ اپنے ہمسایہ کی مدد کرتے ہیں۔ اسکی راحت کو اپنی راحت اور اسکی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے ہیں۔ بدتر انسان وہ ہے جس سے اسکا ہمسایہ ناراض ہو۔ ہمسایہ برا ہو یا بھلا اس کے ساتھ نیک کرنا یا برا کرنا اس کے لئے بہتر ہے۔



ہو جائے تو خاموشی کے ساتھ آپس ہی میں فیصلہ کر لو عدالت میں ناش فریاد لیکر نہ جاؤ کیونکہ عدالت کا فیصلہ بڑی قیمت سے حاصل ہوتا ہے پھر سہی وہ دون کی کدورت کو دور نہیں کر سکتا۔ جو سعادت مند بچے ہیں وہ اپنے ہمسایوں کا کام کاج نہایت خوشی سے کرتے ہیں پاس پڑوس کے غریب اور بیکس بڑھوں کا سودا سلف بازار سے لادیتے ہیں وہ اونکو دل سے پیار کرتی اور دعائیں دیتی ہیں۔ خدا ایسے بچوں کی عمر میں برکت دیتا اور ان کو خوش نصیب کرتا ہے۔

ہم کو سب کے ساتھ مہر و محبت کرنا لازم ہے خاص کر اپنے ہمسایوں کو اپنے جگر کی برابر عزیز سمجھنا چاہیے مثل مشہور ہے ہمسایہ مان کا جایا۔ اچھے آدمی اپنے پڑوسیوں کو نہیں ستاتے اور نہ اپنے بال بچوں کو مکانات قریب جوار میں اینٹ و پتھر پھینکنے دیتے ہیں بلکہ اس قدر صلح و آشتی سے رہتے ہیں کہ جب کہیں ان کو کوئی بڑا ہلاکتا ہے تو وہ تحمل کو کام میں لا کر خاموش ہو جاتے ہیں اور دانا لوگ ہمسایوں کے گھر پر روز اور ہر وقت نہیں جاتے باین لحاظ کہ کوئی ہماری کثرت آمد و رفت کے سبب سے ناخوش نہ ہو جاوے اور اپنے ہمسایہ کی نسبت کوئی جھوٹی خبر کہ حسین اوسکا نقصان یا بدنامی متصور ہو نہیں اڑاتے حتی الامکان اوسکی فلاح اور بہبود میں کوشش کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے بال بچوں کی حفاظت رکھتے ہیں اور حالت بیماری میں مددگار ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں بہائی دور کا نہیں بھلا پڑوسی پاس کا بھلا۔ شریف آدمی اپنے ہمسایہ کے مقابلہ میں اپنا نقصان اور خطرہ گوارا کرتا ہے چنانچہ یہ بات ذیل کی حکایات سے ظاہر ہے۔

**حکایت**۔ ایک غریب کسی امیر کا ہمسایہ تھا ایک روز امیر کا لڑکا اوس غریب کے گھر گیا اتفاقاً وہ سب کھانا کھا رہے تھے اوس لڑکے کا بھی جی چاہا کیسے نہ دیا ناکام رہتا ہوا گھر آیا مان باپ نے سبب پوچھا لڑکے نے سرگشت سنانی اور ضد کی کہ وہی کھانا کھاؤ لگنا چار امیر نے ہمسایہ کے گھر جا کر شکایت کی کہ ہمیں آپ سے ایسی امید نہ تھی کہ ہمارا بچہ آپ کے مکان پر آوے اور آپ سب کھاتے ہوں اور اسے نہ پوچھیں اور وہ مایوس رہتا ہوا گھر جائے ہمسائی میں ایسی بے مروتی اور بے رحمی نہ چاہیے پڑوسی دیر تک شرمندگی سے سرنگون رہا اور کچھ نہ کہہ سکا آخر کار بولا کہ اس بے مروتی کا سبب ناگفتنی ہے کچھ نہ پوچھئے کہ اس میں بندہ کی



ہے دل کو گوارا نہ ہوا کہ صاحبزادہ کو ایسے چیمہ کھلا دین امیر نے کہا سبحان اللہ وہ ایسی کون چیز ہے جو  
 اور دے شرع ایک کے واسطے حلال اور دوسرے کے لئے حرام ہے اور نے عرض کیا کہ مفلس اور محتاج  
 اور مجبور کو مردار حلال اور ذمی مقدور پر حرام ہے اہل حقیقت یہ ہے کہ میرے بال بچوں پر تین فاقے  
 برابر گزرے اور میں تہیدستی سے مجبور تھا آج ایک مقام پر مردار گوشت پڑا دیکھا اوٹھالایا اور پکا کے  
 سب عزیزوں کے ساتھ کھاتا تھا کہ محروم زادہ آیا اور بچپن کے سببے مانگنے لگا بندہ اسکی تواضع مجبوری  
 نہ کر سکا خطا معاف فرمائے۔ امیر نیک نہاد یہ سرگزشت عبرت خیز سنکر آبدیدہ ہوا اور پڑوسی کو کمال شفقت  
 سے اپنے گھر لایا اور بہت کچھ نقد دیکر رخصت کیا۔

**حکایت جرمن کے ملک میں لڑائی کے وقت سواروں کا ایک صوبہ دار اپنا رسالہ لے کے فوج سے**  
 سے کچھ دور گیا کہ گھوڑوں کے واسطے دانہ گھاس لاوے چنانچہ وہ ایک ترائی کی جگہ میں پہونچا وہاں  
 بہت درخت تھے مگر کوئی کیت نظر نہ آیا کہ اس سے دانہ گھاس لیتا آخر کو صوبہ دار نے ایک چوٹا سا  
 مکان دیکھا اور اس کے دروازہ کو کھٹکھٹایا تب ایک بوڑھا دروازہ کھول کر نکلا اس سے صوبہ دار نے کہا  
 کہ اے بابا یہ کوئی کیت بتاؤ جس سے ہم دانہ گھاس لیویں بوڑھا اسکو ساتھ لیکر ایک طرف کو روانہ  
 ہوا جب کچھ دور نکل گیا تب ایک اچھے جو کے کیت پر پہونچے صوبہ دار نے اسکو دیکھ کر بوڑھے سے کہا کہ  
 کھڑا رہ یہ کیت ہمارے کام کے لائق ہے اور نے کہا کہ اے صاحب او سے مت لیجئے کچھ اور آگے  
 چلئے تب وہ آگے بڑھے آدھ کو س کے فاصلہ پر ویسے ہی دوسرے کیت پر آئے جب سپاہی اسے  
 کاٹ کے اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے تو صوبہ دار نے اس بوڑھے سے پوچھا کہ تم کس واسطے یہ کھواتی  
 دور لے آئے کیونکہ وہ پہلا کیت اس سے اچھا تھا بوڑھے نے جواب کہ یہ تو بیچ ہے مگر وہ پہلا کیت میرا  
 نہیں ہے میرے پڑوسی کا ہے اور یہ کیت میرا ہے اگر میں آپ کو پہلے کیت سے دانہ گھاس لینے دیتا  
 تو میرے پڑوسی کا نقصان ہوتا اور اس میں فقط میرا نقصان ہے مجھے بہ نسبت پڑوسی کے نقصان  
 کے اتنا نقصان نہ لگنا۔



## دوستوں کے ساتھ برتاؤ اور نیکاطریقہ

جاننا چاہیے کہ سچا دوست بہت ہی نایاب ہے اور سطا طالیس نے کہا ہے کہ آدمی بہر حال دوست کے محتاج ہوتے ہیں فراغت کے وقت اختلاط اور خوش طبعی کے لئے اور مصیبت میں مدد کے لئے۔ اور حقیقت میں بڑے بڑے بادشاہوں کو جو خلافت کی نسبت نہایت مستغنی ہیں فقیر اور مسکینوں سے بڑھ کر اسکی احتیاج ہے۔ اور اسقدر اطمینان ہے کہ اگر تمام دنیا ایک شخص کو حاصل ہو اور وہ دوستی کے فائدہ سے محروم رہے تو زندگی اوسپر وبال ہے کیونکہ مصیبت کی وقت مال و خزانہ کچھ فائدہ مند زیادہ اوس دوست سے کہ آفت کے دن مددگار ہو نہوگا چنانچہ یہ بات اس حکایت سے ثابت ہے حکایت۔ ڈاؤنشیاس نامی بادشاہ سیراکوس کے ملک کا ہمیشہ بڑے کام کیا کرتا تھا ایک روز یہ بات معلوم کر کے ڈیمین نامی ایک شخص تقصیر دار اور قابل پہانسی دینے کے ہے اوسنے ڈیمین سے کہا کہ تمہارا جرم ثابت ہوا تم پہانسی دے جاؤ گے ڈیمین نے بادشاہ سے کہا کہ ایک نظر اپنے لڑکے بالون کو دیکھ لوں کیونکہ مرنے کے بعد اذکی ملاقات نہوگی اتنی فرصت ملے تو گھر جاؤں بادشاہ نے فرمایا ہیکو کیونکر یقین ہو کہ تم گم سے پہر آؤ گے اوس نے جواب دیا کہ اگر آپ کو یقین نہیں ہے تو میں تمہیں اس اپنے دوست کو اپنی عیوض چھوڑے جاتا ہوں اگر میں حاضر نہو سکوں تو میری جان کے بدلے میرا جانی دوست اپنی جان دلیگا۔ یہ اقرار کر کے وہ اپنے گھر چلا گیا۔ قبل اوس کی واپسی کے بادشاہ قید خانہ میں گیا اور تمہیں اس سے پوچھا کہ تم نے حماقت کی جو ڈیمین کی بات پر اعتقاد کیا یہ کیونکر جانتے ہو کہ وہ اب واپس آکر تمہارے واسطے اپنی جان دلیگا۔

تمہیں اس نے جواب دیا کہ اے بادشاہ ہم اپنے دوست کی واسطے خوشی سے جان دے سکتے ہیں اگر وہ اپنے وعدہ کو پورا نہ کرے اور ڈیمین ہرگز عہد شکنی نہ کرلیگا اور وہ ضرور اور بالیقین آئے گا مگر ہم خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ ہمارے دوست کی جان بچے اور ایسا ہو کہ وہ یہاں نہ آسکے ہمارے مرنے سے

کو نقصان نہ ہو اور اس کے مرنے سے ہمارے دل پر غم نہ ہو اور بادشاہ نے اس کے لئے حکمت سے فرمایا کہ اگر وہ نہ آئے گا تو تمہیں اس کے لئے دعا مانگنی پڑے گی اور اگر وہ آئے گا تو تمہیں اس کے لئے دعا مانگنی پڑے گی



جب زمین وقت معین پر نہ پہنچا اور جلاو پتھیا س کو قید خانہ سے باہر لایا تب وہ کمال شوق و نہایت خوشی سے پہانسی کی لکڑی چڑھا اور دیکھنے والوں کو ہاتھوں سے اشارہ کر کے کہتا جاتا تھا کہ میں جانتا ہوں کہ خدا بہت راضی ہے میری دعا قبول ہوئی کہ میرے مرے بعد زمین زندہ رہے جب پتھیا س نے یہ کہا لوگوں نے روزا شروع کیا اور جوہن جلاو نے اس کے قتل کرنے کی تیاری کی اتنے میں زمین فوراً گھوڑی سے اتر اور پہانسی کی لکڑی پر چڑھ کر پتھیا س سے گلے ملا اور بولا کہ خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے مجھ کو بچایا پتھیا س نے کہا کہ اے دوست تو کیوں آیا تیری مراجعت تیری اور میری تخریب کا سبب ہے۔ کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ اب تو قتل سے بچ نہیں سکتا اور تو ہی یقین کر کہ بغیر تیرے میری زندگی محال ہے بادشاہ یہ سن کر حیران ہو گیا اور دل میں رحم آیا اپنے تخت سے اتر کے پہانسی کی لکڑی پاس گیا اور کہا جتنے مثل تمہارے دوست نہیں دیکھے تم سچے دوست ہو زندہ رہو خالق نے تم کو یقین کا عوض دیا اور راست باز مشہور کیا اور زمین کو معاف کر کے رہا کر دیا فقط پس کیا خوش نصیب وہ شخص ہے جو دوستی کی نعمت عظمیٰ سے محظوظ ہے۔

**نصیحت**۔ جو شخص کسی کی محبت اختیار کیا چاہے تو اس کو لازم ہے کہ پانچ باتوں کا مدام لحاظ رکھے تاکہ محبت راست اور درست آئے اور پایہ ثبات پائے۔ اول یہ کہ اپنے دوست کے خلاف حکم نہ کرے کیونکہ عدول حکمی باعث رنج و ملال کا ہوتی ہے اور رنج و ملال محبت میں خلل انداز ہے۔ دوسرے دوست کے روبرو کوئی بات دروغ آمیز زبان آشنانہ ہونے سے کیونکہ جھوٹ پایہ محبت اور مصاحبت کو لغزش میں لاتا ہے اور مدام خوار و بے اعتبار رکھتا ہے۔ تیسرے دوست کے راز کو افشاء نہ کرے کیونکہ جو افشاء راز کرتا ہے وہ صحبت کی لیاقت نہیں رکھتا۔ چوتھے دوست کوئی خیانت نہ دیکھنے پائے کیونکہ خائن پایہ اعتبار سے ساقط ہوتا اور محبت میں خرابی لاتا ہے۔ پانچویں دوست کے سامنے کسی کی غیبت اور برائی نہ کرے کیونکہ وہ تصور کرے گا کہ ایسے ہی میری غیبت اور ون کے روبرو کرتا ہو گا اور یہ بات مغل صحبت ہے۔ ارباب خرد کے نزدیک سب سے بہتر صحبت کتاب کی ہے کیونکہ



احوال کی سببیں کر کے کہ او سے لڑ پھین مین اپنے مان باب سے لیا یا سلوک لیا ہے کیونکہ جو کوئی حقوق  
 والدین کے ادا کرنے میں تا لایق رہا او سے بھلائی کی امید نہیں۔ تلاش کرنا چاہیے کہ یہ شخص دوستوں  
 کے ساتھ کیا سلوک اور کس طور پر معاملہ کرتا رہا پھر دریافت کرے کہ او سے اپنے ولی نعمتون کی شکر گزاری  
 کی یا ناشکری اگر ناشکری کی تو او کی دوستی کی خواہش نہ کرے کیونکہ بد خصلتوں میں سے کوئی کمینی  
 خصلت ناشکری کے برابر نہیں ہے اور نیک اوصاف میں سے کوئی وصف شکر گزاری سے افضل نہیں  
 یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اگر ہر قسم کے لہو لعب کا اشتغال راگ رنگ کا مستنا اور ارباب نشاط سے صحبت کرنا  
 او کو دوستوں کی ملاقات سے باز رکھتا ہے۔ اور لالچی۔ طماع۔ بخیل۔ بد عمد۔ بد مزاج۔ بے وفا ہے  
 یا حرص او سپر غالب ہے تو او کی دوستی قبول کرنی سے احتراز کرنا چاہیے۔ مردم شناسی کا ایک سہل طریقہ یہ ہے  
 کہ جو شخص عموماً وعدہ کا سچا ہے وہ بہت باتو نہیں اچھا ہے جب ان تمام صفاتو نہیں پورا لگے او سے دوست  
 کامل اور یار غار جاننا چاہیے۔ اور اس کے جوہر اتحاد کو نقد جان کے ساتھ گھینہ دل میں محفوظ رکھنا چاہیے  
 اگر ایسا آدمی ہاتھ لگے تو ایک ہی دوست پر الکفار کرنا اولیٰ ہے کیونکہ بہت سے اشخاص کے مراسم حقوق  
 کو بجالانا مشکل ہے اس واسطے کہ شاید بمقتضای تعداد احوال مختلف ہوں تو ایک کی موافقت سے خوشی  
 حاصل ہو اور دوسرے کی مصاحبت سے رنج۔ اور کمال اختلاط اور مافی الضمیر کے مطلع ہونے کے بعد  
 مخالفت از بس مضر ہے۔ بس احتیاط ملحوظ رکھنا چاہیے اور بقدر ضرورت قناعت کرنا لازم ہے اور جس وقت  
 دوست ہاتھ آ جاوے تو رعایت حقوق کو واجب جانکر اس کے کامو نہیں سمی کرنا چاہیے اور اس کی تعریف و  
 توصیف میں بلا تعلق و نفاق کے زبان کو لٹا چاہیے اور تھوڑے عیب اور ادنیٰ قصور کا جو دوستوں کی طرف  
 سے ہو خیال نہ کرنا چاہیے بلکہ او سے چشم پوشی کرنی لازم ہے کیونکہ افراد بشری خطا سے خالی نہیں ہو سکتی  
 اگر تم فرشتہ خصلت دوست چاہو گے تو مدت العمر تلاش کرو گے نہ کوئی ایسا ملے گا نہ تم او سے دوست بناو گے  
 انجام یہ کہ دوستی کے فوائد سے محروم رہ جاؤ گے۔

اس باب میں اپنے عیبوں کا سوچنا بہت مفید ہے اگر بنظر انصاف دیکھو گے تو ثابت ہو گا کہ ہم خود ہی مبرا

نمبر۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴



جب اونپر مصیبت پڑے جان و مال سے اپنے تئیں فدا کر دے اور اونکے ساتھ سلوک کرنے میں سوال کا منتظر نہ رہے بلکہ آثار و علامات سے اونکے احوال کو معلوم کرنا چاہیے۔ ۳۔ اگر کسی امر میں کوئی سبب کدورت کا پیدا ہو تو صاف دلی سے بے تکلف بیان کر دے کہ صفائی ہو جائے۔ ۴۔ جنگ و جدل اگرچہ مذموم ہے مگر دوستوں کے ساتھ نہایت ہی نازیبا کیونکہ اوس سے مخالفت اور مخالفت پیدا ہوتی ہے۔

۵۔ دوستوں کو کسی علم و ادب کے بتانے میں دریغ نہ کرے۔ ۶۔ جب دوست سے کسی عیب کا مشاہدہ کرے اوسکے ساتھ اظہار موافق کرنا اس طور پر جو تنبیہ لطیف کے ساتھ ضرور ہے اور اس سے عیب کے ظاہر کرنے میں غفلت اور شرم نہ کرے کیونکہ یہ صورت محض خیانت کی ہے اور طریق تنبیہ لطیف کا یہ ہے کہ پہلے کسی مثل یا اور کسی شخص کی نقل و سرگذشت کا نتیجہ اوسکو سنا دے اگر مفید نہ ہو تو بطور کنایہ کے اشارہ اوسکا کرے پھر جو تصحیح کی احتیاج ہو تو خلوت کے وقت پیش بندی کے بعد بیان کر دے اور اوسکے بعد اور شخص سے اگرچہ وہ اوسکے محبوب سے ہو افتخار کرے۔ ۷۔ غماز (چغلی کرنے والا) کو ہرگز دخل نہ دے کیونکہ ہر چند محبت کی بنا استوار ہو مگر اوسکی غمازی سے منہدم ہو جائے گی حکیموں نے تمام کی تشبیہ اوس شخص سے دی ہے جو ناخن سے دیوار استحکم کو کھودے اور ایک اونگل جگہ نکالے پھر سوراخ کرے پھر تیشہ سے اوسکو بڑبڑائے حتیٰ کہ آخر کو اوس دیوار کو ڈھا دے۔ الحاصل محبت کی حفاظت میں بہت ہی احتیاط کرنی واجب ہے کیونکہ مدارا نظام امور اور اقوام مصلحت جمہور اوسپر موقوف ہی ظاہری دوستوں کے ساتھ ظاہری بڑاؤ رکھے اسطرح کہ اگر کوئی اونہیں سے موجود نہ ہو تو اوروں کے رویہ اور اسکا حال پوچھے کہ اس سبب سے ان کو محبت بڑھے اور یہ معلوم ہو کہ ہر ایک کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہے اور اگر کوئی صادق دوستوں میں سے آجاوے تو اوسکی بہت تعظیم کرے کہ اورونکو ترغیب دوستی صادق کی ہو اور دوستان ظاہری کو اپنی مہربانی ایسی ظاہر کرے کہ گویا اون کو دوست حقیقی سمجھتا ہو مگر کوئی راز اپنا نہ کہے سچ کہا ہے کسی ظریف نے کہ آج کل کے دوست جیسے آنکھیں اور بہوین کہ آنکھیں



نہیں اگر لفظ ہر زبان محبت آمیز الفاظ سے آشنا ہے تو دل باطن میں کینہ کے سمندر میں غوطہ زن ہے  
دوستی سالہا سال میں صورت پکڑتی ہے اور دشمنی ایک لمحہ میں او کی بنیاد یقین پر ہے اور اس کی  
گمان پر اس کا کوئی خریدار نہیں اور اس کے ہزاروں مشتری حکیم سولون کا قول ہے کہ دوست وہ  
ہے کہ جب سامنے ہوں تو ایک دوسرے کی عزت کریں اور جب غائب ہوں تو نیکی نامی اور نیکی  
کے ساتھ یاد کریں۔ ۲۔ سچی محبت تین خصلتوں میں ہے کہ پسند کرے کلام دوست کو کلام غیر پر  
اور اختیار کرے ہم نشینی دوست کو صحبت غیر پر اور قبول کرے خوشی دوست کی غیر کی خوشی پر۔

۳۔ تین باتوں سے دوستی احکام پاتی ہے ایک ملاقات کے وقت سلام میں سبقت کرنا دوسرے  
جہان بیٹھے پہلے دوست کو اچھی جگہ بٹھانا تیسرے دوست کی عدم موجودگی میں اس کی طبیعت  
کے موافق تعریف و توصیف کرنا اور اچھے نام کے ساتھ پکارنا۔ سب سے زیادہ مصیبت زدہ  
وہ آدمی ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو اور جو مل بھی جائے تو ادنیٰ رنج کے واسطے ہاتھ سے کہو بیٹھے۔

۵۔ ایک حکیم سے پوچھا کہ بھائی اچھا یا دوست کہا بھائی اگر دوست ہو پھر پوچھا کہ محبت کیا شے  
ہے کہا وہ جو بھائی کرنے سے بڑ ہے اور برائی کرنے سے نہ گھڑی۔ ۶۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ جب دوستی  
پکی ہو جاتی ہے تو ادب اٹھ جاتا ہے۔ ۷۔ حکیم بزرگ چہر نے کہا ہے کہ میں نے اپنے استاد سے  
پوچھا کہ میں کس سے بے خوف ہوں کہا دوست سے کہ حاسد نہ ہو پوچھا کہ دوست ناشائستہ سے ترک  
واسطہ کیونکر کرنا چاہیے کہا تین طور سے ایک یہ کہ اس کے دیکھنے کو نہ جانا دوسرے اس کا حال نہ پوچھنا  
تیسرے اس سے کچھ مانگنا۔ ۸۔ اسی حکیم سے نوشیروان نے پوچھا کہ غم کس چیز سے غلط ہوتا ہے  
کہا رفیق موافق اور ملاقات مجبان صادق سے پوچھا دوست صادق کون ہے کہا جو تجھ کو تیرا عیب  
بتا دے اور دوسروں سے چھپا دے اور ہنر وہ چند کر کے دکھا دے اور تجھ پر احسان کرے تو یاد نہ کرے  
جو تو نیکی کرے اس کو نہ بھولے اور اگر تو کوئی خطا کرے تو اس کی گرفت نہ کرے۔ ۹۔ پھر فرمایا ہے



ماسہ واسطہ ہو ایک زبلی یعنی صرف کو سہ کے دوست ایک مانی جو رونی کی خاطر یا رین جاتے ہیں اور ایک  
 بنانی جو یار جان باز ہوتے ہیں اور تین قسم کے آدمی دوست قرار دئے جاتے ہیں ایک اپنا دوست ایک اپنے  
 دوست کا دوست ایک اپنے دشمن کا دشمن۔ ۱۰۔ دوستوں پر عنایت اور دشمنوں پر رعایت کرنا  
 چاہیے عنایت سے دوستی بڑھتی اور رعایت سے دشمنی گھٹتی ہے ستم کرنے سے دوست دشمن ہو جاتا  
 ہے اور مروت و احسان سے دشمن دوست بنتا ہے اگر اتنا مقدور ہو کہ احسان و سلوک کر کے  
 دشمنوں کو دوست بنا دے تو لازم ہے کہ ستم کر کے دوستوں کو دشمن بھی نہ بنا دے۔ ۱۱۔ جو شخص دوستوں  
 کے دشمن کے ساتھ صلح کرتا ہے وہ دوستوں کی ایذا چاہتا ہے۔ ۱۲۔ جو شخص دوست بے عیب کا  
 خواہان ہو گا اسکے دوست کم ہونگے اور جو دوست کے ساتھ ہر بات پر تکرار کرے گا اسکے دشمن  
 بہت ہونگے اور جو کوئی دوستوں سے اپنا فائدہ تکے گا وہ ہمیشہ رنج و ٹھاؤ لے گا۔ ۱۳۔ اگر دوست  
 کو اپنے دشمن کی صحبت میں دیکھو تو آزرده نہ ہو کیونکہ اگر وہ سچا دوست ہے تو دشمن کے ہاتھ سے  
 تمہارا نقصان نہونے دیگا اور جو ناقص ہے تو ایسا ناقص دوست دشمن کے حوالہ بہتر۔ ۱۴۔ یار نیک  
 سے ملنا اور یار بد سے علیحدہ رہنا چاہیے کیونکہ یار نیک سے امید نیک بن جانے کی ہے اور یار بد سے  
 اندیشہ بد ہو جانیکا ہے۔ ۱۵۔ دوستوں سے اظہار محبت ایک نالگی نہ کرنا چاہیے مبادا کہی کمی ظاہر ہو  
 تو دشمن ہو جاوین۔ ۱۶۔ دو شخصوں کے ساتھ جو باہم دشمن ہوں بات ایسی کرنا چاہیے کہ اگر وہ دونوں  
 باہم دوست ہو جاوین تو تم کو ندامت نہ اٹھانی پڑے۔ ۱۷۔ دانا دشمن بہتر ہے نادان دوست سے  
 ۱۸۔ محبت عجب رشتہ ہے بیگانہ کو لیگانہ کر دیتا ہے جو محبت جلد ہوتی ہے جلد جاتی رہتی ہے اور جو  
 بریر ہوتی ہے دیر تک رہتی ہے۔ ۱۹۔ جس کا ظاہر و باطن یکساں نہو اس کی محبت سے بچنا چاہیے۔  
 ۲۰۔ نتیجہ محبت کا الفت طرفین کی ہے اور الفت طرفین باعث عدم آزاری جانبین یعنی محب آزار  
 محب گوارا نہیں کرتا۔ ۲۱۔ اگر کسی کی محبت یا عداوت اپنی نسبت دریافت کیا چاہے تو جیسا آپ اس  
 سے ہو ویسا ہی اس کو اپنے ساتھ تصور کرے بقول شخصے

دل را بدل رہیت درین گنبد سپہ	از سوے کینہ کینہ داز سوے مہر مہر
------------------------------	----------------------------------



غیبت کرتے ہے۔

## دشمنوں کے ساتھ برتاؤ رکھنے کا طریقہ

مخفی نہ رہے کہ دشمنوں کی کسی قسمین ہوتی ہیں نزدیک اور دور اور ہر ایک دو نوع کے ہیں ظاہر اور پوشیدہ  
اہل حسد مخفی دشمنوں کے شمار میں ہیں۔ دشمن قریب سے بہت احتراز کرنا چاہیے کیونکہ وہ اکثر جرمیات  
احوال پر واقف ہوتا ہے کہانے پینے اور وار و صادر ہونے میں اوس سے غافل نہ رہنا چاہیے اور  
دشمنوں کے ساتھ گزران کرنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو لطف و لطائف میں اودن کے  
دلون سے عداوت اوٹھاوے اور بغض و حسد کی بنج نکال ڈالے اگر یہ ممکن نہ ہو تو ظاہر داری رکھے  
اور کسی طرح اظہار مخالفت نہ کرے اسلئے کہ دفع شر کے واسطے کوئی طریقہ نیکی اور خیرات سے بہتر نہیں  
ہے اور اوسکی سفارت کی طرف التفات نہ کرنا چاہیے بردباری اور مدارات کو اپنا شعار کرنا واجب ہے  
اور نزاع اور خصومت سے محترز رہنا لازم کیونکہ یہ طریق دولت و نعمت کے زائل ہونے اور ہمیشہ فکر  
اور پریشان خاطر رہنے کا سبب ہے بلکہ جان و مال کے نقصان اور فساد برپا ہونکی بنیاد ہے اور عمر  
گرامی اس سے عزیز تر ہے کہ دشمن کے ساتھ معارضہ کرنکی فکر میں گذرے۔ ۲۔ دطیرہ دانشمندی  
دشمن ہر ہوشیاری یہ ہے کہ دشمنوں کے احوال کی جستجو میں رہے اور اودنکے ہر کام پر واقف ہو نیکی  
لئے کمال سعی کرے پھر جب اودنکے احوال سے مطلع ہو جائے تو اودسکے مخفی رکھنے کی کوشش کرے  
ہرگز افشا کرنے کو جایز نہ رکھے مگر ضرورت کے وقت کہ شاید وہ کسی حیلہ سے اوسکے دفعہ کرنے میں مشغول  
ہو۔ ۳۔ ہرگز دشمن پر ہتھان لگا کر اسے مہتمم نہ کرے کیونکہ جوٹ کننا دشمن کے قوی اور غالب ہونیکا  
موجب ہے۔ ۴۔ حاکمون سے مخالفون کا شکوہ نہ کرنا چاہیے کیونکہ جب اوسکی حقیقت سے خبردار ہونگے  
تو اوسکی خجلی پیش نہ جائے گی۔ ۵۔ دشمنوں کے ہر فرقے کی رسم و عادت سے ضرور خبردار ہونا چاہیے  
تاکہ اوسکا مقابلہ کر کے دفع کرے اور جس چیز سے اودنیں اضطراب پیدا ہو اوس سے بھی واقف ہونا



لازم ہے تاکہ وقت پر اوسکو کام میں لاوے افلاطون نے کہا ہے کہ دشمنوں کی عداوت دفع کر کے کا طریق  
 مستحسن یہ ہے کہ اپنے تئیں اون فضیلتوں میں جو اون میں ہوں اون پر غالب رکھے اور طعن و تشنیع اور  
 لغت و غیبت نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ حصلت عورتوں کی ہے اور عقل و دانائی کے طریقہ سے بعید ہے۔  
 ۷۔ جب دشمن کو کوئی آفت ایسی پہنچے جس سے اپنے تئیں بھی امن نہ ہو تو ہرگز طعن نہ کرے اور اطمینان  
 خوشی سے رہے کیونکہ جب حقیقت میں وہ آفت مشترک ہے تو گویا اپنے اور طعن کیا۔ ۸۔ اگر دشمن  
 اپنے اور پر اعتماد کرے یا پناہ لے تو چاہیے کہ فریب و خیانت سے محترز ہو کر بخشش اور مروت کی شرط بجا  
 لاوے تاکہ نیک خوئی اور راستی اوسکی سب کو معلوم ہو اور برائی اور بد خوئی دشمن کی طرف عاید ہو۔  
 ۸۔ دشمنوں کے دفع کرنے کے تین طریق ہیں۔ ایک یہ کہ آپ سے اصلاح پر آجا دیں اگر یہ میسر نہ ہو تو کسی کو  
 درمیان لا کر ایسا کرے۔ دوسرے یہ کہ اونکی شرارت سے مقام دور و دراز یا سفر میں رکھ کر بچ رہنا تیسرے  
 بیچ کنی سے۔ مگر یہ بات سب تدبیروں کے بعد ہے اور اس پر اقدام جب کرے کہ دشمن بالذات شریر ہو اسکی  
 بددعا سے کسی طرح نہ بچ سکے اور جانے کہ دشمن مجھ پر فتح پاتا ہے اور اگر اوس کے دفع کرنے کا طریق  
 اور مخالفت سے بن آوے تو سب سے بہتر۔ ۹۔ حاسد کو فضیلت و نعمت اور اسباب سعادت  
 جو اوسکے غم و حسد کے باعث ہوں دکھا کر ایذا دینا چاہیے اوس کے عیبوں کو ظاہر کر دینا لازم ہے تاکہ  
 آدمی اوس کی بد خوئی سے واقف ہوں اور اوس سے متہم جانیں اور ایسے شخص کی عداوت کے دفع  
 کرنے کی سعی بے فائدہ ہے جیسے کسی نے کہا ہے بیت

ہر عداوت کا دفع ممکن ہے	پر نہ زائل ہو جو حسد سے ہو
-------------------------	----------------------------

جو لوگ نہ دوست ہیں اور نہ دشمن اوسکے ساتھ گزران کرنا حسب مراتب مختلف طور پر چاہیے  
 اوسے کشادہ روی کے ساتھ ملاقات کرنا واجب ہے مگر اونکی بات کے ماننے میں جلدی نہ کرے  
 اور اوسکے ظاہر احوال پر زلیفہ نہ ہو کیونکہ ہر ایک شخص کی غرضوں کی اطلاع بتا مل ہوتی ہے بعد اسکے  
 جو بہتر اور مناسب ہو اس پر عمل کرے اور کمینوں کے ساتھ بردباری سے گزران کرنا چاہیے اوسکے  
 احمق پن اور گالی دینے کا خیال کر کے اوسکے بدلے کے قصد میں نہ رہے بلکہ سلوک و رفت و مدارات



لے ساتھ اون سے بجات حاصل کرے اور تکبر کرنے والوں سے تکبر کرنا ضرور ہے تاکہ اوس سے عبرت پزیرین  
 کیونکہ اوس سے تواضع کرنا اون کی گمراہی کی زیادتی کا موجب ہوگا۔ اگر اوس نے تکبر کی چال چلے تو شاید متنبہ ہو کر  
 اوس خصلت سے باز رہیں۔ نکتہ۔ دشمن تین طرح کے ہیں ایک اپنا دشمن۔ ایک اپنے دوست کا  
 دشمن اور ایک اپنے دشمن کا دوست۔ نکتہ۔ دشمن جب سب چالاک کرچکنا ہے تو دوست بن کر  
 کام تمام کرتا ہے۔ قول ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ ہزار دوست ہوں تو کم جانے اور ایک دشمن ہو تو  
 بہت سمجھے نکتہ دشمن سے ہر بار بدی مت کر شاید کبھی دوست ہو جائے۔





# چوتھا

## آداب خدمت ملوک کے بیان میں

بادشاہ اور حکام کے ساتھ رعایا اور تابعین کے برتاؤ کا یہ طریقہ ہے کہ اپنے دل و جان سے ان کے ساتھ اتحاد حاصل کریں اور زبان سے ان کی مدح و ثنائیں مصروف رہیں اور ہاتھ پاؤں سے ان کی اطاعت اور خدمتگزاری دل سے کریں اور ان کے امر و نہی کے قبول کرنے میں اگر خلاف حکم خدا کے نہ ہو بقدر امکان غرض اطمینان بجالانا اور بطیب خاطر ادائے حقوق شاہی سے جیسے خراج وغیرہ ہرگز سرتابی نہ کرنا چاہیے۔  
نظارہ و باطن سے ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کریں اور ضرورت کے وقت جان و مال کو ان پر تصدق کریں کیونکہ دین و دنیا اور آل و اولاد کی حفاظت ان کی ذات عالی پر موقوف ہے۔

جو لوگ شاہی خدام کے شمار میں ہیں ان کو چاہیے کہ اپنے منصب سے زیادہ خصوصیت پر دلیری نہ کریں کیونکہ بادشاہ کی صحبت کو آگ میں جانے اور شیر کے ساتھ اختلاط کرنے سے تشبیہ دی ہے اور یہ سچ ہے کہ آداب سلطانی کی رعایت نہایت مشکل ہے ہر سیکڑا اسکے تحمل کی تاب نہیں طریقت کے مشائخون میں سے بعضوں نے کہا ہے کہ جس نے بادشاہوں کی خدمت نہیں کی وہ گویا تعلق سے خالی ہے اس سے راہ طریقت کا چلنا نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ بادشاہ ظل اللہ ہے اس کی مجلس خاص کے آداب کی رعایت کرنی کمال نفسانی اور رسوم طریقت کے بجالاتی ہے سبب ہے جس کو ان کی بارگاہ میں داخل ہو چاہیے کہ جو کام اس کے سپرد ہو اس میں مشغول رہے اور فضول کاموں میں دخل نہ دیا کرے اور حکام ان کی طرف سے مقررہ قواعد و ضوابط کی تعمیل کرے۔



کیونکہ جو چاہے اوس کے صادر ہوا ہے البتہ کوئی عمدہ وجہ اوسکی پہنچی پس اوس وجہ کو استنباط کرنے اچھے طور  
 سے بیان کر دے اور اگر کسی کو اوس کی نصیحت کرنے کا منصب ہو تو ملائمت اور حسن آداب سے عرض کرے  
 اور وزیر و شیر کو چاہیے کہ بادشاہوں سے جو رائے خلاف مصلحت سرزد ہو پہلی بار اوسکی موافقت کرے  
 بعد اوسکے بطریق سہولیت اوسکو اوسکی خاطر سے دور کرے کیونکہ بادشاہ کو نصیحت وہ کرے جسکو نہ خوف جان  
 ہو نہ امید نان اور حکیموں نے کہا ہے کہ بادشاہ سیل کی مانند ہیں جو کسی پہاڑ سے بہے اگر کوئی اوس سے  
 ایک بارگی کسی طرف کو پھیرا جائے تو اپنے تئیں درطہ ہلاکت میں ڈالے لیکن اگر پہلے چھوڑ دے اور آہستہ  
 آہستہ تدبیر سے ایک طرف کو خس و خاشاک سے باندھے تو پھر نا اوس کا آسان ہے اور بادشاہوں سے  
 مقصد حاصل کرنے کے لئے طور معقول کو وسیلہ کرنا چاہیے اور الحاج و مبالغہ کرنا بہتر نہیں اور حرص سے  
 اجتناب اور قناعت میں کوشش کرنا لازم ہے کیونکہ دنیا اوسکی کو چاہتی ہے جو اوس سے ہونہ پیر لے  
 اور جو کوئی اوسکو چاہے تو اوسکی طرف سے ذہ پشیمہ پھیر لیتی ہے اور چاہیے کہ جان و مال سے اوسکی آرائش  
 طلب کرے نہ اپنا تحمل۔ ابن مقفع کے آداب میں لکھا ہے کہ اگر سلطان تجھے بہائی کہے تو اوسکو خداوند نعمت  
 کہا کر اے کتنا ہی تیرا مرتبہ زیادہ ہو تو تعظیم میں اوسکی مبالغہ کر اور جب اوس کے پاس کسی نوع کا تقرب  
 تجھے حاصل ہو تو خلوت میں گفتگو کر کے بہت سا تعلق و تضرع مت کر کہ وحشت اور بیگانگی کی علامت  
 ہے اور وزیر کو چاہیے کہ اپنے ارادے کو سلطان کی مرضی کے تابع کر دے کیونکہ جب تک دو شخص ایک  
 نہیں ہوتے اتحاد کا رابطہ نہیں ہوتا حکیموں نے فرمایا ہے کہ بادشاہ کی نسبت پچیس باتوں کا تابعدار ہونا  
 کو خیال رکھنا چاہیے۔ اول اپنی خواری و زاری و عجز و خدنگداری و کسانا چاہیے کیونکہ بادشاہوں  
 کی ہمت اور مزاج عالی ہوتا ہے ہر ایک سے پرستاری چاہتے ہیں اور اپنے تئیں اسکے قابل سمجھتے  
 ہیں۔ دوسرے تحمل محنت و مشقت اور صبر و کمالات پر کرنا چاہیے کیونکہ بادشاہوں کی خدمت  
 میں محنت ہوتی ہے اور راحت و لذت محال ہے۔ تیسرے جو کچھ سوچے خواہ کے یا کرے چاہیے کہ  
 مصلحت بادشاہ کی اوس میں سوچ لے۔ چوتھے نرمی سے ظلم کو بادشاہ کے نزدیک برا اور عدل کو  
 تعریف کر کے اذیت کرنا چاہیے۔



ہو کیا تو اس حکم میں یہ بھی شریک ہوا۔ پانچویں بادشاہ کو یہی لڑنے پر مستعد رکھ کر اوسکی بیٹی سب کو پہنچے  
کیونکہ عمدہ انعام وہ ہی ہے کہ عام ہو جیسے سورج کی روشنی اور پانی کی جھڑی سب کو پہنچتی ہے۔ چھٹی  
جب تک کسی پر اعتماد کلی نہوار بارہا آزمایا نہتو اوسکی تعریف بادشاہ کے آگے نہ کرے تاکہ بوقت امتحان  
حضور شاہ میں شرمندہ نہ ہو۔ ساتویں جو شے بادشاہ کو قسم اسپ و لوکر و متاع وغیرہ مرغوب ہو اپنے  
واسطے قبول نہ کرے بلکہ استدعا کر کے نذر کر دے۔ آٹھویں جب بادشاہ کوئی بات کہے بدل و جان  
و عقل و ہوش و چشم و گوش متوجہ رہے اور کسی فکر و کام میں مشغول نہو کیونکہ سلاطین بہت غیرت مند  
ہوتے ہیں اونکی توجہ کے وقت کوئی دوسری طرف نظر یا بات کرتا ہے اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔  
نویں مجلس شاہی میں کسی سے سرگوشی یعنی کاناپہوسی نہ کرے کیونکہ بادشاہ کے حضور میں جب دو  
شخص کچھ ہمیدگی بائیں کریں اور بادشاہ نہ منے تو اوسکو بہت طرح کے گمان و خیالات ہونگے اور غالباً  
اونکی طرف سے اوسکے دل میں کدورت پیدا ہو جائے گی۔ دسویں جب بادشاہ کوئی سوال کرے  
تو جواب میں سبقت نہ کرے جب تک کہ خاص اوس سے پوچھا نہ جاوے کیونکہ ایسی بات سبکی اور خفت  
کا سبب ہے اور دوسرے لوگ اس صورت میں دشمن ہو جاؤنگے اور عیب گیری سخن کی کرینگے جس  
چپ رہنا چاہیے تاکہ اور لوگ جواب دیں اور ہر بات کا عیب و نہر پہلے معلوم ہو جاوے پھر جوابات سب  
سے اچھی معلوم ہو وہ عرض کرے۔ گیارہویں جب تک کہ بادشاہ کچھ نہ کہے ابتدائے سخن نہ کرے اور  
جب پونچھ جواب بقدر ضرورت دے اور جب بادشاہ کی خواہش زیادہ سننے کی ہو تو مضائقہ نہیں۔  
بارہویں اگر بادشاہ کسی بات سے آگاہ نہ کرنا چاہے تو ہرگز اوسکی تلاش و تحقیقات کی فکر نہ  
کرے کیونکہ اگر اوسکو قابلیت واقفیت کی ہوتی تو اس سے وہ بات خود کہی جاتی اور دریافت کرنے  
میں اوس بات کے مبالغہ کرنا باعث غضب بادشاہی ہے تیسرہویں تحفہ اور عطیہ سے جو بادشاہ  
عنایت کرے بے پروائی نہ کرے خواہ وہ شے تمیزی ہی ہو کیونکہ بادشاہوں کا تہوار تحفہ بہت ہے اور  
بے پروائی عنایت شاہی کو حقیر جاننے کی علامت ہے دانائی سے بعید ہے کہ بادشاہ کا فیض کیسی  
طرف متوجہ نہوار نہ کرے۔



ہے۔ پندرہویں جو کچھ بادشاہ عطا کرے اور پرخوشی سے قناعت کرے اور زیادہ طلبی اور حرص نہ  
 کرے۔ سولہویں بادشاہ کے حضور و غیبت میں نیکی اور انعام بادشاہ کے بیان کیا کرے اور کسی  
 سے کوئی کلمہ خلاف ادب بادشاہ کی نسبت اگر سنے تو اس سے ملامت سے ملامت کرے و نصیحت  
 کرے اگر نہ مانے اس کی صحبت و ملاقات ترک کر کے اُس سے بات نہ کرے۔ سترہویں جو کام پسر و مرد کا  
 ربط کرے اور ہمیشہ حاضر باش رہے کہ جب بادشاہ طلب کرے فوراً حاضر ہو اور ایسی ہر دم کی حاضری  
 سے کہ موجب طلال شاہی ہو پر ہیز کرے۔ اٹھارہویں محبت و عنایت بادشاہ پر اعتماد کرے اور  
 بہت خدمتگذاری کا غرور نہ کرے کیونکہ اس غرور کے سبب سے خدمت کو بھول جاوے گا اور بادشاہ پر یہ ظاہر نہ  
 کرے کہ میرا حق خدمت سابقہ آپ پر ہے بلکہ نئی ملازمت و خدمت و دعا گوئی و فرمانبرداری سے حق  
 ثابت کرتا رہے تاکہ اخیر خدمت اول حق خدمت کو تازہ کر دے کیونکہ جو بات آگے ہو گئی بادشاہ لوگ  
 اس کو فراموش کر دیتے ہیں اور یہی خدمت کے احسان مند نہیں ہوتے وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اپنے  
 تئیں حق دار خدمت لینے کا جانتے ہیں۔ او بیسویں محل و موقع عرض کو نگاہ رکھے کیونکہ جیسے  
 نماز بیوقت قبول نہیں اسی طرح عرض حاجت بھی وقت پر ہو تو منظور ہوتی ہے۔ بیسویں اگر بادشاہ  
 عزیز رکھے تو چاہیے کہ جو لوگ اُس کے مقرب ہیں یا خدمت قدیم رکھتے ہیں ادنیٰ بیشی نہ چاہیے کیونکہ  
 بیوقوفی اور خفقت کی دلیل ہے شاید وہ شخص جس سے ترجیح چاہتا ہے بادشاہ کو بہت پیارا ہو یا خدمت  
 شرط کے ساتھ کی ہو کہ بادشاہ اس کے حق کو کبھی ضائع نہ کرے گا اور جب اس کے دفع کی فکر میں ہو تو بادشاہ  
 اس کی طرف ہو جاوے اور یہ شرمندہ ہو۔ اکیسویں ظلم بادشاہ سے رنجیدہ نہ ہو اور اس کی سختی و غضب  
 کو خوشی سے قبول کرے کیونکہ سلطنت کی عزت اور حکومت کا دیدار زبان کو بے سبب لوگوں کی لڑائی  
 پر بھول دیتا ہے پس اگر بسبب اُس شان کے کہ لازمہ سلطنت ہے کہ سیکو بادشاہ برا کہے تو چاہیے کہ  
 وعادیوں۔ با بیسویں اگر بادشاہ کے غضب میں پڑ جاوے تو کسی سے شکایت نہ کرے اور گناہ  
 کا الزام نہ طرف عاید کرے اور ہر کوشش معاف روا زالہ خشم کی کرے بیسویں اگر بادشاہ کسی سے



خفا ہوا اوس کی رائے میں کوئی سہم ہو گا اوس سے الگ رہے اور اس کے احاطہ نظر سے اور اوس کی  
 تعریف نہ کرے یا جب تک بادشاہ کا غصہ رفع نہ ہو جاوے اور امید معافی کی نہو۔ اُس سے عذر خواہی اپنی  
 کنارہ کشی کی نہ کرے بعد ازاں بطور مناسب عذر کرے کہ پروردہ راضی اور مہربان ہو جاوے۔ چوبیسویں  
 بادشاہ کی اطاعت کو جبر و سبکدزدی سے اداے خدمت میں مستعد رہے اور بادشاہ کی رضا مندی کا خیال  
 رکھے اور ایسا کرے کہ اوسکی خوشی حاصل ہو اور وہ چار طرح سے ہو سکتی ہے۔ اول یہ کہ جو کچھ بادشاہ کہے اوسکی  
 تصدیق کرے سوائے امر مخالف دین و شرع کے۔ دوم۔ بادشاہ کی رائے و تدبیر کی تعریف کرے سویم  
 اوسکی خویان ظاہر کرے۔ چھاسم۔ اوس کے عیب چپاوے کیونکہ جو نادان اپنے ولی نعمت کی  
 خدمت میں بیدلی اور اپنے اقل سے سرکشی کرتے ہیں وہ آخر کار اوسکی نتیجہ میں ایذا پاتے اور نقصان اٹھاتے  
 ہیں چنانچہ بمصدق اس مضمون کے یہاں ایک حکایت نصیحت آمیز لکھی جاتی ہے۔ حکایت ایک  
 روز بدن کے تمام اعضا متفق ہو کر معدہ کا گلہ کرنے لگے کہ ہم کمانے کھاتے تھے جاتے ہیں اور یہ کجخت  
 معدہ مفت میں ہماری کمائی ہضم کرتا جاتا ہے آخر سب نے اوسکی اطاعت سے سرکشی کی پاؤں نے رفا  
 ہاتھوں نے کاروبار ترک کیا۔ آنکھوں نے بصارت سے آنکھ چورائی کان سماعت سے بے بہرہ ہو  
 ناک نے سونگنا۔ زبان نے چکھنا چوڑ دیا۔ جب اعضا کی نافرمانی اس حد کو پہنچی کہ ہر ایک نے اپنا اپنا  
 کام بند کر دیا تو غریب معدہ کو غذا کمان سے میسر ہو سکتی کچھ عرصہ تک بے آب و دانہ صبر کئے پڑا ہا آخر کار  
 ہر ایک عضو کو ایذا پہنچی اور اوسکی طاقت زائل ہونے لگی۔ ہاتھ کف افسوس ملنے اور پاؤں اڑیاں رگڑنے  
 لگے آنکھوں نے رونا جیکننا شروع کر دیا۔ کان بھی مارے ضعف کے سن ہو گئے۔ ناک کا بھی ناک میں م  
 آگیا دباں کا بولنا بند ہوا معدہ نے کہا اومیرے مددگار و اب تم کو معلوم ہوا کہ جو کچھ تمہاری محنت و مشقت  
 کی بدولت مجھ کو پہنچتا تھا وہ راگناں نہیں جاتا تھا بلکہ خود تمہارے ہی صرف میں آتا تھا جو غذا تم مجھ کو  
 حوالہ کرتے تھے میں اوسکو ہضم کرتا تھا اور جو خون اوس سے پیدا ہوتا وہ رگوں کے وسیلہ سے کل اعضا  
 میں حصہ تقسیم ہو جاتا تھا۔ اوسی سے تم سب کی پرورش ہوتی تھی بس جبکہ اعضا نے اپنی ناعاقبت  
 اندیش حرکت کا نتیجہ صاف صاف دکھایا کہ انہی نے مرئی اور سر رست سے مخالفت اور ستمائی میں کیا



رازداری کہ سب ادب کی اصل ہے اختیار کرنا چاہیے اور بادشاہ کے بید چپانے میں مبالغہ کرے اور طریق  
 احتیاط اس باب میں یہ ہے کہ بادشاہ کے ظاہری قول کہ جو سب نوکروں کو معلوم ہوں چپا دے کہ  
 رازداری کا ملکہ حاصل ہو اور اگر بادشاہ کو اس کے حال کی خبر ہو اور کبھی کوئی بید کھل بھی جائے تو اس پر ہمت  
 نہ آوے کیونکہ افشاے راز عقل و فراست سے دریافت ہو سکتا ہے کہ کس نے کیا ہوگا۔ قول  
 حکیم بزرچہر نے کہا ہے کہ بنے اپنے استاد سے پوچھا کہ سردار کا حق تا بعد ازاں کیا ہے کہا یہ کہ اس کا بید نہ  
 کہے اس کی خدمت میں پہلوتھی نہ کرے۔ اور اس پر دوسرا سر دار نے قبول کرے۔ اس باب میں حکایات ذیل  
 طریق اطاعت سلطانی کے واسطے نظیر میں حکایت سلطان محمود ایاز کو نہایت دوست رکھتا تھا  
 اسلئے تمام ارکان دولت نوکر چاکر اس سے دشمنی رکھتے تھے ایک روز ان بہون نے بادشاہ سے کہا  
 کہ ایاز ہر روز اکیلا جو اسر خانہ میں جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ چراتا ہے ورنہ جو اسر خانہ میں اس کا کیا کام  
 ہے بادشاہ نے فرمایا کہ جب میں اس سے اپنی آنکھ سے دیکھوں تب باور کروں دوسرے روز ان لوگوں  
 نے خبر دی کہ اس وقت ایاز ایک صندوق کو لکر پڑا اور میلا کپڑا پہنتا ہے یہ دیکھتے ہی بادشاہ نے اندر جا کر  
 ایاز سے پوچھا کہ تو نے کیوں ایسا کپڑا پہنا اس نے عرض کی کہ خداوند میں جب آپ کی خدمت میں  
 نہ تھا تب یہی کپڑا کرتا تھا اب میں آپ کے دولت و اقبال سے اچھا اور بیش بہا کپڑا کرتا ہوں اسلئے اپنے  
 پڑانے کپڑے کو ہر روز دیکھتا ہوں اور پہنتا ہوں کہ اپنی قدیمی حالت کو فراموش نہ کروں اور خداوند نعمت کی  
 قدر پہچانوں جب بادشاہ نے یہ جواب سنا تب اس کی بات نہایت پسند کر کے اس کا مرتبہ بڑھایا سچ کہا ہے کہ  
 سگ حق شناس بہتر ہے مردم ناسپاس سے نقل ہے کہ سلطان محمود کی مہربانی کے سبب سے کچھ لوگ  
 ایاز پر حسد کرتے تھے اور اس کی شکایت کیا کرتے تھے کہ ہم قدیم لوگوں کے سامنے اس پر اعتبار اور مہربانی  
 کی کیا وجہ ہے وزیر نے اس بات کو بادشاہ سے عرض کیا بادشاہ خاموش ہو رہا ایک روز چند عطر کے شیشے  
 کسی بادشاہ نے تحفہ طریق بھیجے تھے سلطان محمود نے حاضرین میں سے ہر ایک کو ایک ایک شیشہ دیکر فرمایا  
 کہ توڑو اب سب نے تعمیل حکم میں توڑ ڈالے بادشاہ نے فرمایا کہ شیشے کیوں توڑے سب نے عرض کیا



کہ حکم عالی کی بجا آوری میں ایسا کیا ہے بادشاہ نے ایاز سے پوچھا کہ تو نے کیوں توڑا عرض کیا کہ البتہ مجھے بڑا قصہ  
ہوا سزاوار اس کا ہوں کہ میرا ہی کاسہ سر پہرے سے توڑا جائے تب سب سے بادشاہ نے فرمایا کہ سب  
میری عنایت کا ایاز پر ہی ہے۔





# جوہر و تحفہ

## دستور مملکت و طریقہ سلطنت کے بیان میں

بادشاہوں کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اون کا اختیار رعیت کے کاموں پر کس قدر رہنے سے رعیت کی فلاح و بہبود ہوتی ہے اور پھر وہ اختیار کس قدر بڑھنے سے اونکی تخریب کا باعث ہو جاتا ہے بعضے بعضے ملکوں میں حکام اپنی رعیت کے کاموں پر اتنا اختیار رکھتے ہیں کہ اگر کسی کے گھر میں کوئی مر جاوے تو سوائے آئین کے حکم کے اور طرح پر وہ اوسکا ماتم نہیں رکھ سکتا یا اگر کوئی شخص تجارت کیا چاہے تو سوائے اُن چیزوں کے جن کے لئے حکام کی اجازت ہے اور چیزوں کا سود انہیں کر سکتا ایسی ایسی باتوں پر حکام کا اختیار رہنے سے کیسے رعیت کی بہتری نظر نہیں آتی لیکن اسی طور پر بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ جنہیں حکاموں کا اختیار رہنے سے رعیت کی خرابی اور تباہی متصور ہے مثلاً اگر ہر ایک شخص کو اختیار ہو کہ چاہے جتنے آدمی نوکر رکھے اور چاہے جہان قلعہ بناوے چاہے جسے لوٹ لےوے اور چاہے جسے مار ڈالے تو خیال کرنا چاہیے کہ کس قدر ملک میں بے انتظامی اور بدعقلی ہو جاوے گی پس اس حالت میں حکام کا اتنا ہی اختیار رہنا بہتر ہے کہ جس سے سوائے بہلائی کے رعیت کی کچھ بُرائی نہ ہو سکے اور اسی واسطے آئین اور قانون بننے میں کہ جس میں ہر ایک بات کے درمیان اوس قدر حاکموں کی مداخلت اور اختیار ہے کہ جس سے ملک کی بے انتظامی کا ڈرنہ ہو اگرچہ یہ سچ ہے کہ حکام اپنی رعیت کی بہتری کی واسطے کسی بے وقوف کو مائل اور غریب شخص کو بغیر دوسرے کی دوستی چھین لینے کے دولت مند نہیں کر سکتا اور نہ کسی بُرے آدمی کو بہلا بنا سکتا ہے یہ باتیں انسان کو صرف اپنی محنت



دکوشش سے حاصل ہوتی ہیں لیکن تو بھی حاکم بہت سے ایسے کام کر سکتا ہے کہ جس سے اسکی رعیت کو  
 ان تینوں چیزوں کا حاصل کرنا بہت آسان ہو جاوے۔ حاکم انکی جان مال اور حرمت کی حفاظت کرے  
 کہ اس بات سے بڑا کام نہ کر کے اچھو کاموں کی طرف دل دیوینگے اور دل میں کسی بات کی وحشت نہ رہنے سے  
 علم و ہنر حاصل کرنے کی فرصت پاویں گے۔

طریقہ انتظام گورنمنٹ یہ ظاہر ہے کہ ملک کے سب کام تو ایک آدمی سے نہیں ہو سکتے پس ایک  
 ایک کام کو ایک ایک آدمی کے ذمہ کر دینا چاہیے اور حاکم ان سب آدمیوں پر نگاہ رکھے کہ کسی طرف کسی کام میں  
 کوئی شخص سستی نہ کرنے پاوے اور یہ کام دو طرح کے ہیں۔ پہلے تو حاکم کو اپنی رعیت باہر کے دشمنوں  
 سے بچانی پڑتی ہے اور اس کام کو صیغہ بیرونی کہتے ہیں اور وہ دو طرح کا ہے ایک تو صلح کے ساتھ دوسرا  
 لڑائی سے۔ دوسرے رعیت کو آپس میں لڑنے جھگڑنے اور ایک کو ایک پر زیادتی کرنے سے باز رکھنا پڑتا ہے  
 اور اس کام کو صیغہ داخلی کہتے ہیں اور اس کام کے واسطے تین طرح کے آدمی چاہیے پہلے تو آئین بنانے والے  
 دوسرے آئین کے سمجھانے والے تیسرے وہ لوگ جو آئین کے حکموں کی تعمیل کرتے ہیں اب ان سب  
 کاموں کے لئے آدمی وغیرہ رکھنے کو خرچ کی واسطے روپیہ چاہیے اس واسطے حاکم اپنی رعیت سے ضرورت  
 کے موافق محصول کے طور پر روپیہ لیتا ہے اور اس روپیہ کے وصول کرنیکے کام کو تحصیل کا کام کہتے ہیں

اسکو انگریزی میں فارن ڈپارٹمنٹ کہتے ہیں اسکو ڈپلومیٹک ڈپارٹمنٹ کہتے ہیں

Deplomatic Department. Foreign Department.

اسکو ہوم ڈپارٹمنٹ کہتے ہیں اسکو وار ڈپارٹمنٹ کہتے ہیں

Home Department

War Department.

اسکو جسٹس ڈپارٹمنٹ کہتے ہیں اسکو جوڈیشل ڈپارٹمنٹ کہتے ہیں

Judicial Department.

Legislative Department.

اسکو ایگزیکٹو ڈپارٹمنٹ کہتے ہیں اسکو فنانشل ڈپارٹمنٹ کہتے ہیں



جہاں تک کہ حاکم رعیت کی جان و مال و حرمت کی حفاظت کے واسطے اس سے روپیہ لیوے وہاں تک تو انصاف ہے اور جب حاکم رعیت سے روپیہ وصول کر کے اپنے کام میں صرف کرنے لگے یا اپنے پہننے کے لئے ہیرے موتی خریدے یا سونے چاندی کے تخت اور پلنگ بنوائے اور دایمات کاموں میں ان روپیوں خرچ کر ڈالے اور رفاه رعایا اور حفاظت جان و مال و حرمت کی اوس سے کچھ نہ کرے تو یہ سراسر ظلم ہے اب ان سب کاموں کا جدا جدا فرقہ میں بٹ جانا اور دو دو چار چار کام پر ایک ایک آدمی کا رہنایا ایک ایک کام کے لئے دو دو چار چار یا زیادہ آدمی کا مقرر ہونا ملک اور آمدنی کی کمی اور زیادتی پر موقوف ہے سو اس کے چونکہ انتظام احوال خلافت بادشاہ کے حکم پر منحصر ہے اگر اذن کی طبیعت تمہذیب و تربیت رعایا کی طرف متوجہ نہ ہو تو قباحات اوسکی تمام خلعت و سلطنت پر موثر ہو پس اہتمام تعلیم و درستی اخلاق رعیت دوسرے سلاطین واجب ہے اس واسطے حکام کو اپنی رعیت کے پڑھانے لکھانے کے واسطے ہی ایک جدا سرشت جسے سرشت تعلیم کہتے ہیں مقرر کرنا چاہیے اور اس بات کا خیال رہے کہ جب تک کوئی آدمی اچھی طرح لکھا پڑھا نہ ہو کسی کام پر مقرر نہ ہونے پادے۔

جانتا چاہیے کہ حکومت بھی بہت طرح کی ہے اور ہر قسم کی حکومت ہر ملک کے لئے بموجب اوسکے آدمیوں کے لیاقت اور حوصلہ کے موافق ہوتی ہے دنیا میں اب تک بہت ملکوں کے اندر خود مختار بادشاہی حکومت ہے اور ایسے ملک کے حاکم کو بھی اختیار حاصل رہتا ہے چاہے ایک دم میں سینکڑوں آدمی کا خون کر ڈالے اور چاہے ایک لمحہ میں ہزاروں شہر اور جاڑ ڈالے لیکن جس جس ملک کے درمیان کہ علم اور عقل کی روشنی اچھی طرح پھیل گئی ہے وہاں لوگ اس خود مختار بادشاہی حکومت کو اوٹھا کر ملک کے بندوبست کے واسطے پنچایت مقرر کرتے جاتے ہیں اور اوسکو پنچایتی حکومت کہتے ہیں چنانچہ امریکہ میں بہت دن سے یہی حکومت چلی آتی ہے اور فرنگستان کی اکثر ولایتوں نے بھی آج کل یہی طریقہ اختیار کیا ہے ایسی حکومت رہنے سے رعیت اپنا بندوبست آپ کرتی ہے اور سوائے اپنی بہلانی کے کبھی کوئی کام اپنی خواہی کا نہیں ہونے دیتی طریقہ اوس پنچایت کے بنانے کا یہ ہے کہ گاؤں گاؤں اور شہر شہر کے آدمی اپنی جگہ پر



الکشا ہو کر ایک مقرر عرصہ کے لئے کسی ہوسٹیا اور مجسٹریٹ کے پاس آجائیں اور یہاں پر ایک سال تک  
وکیل اکٹھا ہونے سے وہ اس ملک کی پنچایت کسی جاتی ہے اور جو کچھ کام کہ وہ کرتے ہیں گویا تمام رعایا کا  
کیا ہوا سمجھا جاتا ہے لیکن اکثر قالیچہ اس طریقہ کو زیادہ مستحسن نہیں سمجھتے۔

طریقہ تقریر پارلیمنٹ سوائے ان اور پر لکھی ہوئی دو قسموں کے ایک تیسری اور یہی آئینی بادشاہت  
ہے کہ جواب انگلستان میں ہے اس میں نہ تو بادشاہ کو مثل بادشاہی حکومت کے رعیت کی خرابی اور برائی  
کرنے کا اختیار رہتا ہے اور نہ رعیت میں سے کسی کو مثل پنچایتی حکومت کے بادشاہت نزع کرنے کے سبب  
اس ملک میں زیادہ اختیار حاصل کر نیکاح حاصل ہوتا ہے پس جو اس ملک کا آئین ہے اسی کے بموجب  
رعیت اور بادشاہ دونوں ایک سلسلے سے کام کرتے چلے جاتے ہیں اور اگر کچھ احتیاج کسی آئین کے  
بدلنے کی پڑتی ہے تو جب تک کہ بادشاہ اور رعیت دونوں کی ایک رائے نہ ہو تب تک کسی طرح وہ آئین بدلا  
نہیں جاسکتا اور اسی بات کے لئے وہاں ایک مجلس جسے پارلیمنٹ کہتے ہیں مقرر ہے اس کے دو درجے  
ہیں پہلے درجہ میں تو اراکین سلطنت بیٹھے ہیں اور دوسرے درجہ میں رعیت کے وکیل جو گاؤں گاؤں اور  
شہر شہر سے آتے ہیں جگہ لیتے ہیں پہلے درجہ والے تو بادشاہ کی پیروی کر کے کوئی بات ایسی نہیں ہونے  
دیتے کہ جس میں اس کا نقصان ہو اور دوسرے درجہ والے رعیت کی طرفداری کر کے انہیں کوئی اسطرح  
کی بات نہیں کرنے دیتے کہ جس سے ان کی خرابی ہو غرض جو بات کہ پارلیمنٹ سے ہوتی ہے اس سے  
بادشاہ اور رعیت دونوں کی بھلائی متصور ہے اور یہ دستور ہے کہ جب تک کوئی آئین پارلیمنٹ کے دونوں  
درجوں سے منظور ہو کر بادشاہ کے دستخط سے منظر میں نہو جاوے تب تک وہ آئین کے طور پر ہرگز نہ  
مانا جاوے گا۔

دنیا کے بعض بعض ملکوں کا حال اب تک ایسا ہے کہ قزاقی اور ریزنی کی وجہ سے کسی شخص کو یہ امید نہیں کہ  
وہ بغیر اپنی قوت بازو کے قتل و غارت سے محفوظ رہ سکے گا۔ کاشتکار جو وقت کسیت میں تخم ریزی کرنے جاتا  
ہے تو ایک مردگاہ کو جو نیزہ و شمشیر سے مسلح ہوا اپنے ہمراہ لے جاتا ہے تاکہ اس کے بیج اور مویشی نہ لٹ جائیں  
ایسی حالت میں جو کام ایک شخص کر سکتا ہے وہ دو کے درمیان پورا ہوتا ہے اور مرد اور دو نوین تقسیم ہو جاتی ہے



اسی طرح وحشی قوموں کا زیادہ وقت اپنی حفاظت و دوسروں پر حملہ کرنے میں صرف ہوتا ہے جن ملکوں میں  
دوب حکومت نہیں ہے وہاں غارتگری کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے اکثر باشندے جوانی میں مارے جاتے ہیں  
بہت کم ایسے ہیں جو سن رسیدہ ہو کر مرتے ہیں۔

جو محنت شخص اپنی جان و مال کے لئے برداشت کرتا ہے وہی محنت ایک خاندان بلکہ ایک بستی کے لئے کافی  
ہو سکتی ہے اسی بنیاد پر حکومت قائم ہوتی ہے اور جب حکومت استحکام کے ساتھ قائم ہو جاتی ہے تو  
ستورے سے آدمی مسلح ہو کر لاکھوں کی پاسبانی اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے کر سکتے ہیں۔

ملک کے انتظام اور امن و امان قائم رکھنے کے لئے جو کچھ خرچ پڑتا ہے وہ جملہ رعایا سے وصول کیا  
جاتا ہے اسکو ٹیکس یا خراج کہتے ہیں پس رعایا کو لازم ہے کہ اپنی جان کی سلامتی اور مال کی حفاظت  
کا معاوضہ نہایت شکرگزاری کے ساتھ بلا عذر ادا کرے۔ بعض لوگ ایسے کج فہم ہیں کہ وہ سرکاری ٹیکس  
کو ایک جبر خیال کرتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ اگر نصف اوقات انکی اپنی حفاظت میں صرف ہوتی تو نسبت  
ٹیکس کے بہت زیادہ خرچ پڑتا اور جو امن و حفاظت حکومت کی بدولت حاصل ہے وہ ہرگز میسر نہ ہوتی۔  
اسمیں شک نہیں کہ دنیا میں اکثر حکومتیں ایسی پائی جاتی ہیں کہ جو اہل حکومت اپنے عیش و کامرانی  
کے مقابلہ میں رعایا کی مصیبتوں کی کچھ پروا نہیں کرتے لیکن یہ بُرائی ان آفتوں کے مقابلہ میں محض  
ناچیز ہے جو حکومت کے نہ ہونے سے پیدا ہوتی ہیں۔

اصل یہ ہے کہ حکومت کے ظلم و ستم کو تو انسان برداشت کر سکتا ہے الابے امن و بے سری حالت کا تحمل  
سخت دشوار ہے۔ جبکہ بدتر سے بدتر حکومت بھی عدم حکومت سے بہتر ہے تو ظاہر ہے کہ عمدہ حکومت کی برتری  
تو بے انتہا فوائد پر مشتمل ہوگی عمدہ گورنمنٹ کا بڑا مقصد رعایا کی جان و مال کی حفاظت ہے اور اس کے  
ساتھ تربیت عقلی۔ تہذیب اخلاق۔ بیمار مسکینوں کا علاج۔ تندرست مسکینوں کی پرورش مگر یہ برکتیں سب  
متفقہ کوشش کے بدون بہت کم حاصل ہو سکتی ہیں۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ جو محاصل ملک کا گورنمنٹ لیتی ہے وہ ملکی دولت میں سے کم ہو جاتا ہے انکی دلیل



واسطے نہیں خریدتے بلکہ دفع امراض کے لئے مول لیتے ہیں مگر ہم کہیں یہ نہیں خیال کرتے کہ دوا میں جو خرچ ہوتا ہے وہ فضول ہے۔

محقق زہر ہے کہ بادشاہ طبیب عالم کا ہے اور طبیب کو مرض اور اوسکی علامتوں کی پہچان اور دوا شناسی سے چارہ نہیں ہے پس ہر آئینہ سلطان پر واجب ہے کہ بادشاہت کے مرض اور اوسکے علاج کے طریقہ سے واقف رہے۔ چونکہ تمدن مراد ہے ہر قسم کے آدمیوں کے مجتمع ہونے سے تو جب تک ہر ایک اُن فرقوں میں سے اپنے اپنے مراتب کے موافق رہے اور اپنے اپنے پیشہ میں مشغول ہو اور وجہ معاش بھی حسب مدارج فرا ہو تو بیشک مزاج عالم کا روش اعتدال پر اور امور مملکت میں انتظام برقرار رہے اور جب اس طریق سے انحراف ہوا اختلاف و عناد پیدا ہو کہ جو سبب رابطہ الفت کے ٹوٹ جانے کا ہے اور اس سے خلل و فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے۔ پس سلطان کو اصناف خلق کو ہموار کرنا چاہئے تاکہ اعتدال تمدن کا حاصل ہو اور جیسے مزاج ترکیب عناصر کا اونکے ہموار رہنے سے اعتدال پر ہے ویسے ہی اعتدال مزاج تمدن چار صفتوں کی ہمواری سے متصور ہے۔

پہلی اہل علم جیسے فقیہ۔ عالم۔ قاضی۔ نویندہ۔ محاسب۔ مهندس۔ طبیب۔ شاعر جنکی قلم کی مدد سے دین و دنیا کے ارکان مستحکم ہیں۔ دوسری اہل تیغ جیسے پہلوان و سپاہ اور قلعہ کے نگہبان کیونکہ خلائی کی بہبود بغیر اونکی تیغ و خونخوار کے متصور نہیں۔ تیسری اہل معاملہ جیسے سوداگر اور صاحب مال و متاع۔ بہر و پیشے والے کہ اونکے ذریعہ سے سامان خوراک اور ہر قسم کے تحائف مہیا ہو سکتے ہیں اور دوردور کے باشندے انواع و اقسام کے طعام و اسباب آسائش سے فائدہ پاسکتے ہیں۔ چوتھی اہل زراعت جو نباتات کی تدبیر کرنا اور ثروت لایہی کی پیدا کرنا والے ہیں جنکی سعی و زہد کے بغیر ثباتہ زیست ممکن نہیں۔

چونکہ جہان بانی ایک کار عظیم الشان ہے اس واسطے بادشاہ کو سلطنت کے ہر کام و رعایا کی بہبود کی کیفیت سے خبردار ہونا ضرور ہے اور اہتمام مملکت و سرانجام ہزار ہا کار و بار رعیت کے واسطے ایک شخص کی دو آنکھیں۔ ایک دل و ایک زبان کافی نہیں۔ پس بادشاہ کو اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ اور تالیف



ہے کہ بادشاہ مثل ندی کے ہے اور ارکان دولت مثل نہروں کے جیسا رنگ و مزہ ندی کا ہوگا ویسا ہی نہروں کا ہوگا۔ اور ایک شخص کو ملازمان درگاہ سے جو علیہ امانت و دیانت و اعتبار سے مزین ہو منتخب کر کے شریک امور سلطنت اور ممتاز منصب وزارت فرمائے تاکہ جسوقت دوستوں اور لائق اہلکاروں کی امداد سے اور لوگوں کے چشم و گوش و دل و زبان پر قادر ہو تو گویا سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اپنے کانوں سے سنے اور اپنی زبان سے کہے اور اس طرح بند و بست ملک داری آسان ہو جائے۔

بادشاہوں کو رعایا پر شفقت کرنا لازم ہے کیونکہ زیر دست و غریبا پروردگار کی امانت کے طور پر اہل اقتدار کے ہاتھ میں سپرد ہیں ان کے کرم سے غریب و بیکس آسودہ حال اور شکستہ دل ان کے رحم سے ستم ظالموں سے فارغ البال ہو سکتے ہیں پس بادشاہ کو حال رعایا و کاروبار مملکت سے خبرداری ضرور چاہیے کیونکہ اگر بادشاہ غفلت و بے خبری اختیار کرے تو ظالموں کے ظلم کے سبب سے آبادی میں خرابی واقع ہو اور کمی آبادی موجب قلت خراج اور قلت خراج باعث زوال سلطنت ہے اور مجبور مقرر کرنا چاہیے کہ کاروبار ملک کی خبر دیا کریں اور بعد اگاہی خلل دفتر کے دور کرنے میں کوشش کرنا لازم ہے۔ چنانچہ اکبر بادشاہ خفیہ شب کو احوال رعیت دریافت کرنے کی واسطے گشت کیا کرتے تھے کیونکہ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ مقرران درگاہ اون کو سننے نہیں پاتے اگر نا بھی تو اپنی مصالحت یا وقت و موقع کے خیال سے بادشاہ کے گوش گزار نہیں کر سکتے ہیں۔

حکیموں نے کہا ہے کہ بادشاہ میں سات خصلتیں ہونا ضرور لازم ہیں پہلے علویت کہ تہذیب و اخلاق سے حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے رسائی عقل و فکر کی یہ نہایت دانائی اور تجربہ سے ہاتھ لگتی ہے۔ تیسرے قوت عزیمت یہ عقل درست اور بڑی مضبوطی سے میسر آتی ہے اور اس سے عزم الملوک کہتے ہیں یہ تین چیزیں جملہ خوبیوں اور فضیلتوں کے حاصل کرنیکی اصل ہیں۔ چوتھے مشکوٰۃ صبر کرنا کہ صبر کثرت مقصد کا وسیلہ ہے۔ پانچویں سیرت شریفی تاکہ مال رعایا میں طمع نہ کرے۔ چھٹے شکر یوں کی موافقت



سائون سب سب اس لئے کہ یہ موجب القاب محبوب اور سہیت و وفار کا ہے۔

بادشاہوں کو چار چیزوں سے احتراز کرنا لازم ہے ایک خشم و غضب سے کیونکہ غضب و غصہ عاجزون کا کام ہے اور بادشاہ عاجز نہیں ہوتا بلکہ سب ماتحت اور زیر دست اس کے ہوتے ہیں۔ دوسرے قسم سے کیونکہ قسم واسطے دور کرنے تہمت کے ہوتی ہے اور بادشاہ کو کس کی مجال ہے کہ تہمت لگا دے۔ تیسرے قسم و زراور مال و متاع میں بخل کے ساتھ پیش آنے سے کیونکہ وہ بخل کرے جسکو اندیشہ محتاجی کا ہو اور بادشاہ محتاج نہیں ہوتا۔ چوتھے کذب و دروغ سے کیونکہ دروغ گوئی بسبب امید و بیم کے ہوتی ہے اور امید و بیم کام زیر دست و محکوم کا ہے نہ دبر دست و صاحب حکومت کا۔

شفیق بلخی نے ہارون رشید کو سرور بال نصیحت کی کہ خدا نے تجھے دوزخ کا نگہبان بنایا ہے اور تین چیزیں عطا کی ہیں۔ مال۔ تلوار۔ تازیانہ۔ تاکہ تو انکے وسیلہ سے لوگوں کو دوزخ میں نہ جانے دے پس مناسب ہے کہ مال سے محتاجوں کی مدد کرنا کہ وہ روپیہ کی خواہش سے بُرے کام نہ کریں۔ تلوار سے ڈاکو اور خونی کو قتل کرنا کہ رعیت کو نہ سداوین اور تازیانہ سے مجرموں کو سزا دے تاکہ فساد سے باز رہیں اگر ایسا کر لگاتو تجھکو اور تیری رعیت کو دوزخ نصیب نہوگی ہارون سکر بہت خوش ہوا اور شفیق پر بہت شفقت کی۔

حکیم بزرگچہر وزیر تو مشیر و ان عادل سے منقول ہے کہ جو بادشاہ ان گیارہ اخلاق سے موصوف ہو اسکی سلطنت میں ہرگز زوال نہ آوے اور اندیشہ دشمن سے ایمن رہے۔ اول یہ کہ خشم و غضب سے احتراز ہو بادشاہوں کو چاہیے کہ ذرا سی بات کے سبب سے زیر دست و پیروں سیاست روا نہ گزین اور آتش غضب سے خانان ہستی ان بیچاروں کا غارت نہ کریں مگر چونکہ ریاست کو سیاست واجب ہے اور سیاست بغیر قہر کے ممکن نہیں پس چاہیے کہ قہر حد اعتدال سے متجاوز نہو یعنی مجرم پر بقدر جرم قہر کریں نہ یہ کہ مجرم ایک شخص خاص اور تمام قبائل مجرم ماخوذ ہوں اور جو مجرم پر قہر سجد اعتدال ہو تو اسکا نام عدل ہے اور عدل ہی کہلاتا ہے کہ ظالموں سے انتقام لیا جاوے اور مظلوموں کی داد دی جائے۔ دوسرے صداقت و راستی اور بادشاہوں میں یہ صفت ہونا ضرور لازم ہے کیونکہ اگر اس طائفہ علیہ میں صداقت نہو تو طرح طرح کے فتور و سرملکت میں واقع ہوں اور کیونکہ بادشاہ کا اعتبار نہر ہے۔ تیسرے مشورت اور صحبت عاقلوں کی کیونکہ



رونق ملک اور دولت کی تدبیر و رائے و دانشمندی سے چھٹی ہے اگر امر اور زراعت کا گاہ سلطنت کی دانش سے  
 بے بہرہ ہوں اور بادشاہ ادنیٰ مشورت پر عمل کرے تو جلد اس کی سلطنت میں زوال آجائے۔ چوتھے تو وضع  
 اور معنی تواضع کے یہ ہیں کہ اپنے تئیں دوسروں سے کمتر اور ادروں کو عزیز اور عزت دار تصور کرنا اور تواضع  
 بادشاہوں میں ہونا باعث تالیف قلوب ہے اور جب سب بادشاہ سے مانوس ہونگے تو دشمنوں کے دل  
 میں ہیبت زیادہ اور سلطنت کو استحکام حاصل ہوگا اور اگر خلعت بادشاہ سے مانوس نہ ہو اور متغیر ہو تو  
 دشمن فرصت پا کر حملہ کریں اور رعایا دشمنوں کے ساتھ ملکر مدد دے سلطنت کو زوال آجائے اور دشمن  
 غالب ہوں۔ پانچویں تقیض حال زندانیان بادشاہ پر واجب ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بیگناہ لوگ  
 غرضمندی اور مفسدوں کے اہتمام میں تکلیف قید میں آتے ہیں اور یہ بات عاقل جانتے ہیں  
 کہ بیگناہ مظلوموں کی دعا بجا اب انہی میں قبول ہوتی ہے۔ چھٹے حفاظت راہ کیونکہ جب تک راہ چروہوں  
 اور لشکروں سے صاف نہ ہو مسافر اور سوداگر اپنا اسباب لیکر بے و غدغہ نہیں گذر سکتے اور اگر بسبب خوف  
 رہزنیوں کے آمد و رفت تاجروں کی مسدود ہو تو سلطنت کی بدنامی عالم میں اور کاروبار میں خلل واقع ہو سکتا ہے  
 سیاست و عفو بقدر جرم مفسدوں کی سیاست اور ان کو سزا کرنا سلطنت کے انتظام اور رونق کا سبب اور دوسروں  
 کی عبرت کا باعث ہے اگر مفسدوں کی سزا نہ کی جائے تو خلعت اور کئے ظلم سے پامال ہو اور ایسے قصور کے  
 صدور پر کہ حد سزا عاید نہ ہو سکتی ہو عفو کرنا بہتر ہے کیونکہ کسی کسی بقا ضائع بشریت اچھے اچھے شخصوں سے  
 خطا ہوتی ہے۔ آٹھویں آرایش سپاہ اور فراہم کرنا آلات حرب کا۔ ظاہر ہے کہ سپاہ ملک کی حصار ہے اور  
 قیام سلطنت اس کی موجودگی پر منحصر ہے پس مناسب ہے کہ فوج کو آسودہ حال رکھیں اور روپیہ دینے میں  
 دریغ نہ کریں اور کسی شریف قوم کا کوئی شخص سردار مقرر کریں تاکہ سپاہی اس کی اطاعت سے ننگ و عار نہ کریں  
 اور فوج کو ہمیشہ ریاضت اور محنت میں سرگرم رکھیں آرام طلب نہ کریں کیونکہ سپاہ آرام طلب متحمل تکلیف  
 جنگ کی نہ ہو سکیگی اور چونکہ سپاہ بغیر ہتھیار کے بیکار ہے لہذا ہتھیار کرنا آلات حرب کا ضروریات سے ہے  
 کیونکہ کسی ایسا ہوتا ہے کہ زیادہ فوج کی ضرورت ہوتی ہے اور اس وقت ہتھیار موجود نہیں ہوتے تو کام  
 میں خلل پڑتا ہے۔



و فارغ البال رکھے تاکہ بوجہ حاجت مند کے خیالات فاسد اور نکلے دل میں پیدا نہ ہوں اور دشمنوں نہیں ملکر خلل اند  
 ارکان سلطنت نہ ہوں۔ دشمنین تعین جاسوسوں کا یعنی جاسوس معتمد مقرر کرنا چاہیے کہ حال خیر خواہوں  
 اور بدخواہوں سے ہمیشہ خبر دیا کریں کہ سلاطین اولوالعزم غیر ملک کے بادشاہوں کا حال جاسوسیں حکم  
 دریافت کرتے ہیں اور انکی فکر اور خیالات جہانگیری سے مطلع ہوتے ہیں۔ گیارہویں عنایت حال ارکان  
 سلطنت و دربار خدمت پر یعنی بقدر حسن خدمت مراتب اون لوگوں کے زیادہ کرنا چاہیے تاکہ اور دن  
 کو حوصلہ ہو اور جسکو حسن خدمتی کے عوض سرفراز کریں اور اسکو معتمد الیہ بنادین اور ونکی بدگوئی نسبت اس کے  
 نہ سنیں مگر بحالت شک بخوبی تحقیق کریں اور اگر بوجہ ضعیفی خدمت سے معذور ہو تو اسکو موقوف نہ کریں بلکہ  
 اسکا کچھ وظیفہ مقرر کر دیں۔ انہیں سے اکثر باتیں آئین گورنمنٹ ہند میں پائی جاتی ہیں اور جب تک پھر  
 عمل درآمد میں سلطنت حوادث زمانہ سے محفوظ رہے گی۔

بادشاہ کو چاہیے کہ گیارہ قسم کے لوگوں کا اعتبار نہ کرے۔ اول ایسے بد آدمی کا کہ ظاہر میں نیک مرد کی صورت  
 رکھے کیونکہ ایسا آدمی صاحب نفاق ہوتا ہے۔ دوسرے بیدین پر کہ وہ کسی مذہب پر عقیدت نہ کرتا ہو کہ ایسے  
 شخص سے وفاداری کی امید نہیں۔ تیسرے ایسے شخص پر کہ حرص میں مبتلا ہو کہ ایسا شخص ذرا سی بات  
 میں تعریف کرتا ہے اور ذرا سی بات میں لالچ میں آ جاتا ہے۔ چوتھے ایسے آدمی پر کہ مرتبہ سے گر گیا ہو اور ابتر  
 حالت میں ہو کیونکہ ایسا شخص ہمیشہ غضبناک رہتا ہے۔ پانچویں ایسے شخص پر کہ بادشاہ نے اسکو نکال دیا  
 ہو اور ہنوز قصور معاف نہ کیا ہو کیونکہ ایسا آدمی ہمیشہ خائف رہتا ہے۔ چھٹے ایسے گناہگار پر کہ ایک گروہ کی  
 شرکت میں جرم کیا ہو اور دوسروں کا قصور معاف ہو گیا ہو اور اسکو ہنوز اس نظر سے نہ دیا ہو کہ یہ عفو  
 سے محروم کیا جاوے۔ ساتویں اوپر کہ دوسروں کی شرکت میں قید ہو اور اس کے ساتھی رہا ہو گئے ہوں  
 اور وہ قید میں پڑا ہو۔ اٹھویں دشمنوں اور حاسدوں پر کیونکہ ان کے کینہ کی حد نہیں ہے۔ نویں جو شخص  
 ستایا ہو اور فاقہ سے ہو کہ ایسا آدمی بگڑا ہوا ہوتا ہے۔ دسویں اوپر کہ وہ بادشاہ کی نسبت بادشاہ کے  
 دشمن سے زیادہ امید رکھتا ہے کیونکہ اسکا مقصد بادشاہ کے نہ ہونے سے براؤیگا۔ گیارہویں اوپر کہ  
 اس نے اپنے دشمن سے ستم اٹھایا ہو اور بادشاہ نے اسکو اس کے دشمن کا رکھ دیا۔ وہ اس صورت میں



کتاب تحفۃ العجائب میں تذکرہ عبد اللہ بن مقفع درج ہے کہ انہوں نے کہا کہ کتب حکما میں کہ خزانہ بادشاہ فارس میں موجود تھیں مینے لکھا دیکھا ہے کہ آگ کے بادشاہ بہ سبب نو خصلتوں کے کہ کیو مرث بادشاہ کی عادتوں میں سے تھیں تمام بادشاہان جہان پر فضیلت رکھتے تھے۔ اول یہ کہ اپنی بیٹی غیر کو نہ دیتے تھے۔ دوم غیر دن کی بیٹی سے شادی کرتے تھے۔ سوم یہ کہ آپ کہی کسی کے یہاں نہ کھاتے تھے اور نہ کو اپنے دسترخوان پر کھلاتے تھے۔ چہاں یہ کہ اگر کسی کو انعام دینا ہوتا تو کسی سے مشورہ نہ کرتے تھے۔ پنجم اگر کسی پر عطا و بخشش کرتے تو اوس قدر مقدار کو و وظیفہ کے طور پر مقرر کر کے ہر سال اوسکو پہنچاتے تھے۔ ششم یہ کہ کرتے تھے بہت اور کہتے تھے تھوڑا۔ ہفتم یہ کہ مجرم کو سزا کہی نہ کرتے جب تک کہ آتش غضب نہ نہوجاتی ہستیم یہ کہ کہی اس قدر شراب نہ پیتے کہ عقل زائل ہو جاوے۔ ہفتم یہ کہ رزیل اور اوباش کی صحبت نہ کرتے اور حکما و اہل دانش و علما سے مصاحبت رکھا کرتے تھے۔

صاحب تصنیف تحفۃ العجائب نے لکھا ہے کہ جب نوشیروان کی ملک و دولت کی خوب ترقی ہوئی اور دوردور کے بادشاہ خراج گزار ہوئے اتفاقاً ایک مرتبہ قیصر روم اور خاقان چین اور راجہ ہندوستان اوس کے حضور میں حاضر تھے اُس وقت بادشاہوں میں طح طرح کے کلام اور گفتگو باہم ہونے لگی نوشیروان نے قیصر روم سے پوچھا کہ عالم میں کس شے کو آپ زیادہ چاہتے ہیں جواب دیا کہ کوئی شے مجھے ایسی پیاری نہیں ہے جیسی یہ بات کہ کوئی شخص مجھے کچھ حاجت رکھتا ہو اور میں اوسکو روا کر دوں۔ پھر خاقان سے بھی یہی سوال کیا اُس نے جواب دیا کہ مجھے سب سے زیادہ یہ بات عزیز ہے کہ کوئی مجھکو آزر دہ کرے اور جب میں اوسپر قادر ہوں سزا کر دوں۔ پھر بادشاہ نے راجہ ہندوستان سے یہی بات پوچھی کہا کہ میں یہ بات چاہتا ہوں کہ جب میں اپنے محل میں استراحت کرتا ہوں تو نیک لوگ میرے انصاف کے امیدوار اور بد لوگ میری سیاست سے خائف اور بےقرار رہیں۔ پھر نوشیروان نے فرمایا کہ اس سے زیادہ مجھکو کوئی بات مرغوب نہیں کہ میں بیگناہ رہوں تاکہ بخوف ہو کر زندگی بسر کروں۔



اوس سے کہا کہ تو ہمارے حضور میں تین باتوں کے لئے سے پرہیز کرنا رہو کیونکہ وہاں خصلت تیری عزت کی  
افزونی کا سبب ہوگی۔ اول یہ کہ کسی جھوٹ نہ کہنا کیونکہ جھوٹا آدمی نظر خلاق میں خوار و بے اعتبار ہوتا ہے۔  
دویم میرے حضور میں کبھی میری تعریف نہ کرنا کیونکہ بہ نسبت تیرے میں اپنا حال زیادہ جانتا ہوں اور تیری  
تعریف سے نہ میری شہرت زیادہ ہوگی اور نہ خوشی۔ سویم کسی کی بدی و غیبت مجھ سے نہ کرنا کیونکہ اگر تو  
رعیت کی عیب گوئی کرے اور میں اوسکی ایذا رسانی پر کمر کس لوں تو خلقت کا دل مجھ سے متغیر ہو جاوے  
اور اقرار و غر بار بخیدہ ہو کر مجھ سے خائف ہوں اور اس سبب سے ملک میں خلل و فساد پیدا ہو۔

حکیم آسٹونے سکندر کو نصیحت کی کہ جب تو کسی سے لڑائی کے واسطے جاوے تو دس بائیس ملحوظ رکھ۔  
اول یہ کہ غرض لڑائی سے سوائے نیکی اور طلب دین حق اور دفع ظلم و فساد کے اور کچھ نہ ہو۔ دویم یہ کہ اللہ تعالیٰ  
کی درگاہ میں دعا و خیر کرنا اور اوس سے مدد مانگنا اور صدقہ دینا اور فقر سے دعا کی درخواست کرنا چاہئے  
سوئم شراٹھ ہوشیاری بجالانا اور مخبروں اور جاسوسوں کو مقرر کر کے احوال دشمن مفصل دریافت کرنا  
چاہئے۔ چہارم لشکر پالیسی مہربانی کرنی چاہئے کہ سب لوگ ایک دل اور ایک زبان رہیں کہ اتفاق فوج کا  
بادشاہ کے ساتھ سبب ظفر اور قوت کا ہے اور موافقت بزرگوں اور اقرباؤں اور ارکان سلطنت کی اس  
معاملہ میں ضرور ہے۔ پنجم لشکر کو اچھے وعدہ اور بہتری کے اقارون سے قوی پشت کرنا اور ان وعدہ کے  
پورا کرنے کی نیت کرنا چاہئے۔ ششم حتی المقدور دل کو لڑائی کے فتح کی خوشی میں نہ کرنا چاہئے کیونکہ اگر شکست  
ہوگئی تو برا بیخ و بن دھامت ہوگی شہتم تندبیر لڑائی اور سپہ سالاری کی واسطے ایسے کو تجربہ کرنا چاہئے کہ اوس میں  
بین یقین ہوں اول شجاع و قوی دل ہو اور اس بات میں مشہور ہونا کہ دشمن کے دل میں اوسکی ہیبت بھی  
بیٹھے۔ دوسرے رائے صائب اور عمدہ تدبیر کا آدمی ہو اور لڑائی کی گھاتوں سے واقف ہو کیونکہ کبھی ایسا  
ہوتا ہے کہ شجاعت سے بڑھ کر رائے کام آتی ہے اور حیلہ و فریب لڑائی میں برانہیں بلکہ خوب ہے اور وہ شخص  
جنگ آزمودہ و صاحب تجربہ ہو۔ ششم جب کوئی شخص لڑائی میں اچھا کام دے اوسکی تعریف کرنا اور اوس کو  
بہت سالانہ دینا چاہئے کہ اور دن کو حوصلہ جان نثاری ہو۔ نہم۔ لڑائی کے روز غفلت نہ کرنا چاہئے کیونکہ  
اکثر ایسا ہوا ہے کہ فتح قریب ہونے والی تھی کہ ایک دم کا غفلت سے کام لگا گیا۔ دہم۔ اگر دشمن کا لشکر



قوت پائی اور غالب لشکر کو مغلوب کر لیا ہے اور آرسطو نے یہ بھی نصیحت کی کہ اگر کوئی تجربہ سے لڑنے آئے تو دو باتوں سے خالی نہ ہوگا یا تو تجھے اس کے مقابلہ کی طاقت ہوگی یا نہیں اگر ہے تو بہتر ہے کہ جس تدبیر سے ہو سکے اس کو دشمنی سے باز کرنا چاہیے اگر نہ مانے تو جو شر الٹا حرب بیان ہو میں انکو کرنا چاہیے اور اگر طاقت مقابلہ کی نہیں ہے تو جاسوس مقرر کرنا چاہیے اور حفاظت راہ و ناکہ و بند و بست قلعہ میں کمی نہ کرنا چاہیے اور لڑائی جگہ طر کرنا لازم نہیں کیونکہ طالب صلح آخر کو قہیاب ہوتا ہے سکندر نے انہیں باتوں پر لڑائی میں عمل درآمد اپنا کیا وہ فوائد دیکھے کہ حیطہ تحریر سے باہر ہے نکتہ اگر خطر درکار ہے تو سردار پر ہاتھ ڈال کیونکہ سردار کے مرنے سے فوج بیدل ہو کر خود مغرور ہو جائے گی۔

شاہ چین نے سکندر سے پوچھا تو نے سلطنت میں لذت کس چیز سے پائی کہا میں چیز سے ایک دشمنوں کے مغلوب کرنے سے دوسرے دوستوں کے سرفراز کرنے سے تیسرے محتاجوں کی حاجت بر لانے سے۔ حکیموں نے کہا ہے کہ سلطنت کو دو تدبیر سے محفوظ کرنا چاہیے ایک دوستوں کے درمیان الفت و اتحاد سے۔ دوسرے دشمنوں کے مابین جنگ و جدل سے کیونکہ جب مخالف باہم مشغول جنگ رہیں گے تو اون کو اور کسی امر کی فرصت باقی نہ رہے گی۔ چنانچہ جب سکندر بادشاہ دارا کے ملک پر غالب ہوا عجم کی فوج کی نسبت سوچا جو بیشمار تھی کہ اگر چوڑ جاؤں مبادا سب اتفاق کر لیں پہر او سکا دفع کرنا دشوار ہو اور بیخ کنی کرنا ملت و مروت کے قاعدہ سے بعید ہے۔ پس حکیم آرسطو طالیس سے مشورہ طلب کی کہا کہ او سکو متفرق کر دینا اور ہر گروہ پر جدا جدا حکومت و ریاست موضع کی مقرر کر دینا چاہیے تاکہ آپس میں لگڑ جائیں اور تو اون کے شر و فتنے سے محفوظ رہے سکندر نے اون کو طوائف الملوک کر دیا اور اوس وقت سے رد شیر بابک کے عہد تک کسیکو ایسا موقع میسر نہ ہوا کہ کسی قسم کی شورش و سرکشی کر سکے۔

خسر و پر ویز نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ خلقت میں سیاست کے لایق کون ہے کہا اے بادشاہ خلقت کے پانچ گروہ ہیں۔ اول وہ لوگ کہ اپنی ذات سے تنگ ہیں اور اون سے نیکی خلق کو پہنچتی ہے ایسے لوگوں کی تقویت



اور کوئی اور نہ پائے اور یہی سر پر کیا گیا کہ یہ بدترین آدمی ہے  
 غیر پہنچتی ہے نہ شر اور نہ خیر بنانا اور شر سے ڈرنا چاہیے۔ چہاں ایسے لوگ کہ بد میں مگر کسی سے  
 بدی نہیں کرتے اور نہ خوار رکھنا چاہیے کہ ترک بدی کریں۔ پنجم وہ لوگ کہ بد میں اور اذن کی بدی  
 خلاقی کو ضرر رسان ہے اور نہ سیاست کرنا چاہیے اول وعدہ سے پہر ہدایت سے پہر ضرب سے  
 بعد اسکے قید آخر کا قتل کرنا لازم ہے۔

## سوالات و جوابات نوشیروان بادشاہ

نوشیروان عادل کا دُعا کو حکم تھا کہ بعد صد و حکم شامی کے اول تعمیل میں تعجیل کریں بعدہ اس حکم کے صاوا  
 ہونگی وجہ دریافت کریں تاکہ اسکی حقیقت سے بادشاہ اور نہ گواہ کر دے اور معلوم ہو جائے کہ اول  
 خوب نیک و بد سمجھ لیا ہے تب حکم دیا ہے بادشاہ کے عدل و دانائی پر دلیل گزر جانے سے اور نہ کو کامل  
 اطلاع نیک و بد کی ہو جاوے گی۔ اگر بغرض محال وہ حکم اقسام ممنوعات سے ہو یا یہ احتمال ہو کہ اس میں بعد زمانہ و راز  
 خرابی پیدا ہوگی تو اس کے سبب کی آگاہی کے واسطے بار بار عرض کریں تاکہ دلیل پسندیدہ جو حکم کے نفاذ کا باعث  
 ہو حاصل ہو و نیز رون نے حسب حکم بادشاہ سے ہرام کا سبب در حکم کی وجہ دریافت کی اور جو جواب باصواب حاصل  
 ہوا اسکو اپنے سوال کے قریب لکھ کر دستخط کروایا چنانچہ اس طرح جامع قوانین عدل و سخاوت توثیق  
 کرنے جسکے چند مفید سوال و جواب یہاں لکھے جاتے ہیں تیار ہوا ہے۔

سوال۔ حضرت نے کس وجہ سے فرمایا ہے کہ سلاطین و دربارین کو ازراہ دانشمندی واجب ہے کہ جب  
 کار ملکی یا مالی کسی کاروان کو سپرد فرما دیں تو اس کام کے لئے اہل دانش و فرہنگ سے کسی اور کو بھی  
 جو نیک راے و روئے میں مشہور ہو اور از روئے استحقاق و استعداد اس کام کو کر سکے پہلے سے انجا  
 نظر میں رکھے۔ جواب۔ اس واسطے کہ اگر کوئی حادثہ پیش آئے اور کوئی شخص مثل اس کے میسر نہ ہو تو  
 اس حالت میں کار فرما ناچار کسی نااہل و فرد مایہ کا محتاج ہوگا یعنی اگر بمقتضائے قضا و قدر وہ کار گذار  
 امر ضروری میں مبتلا ہو اور اسکی برابر کوئی دوسرا اس کار اہم کے لائق جس میں تاخیر نہ ہونا چاہیو دستیاب



سلوک ناہنجار سے اُس کام میں خلل ہوگا۔ سوال۔ کس دلیل سے فرمایا ہے کہ حاکم کو واجب ہے  
 کہ بیکار و کار گزار کے مرتبہ میں برابری نہ کریں یعنی کارروائی اور معاملہ فہمی پر عمل کر کے پہلے ہر کارکن اور عامل کا  
 مرتبہ بنظر انصاف دیکھیں اور کار گزار و بیکار میں باندازہ تفاوت رتبہ ترجیح و بزرگی دین سب کو برابر نہ کریں  
 جو اب اس سبب سے کہ سب کو برابر کرنے سے ناقص اپنی بزرگی کے گمان سے آپ کو اہل رتبہ  
 جانتے ہیں اور کامل خود دانی میں مصروف رہ کر دل سے کام نہیں کرتے پس ان دونوں صورتوں میں  
 اجرائے امور میں خلل واقع ہو کر ہر کام کی آبروریزی ہوتی ہے اور کارخانہ روزگار سے رونق اٹھ جاتی  
 ہے۔ سوال۔ ہمیشہ لشکر کشی اور نہضت میں جانب مقصد معتمدون سے پوشیدہ رکھنے کی کیا وجہ ہے  
 یعنی جب بادشاہ کو کوچ کرنا منظور ہوتا ہے کسی واقف راز سے بھی یہ ارشاد نہیں ہوتا کہ فلان طرف لشکر  
 لیجاؤ لگا اسکا کیا باعث ہے جواب۔ اس واسطے کہ مادہ خوف و امید سب طرف بحیثیت وجہ زیادہ ہو  
 یعنی سمت توجہ و جانب عزیمت چھپانے کی وجہ یہ ہے کہ جب خبر نہضت سلطانی ہر طرف پھیلے گی ظالمان  
 اطراف و جوانب باستماع اوسکے خائف و ترسان ہونگے و مظلوم خرم و شادان سوال۔ اگر سمت عزیمت  
 کا مخفی رکھنا فائدہ مند ہے تو بعضے سفرون میں حضرت برملا کیوں فرماتے ہیں کہ فلان طرف کوچ کرو لگا  
 اصلاً پوشیدہ نہیں فرماتے۔ جواب۔ اس لئے کہ اُس طرف کے حکام کی دولتخواہی زیادہ اور ان  
 حدود کے عاملوں کی دراز دستی کم ظاہر ہو یعنی سمت ارادہ ظاہر کرنے سے یہ منظور ہوتا ہے کہ جب اُس  
 جانب کے حاکم اپنی سمت عزیمت شاہ سے واقف ہونگے دولتخواہی زیادہ اور جو کم کریں گے سوال۔ کس  
 دلیل سے حضرت بار بار فرماتے ہیں کہ بادشاہوں کے لئے اپنا وعدہ وفا کرنا دشمن پر کو ہی فتح ہے جواب  
 بے وفائی کی ضد وفا ہے جو اصحاب دولت کی دوستی کے عدم استواری کا باعث ہے اور دشمن مصالح سے  
 ناامید ہو کے لڑائی میں دو چند کوشش کرتے ہیں پس ایک آدمی کو شش کرنا والا بامید جماعت کثیر نامید  
 سے زیادہ قوی ہے اگر بادشاہ ایفاء وعدہ کو اپنا شعار نہ کرے تو جمیع اراکین سلطنت کو اوس کی



کوشش کا موجب ہے اور یہ دونوں صورتیں یعنی اطمینان و اعتماد یقین ہے کہ فتح مندی کا ثمرہ بخشین  
 سوال فلان شخص کہ قوم شرفا سے ہے ایک سند اپنے بزرگوں کے نام کی کہ متضمن عطاے جابر  
 دینار سالیانہ دائمی سرکار سے مرحمت ہوئی تھی گذرانکر عرض کرتا ہے کہ اس سلطنت کی کچھری سے اس  
 فرمان کے موافق کہی یہ سالیانہ موقوف نہیں ہوا مگر شروع جلوس مبارک سے اب تک کہ زمانہ دراز  
 گذراروزینہ دائمی منقطع ہو گیا یعنی اس نے نہیں پایا جو اب فرمان نافذ برائے اجراء حکماء صادر  
 ہو کہ ہمارے فرزندان سعادت مند بھی اسکے پابند ہوں اور بزرگوں کی فرمانبری سے انکار نہ کریں اس واسطے  
 ایسا فرمان جیسے پٹنا بعد بطن عمل کرنا واجب و لازم ہے جاری ہو کہ پسران سعید مابعد دولت اسی قاعدہ سے  
 حکم آباد اجداد کے اطاعت سے باہر نہ ہوں کیونکہ اگر میں اپنے بزرگوں کے احکام بجا نہ لاؤں گا تو میرے  
 بعد میرے لڑکے میرے فرمانوں کی تعمیل جاری کرنے میں کب تندہی کریں گے سوال آج کل کیوں امر واکا  
 شہر بار صادر ہوا ہے کہ برائے تقرری امریاست اشرار و پاسبانی شہر و دیار کوئی شخص معاملہ قہم کار و  
 تجویز کر کے عرض کریں اب سب مردمان جہان دیدہ نے فلان مرد ستودہ کار آزمودہ کو پسند کیا ہے اور اسے  
 لایق حکومت کو توالی جانتے ہیں جو اب اس عمدہ کے کار گزار میں یہ چار امر ضرور چاہیے۔ اول بدو  
 کا دشمن جانی ہو۔ دوم ہر بات کے منفز کو اور ہر کام کی اہل کو پہونچے۔ سوم ظالموں کے حق میں نہایت  
 سخت مزاج و درخت طبع ہو چارم جو لوگ غریب و عاجز و زیر دست ہوں اور کسی کو آزار نہ پہونچاتے ہوں  
 انکے لئے رحم دل نیکو سراپا رحم ہو اور یہ مرد سنجیدہ آرام طلب اور کار پردازی سرکار کے لایق ہے یہ کار شوا  
 اس سے انجام نہ ہو سکیگا سوال حضرت باوجود کثرت عطا وعدہ کم کرتے ہیں اس کا کیا باعث ہے  
 جواب بادشاہ صاحب خزانہ کو جسکو کسی کا خوف اور کسی سے امید نہ ہو وعدہ کم کرنا چاہیے اور بخشش بہت  
 یعنی سزاوارتہ بادشاہان صاحب اقتدار یہ ہے کہ وعدہ کم کریں اور بہت دین اسلئے کہ دینے کا وعدہ اس  
 حالت میں روا ہے کہ اسباب عطا بالفعل موجود نہ ہوں یہ امید ہو کہ آئندہ یہ اسباب مہیا ہو جائیں گے یا بخشش  
 میں کسی کا خوف ہو اور یہ باتیں بادشاہوں کے استقلال و حصول دولت و اقبال میں مفقود ہوتی ہیں۔



# کتاب تاجہائے نوشیروانی

کتاب سلاطین میں لکھا ہے کہ نوشیروان عادل کے دہلی تاج تھے جنہیں بیش قیمت جواہرات تھے  
تھے بادشاہ ایک تاج ہر روز سر پر رکھتا تھا اور حاضرین دربار میں سے ایک شخص بادشاہ کو کچھ تاج میں لکھا  
ہوتا تھا پڑھ کر سب کو سناتا تھا چنانچہ ہر تاج کا نوشتہ تبشریح ذیل تھا۔

**نوشتہ تاج اول**۔ کام کار شناس اور کار دان لوگوں کو دینا چاہیے۔ بلا سے گریز کرو۔  
عقلوں کی نصیحت سنو۔ نہ کہنے لائق بات مت کہو۔ نہ ملنے والی چیز مت تلاش کرو۔ کام میں جلدی  
مت کرو۔ کام کے وقت پر کام کرو۔ جس کام کو کرنا چاہو اس کا انجام سوچ لو۔  
**نوشتہ تاج دوم**۔ کام میں صلاح کر لیا کرو۔ نا آزمودہ کو کام مت دو۔ اپنے اوپر سے مال  
فدا کرتے رہو۔ نیکی سے اپنے تئیں نیک نام کرو۔ تو نگری قناعت میں جانو۔ بردباری دے آزادی کا  
پیشہ اختیار کرو۔

**نوشتہ تاج سوم**۔ احمقوں اور عورتوں سے مشورہ مت کرو۔ بیگانی بڑھیا  
عورت کو گھر میں مت آنے دو۔ اپنے تئیں عورتوں کا مطیع مت کرو۔ خداوند دولت سے کیفیت رکھو  
نوشتہ تاج چہارم۔ چوروں کی نظرت قبول کرو۔ بے غم لوگوں کے پاس مت بیٹھو۔ بادشاہ کی ہمت  
بے ادبی اور بے ہنری سے مت کرو۔ بد پروسی اور بد لوگوں سے الگ رہو۔ اور دنیا جگڑا آپ مت لو  
نوشتہ تاج پنجم۔ نئی دولت والوں سے قرض مت لو۔ بد اصل خاندان میں شادی مت کرو  
جھل خور و بد دیانت لوگوں سے وفاداری کی امید مت رکھو۔ لالچی آدمی سے دوستی مت کرو۔ جو کوئی  
لعنت ملامت سے نہ ڈرے اس سے دور رہو۔

**نوشتہ تاج ششم**۔ ناپختہ کار اور بزدلوں کو لڑائی میں مت لیجاؤ۔ تندرستی اور مال پر غور  
مت ہو۔ جہان دیدہ بزرگوں کی نصیحت یاد رکھو۔ اپنے اور دوسروں کے مرتبہ کا خیال رکھو۔

نوشتہ تاج ہفتم۔ اپنے دشمنوں کو ہار دینا چاہو۔ اپنے دوستوں کو ہار دینا نہ چاہو۔



نوشتہ تاج ہشتم ہر ایک کام کے آدمی سے نیکی کرتے رہو۔ خرچ آمد کے موافق کرو۔

نوشتہ تاج نہم۔ اول نیا درخت بولوتب پورانا کاٹو۔ چادر کے موافق پاؤں پہلاؤ۔ اپنے اوپر جوبات پسند کرو وہ دوسروں پر بھی روانہ رکھو۔

نوشتہ تاج دہم اپنے سے چوٹے پر مہربانی کرو۔ جوانی میں ضعیفی کی فکر کرو۔ بزرگوں کی تعظیم کرو۔ دین کو دنیا کے واسطے مت بیجو۔

## تخصیص و سیاست خدام کا بیان

نوکر چاکر بمنزلہ ہاتھ پاؤں کے ہیں یہی لوگ کاروبار میں پیشہ دستی و خدمتگزاری کرتے ہیں اگر یہ نہ ہوں تو خود آدمی کو وہ کام کرنا پڑیں اور بسبب فکر اور مصروفیت کار ذاتی کے باوجود زائل ہونے شان و شوکت کے آدمی کسی فضیلت و صفت کو حاصل نہ کر سکے۔ پس چاہیے کہ انکو خدا کی امانت سمجھ کر انکے ساتھ نرمی اور رعایت کا طریقہ جاری رکھے اور ان سے اوسط درجہ سے زیادہ کام نہ لے اور انکے آرام کا وقت بھی مقرر کرے کیونکہ ان کو بھی کسل و تنکان و ضعف ہوتا ہے اور یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ پیدائشی جو ہر میں ہم میں اور ان میں شرکت ہے اور اسکا شکر بجالانا چاہیے کہ خدائے برتر نے انکو ہمارا تابع کیا ہے اور ان پر ظلم و زیادتی نہ کرنا چاہیے نوکر دن کی نسبت شناسائی کے بعد امتحان اور تجربہ کریں اگر امتحان کی فرصت نہ پاویں قیاس اور انداز سے اس کے مزاج کی کیفیت دریافت فرمادین نہایت بد صورت اور عجیب الخلق سے کام نہ لین کہ اکثر عادات میں صورت کے تابع ہوتے ہیں جیسا کہ علم قیافہ میں ثابت ہوا ہے اور بیمار۔ لنگرے۔ لوے۔ گنجے۔ کانے۔ مہروص اور مجذوم سے بھی پرہیز کریں اور بہت ذہین اور چالاک سے بھی ڈرتے رہیں کیونکہ اکثر فریب بازی اور حیلہ سازی ان دونوں باتوں کے ساتھ ہوتی ہے پس تھوڑی عقل اور حیا کو غنیمت جانیں کیونکہ خدمت گزاری کے طریقہ میں سب تھلٹوں سے حیا بہتر ہے ملاذمون میں سے انہی ذات کا خدمت گزاری کے واسطے بد مشفقہ کا اور



خاص درویش اور دیانت دار اور بائیا ہو اور کار تجارت کیواسے وہ جو تعایت پسلی کے ساتھ صل و معاش چھی  
 رکستا ہو اور مویشی کی نگہبانی کیواسطے وہ جو بلند آواز اور کم سوتا ہو علیٰ هذا القیاس جسوقت دانائی کی علامت  
 خادم سے مشاہدہ کرے اوسکے ساتھ احتیاط سے رہنا ضرور ہے اس واسطے کہ ان خصلتون میں  
 اکثر کمر و جملہ ہوتے ہیں خادم کو جس کام کی بیانت او سین پاوے اور اوس کی طبیعت ہی اوس سے  
 مناسبت رکھتی ہو اور سین مشغول کرنا چاہئے کیونکہ ہر ایک میں استعداد جدے جدے کام کی ہے جیسے  
 کاشتکاری عموماً میل کا کام ہے ہاتھی سے نہیں ہو سکتا ہے اور بیل گردن کے لایق نہیں ہے اور نوکر کو  
 تھوڑے قصور کیواسطے موقوف نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ فعل کم ظرف اور کوتاہ نظردن کا ہے اور اوس کے  
 معزول کر نیکی بعد بے شبہ ایک اور شخص اُس کے بدلے چاہئے پس نہیں معلوم کہ اوس سے بہتر ہو  
 یا بدتر اور خادمون کے دل میں اس بات کو جانا چاہئے کہ اونکی جدائی کیسی طرح گوارا نہیں تاکہ اون کی  
 رغبت کا موجب ہو اور وہ بھی شرط ہو اداری اور جان نثاری کی بجالاوین اس لئے جب نوکر اپنے  
 آقا کی ہر دم کی چاہت معلوم کرے گا تو اپنے تئیں مال و اسباب میں شریک اوسکا سمجھ کر بڑے بھلے  
 میں خیر خواہ رہیگا۔ جب جانے گا کہ آقاؤن کا لطف و مہربانی مستحکم نہیں ہے اور تھوڑے قصور میں  
 خدمت سے معزول کر دیتے ہیں تو اسے عاریت کی مثل خیال کر کے شرط اخلاص اور دردمندی  
 کی بجائے لائے گا خدمت لینے کی اہل یہ ہے کہ بنا اوسکی محبت پر ٹھہرے نہ صرف دفع ضرورت کیواسطے  
 تا خدمت مجتہاد کریں نہ محنتانہ مثل مزدور و نکرے بعد اسکے بنا اسکی رجا پر بہتر ہے نہ خوف پر تاکہ کام  
 اگر مجاہد نہ کریں تو البتہ مزدور نہ کرین اور مظلومون کی طرح نہ کریں اسلئے کہ جب نوکر کے دل میں خوف ہو  
 تو وہ خواہش دلی سے کسی کام میں اقدام نہ کرے بلکہ بقدر رفع ضرر کے اوسکا قصد کرے لگا اور لازم ہے کہ  
 خادمون کی اصلاح حال اپنی اصلاح حال کے اوپر مقدم رکھے اور ایسا سلوک کرے کہ جو کام  
 اُن سے علائقہ رکستا ہو بخوبی و بخوشی اوسے انجام دین نہ کراہت و بیدلی سے اور اونکی اصلاح کار  
 میں نظر کیا کرے تاکہ مہربانی سے امیدوار اور چشم نائی سے ترسناک رہے اگر او نہیں سے کوئی تو یہ



استحسان سے معلوم ہو کہ اصلاح کے قابل نہیں ہے تو اس سے جلد دفع کیا جائے تاکہ صحبت سے اور خادم  
 نہ بگڑیں۔ نکتہ نوکرتین قسم کے ہوتے ہیں ایک آزاد اور پاک طبیعت یعنی بھلا مانس خیر خواہ کار گزار اور بھلا  
 دوسرے غلام طبیعت یعنی فقط فرمانبردار اور پست ہمت تیسرے خواہش کے بندے یعنی لالچی۔  
 اول کو اولاد کی مثل جانے اور نیک آداب سکھاوے دوسرے کو دو اب کی مانند جفاکشی کا عادی بناو  
 اور اس کی بھلائی کا قصد رکھے۔ تیسرے کو حقیر جانے اور کام کے موافق رعایت کرے جیسا کام دے دے  
 نکات۔ اس باب میں چند چند نکات نصیحت آمیز بیان واسطے عمل درآمد اہل حکومت کے درج ہیں  
 ۱۔ بادشاہوں کو چار چیزوں کی تلاش اور افول کا سہم پہنچانا ضرور ہے۔ پہلے وزیر دانشمند دوسرے  
 دبیر خوش تحریر و تقریر تیسرے عالم و فاضل کامل چوتھے ندیم و مصاحب جامع جمیع کمالات۔ پانچویں طبیب  
 حافظ۔ ۲۔ چار شخص ظالم و جابر ہیں۔ اول وہ امیر کہ حق اپنالے اور داور رعیت کی ندرے۔ دوسرے  
 باوجود آگاہی امر حق کے حسب استحقاق حکم صادر نہ کرے۔ تیسرے وہ شخص جو ضروری کی اجرت پوری  
 نہ دے اور محنت بخوبی لے چوتھے جو شخص اپنے ماتحتوں کو ایذا پہنچائے اور اس کی غم خواری میں  
 شریک نہ ہو۔

بعد مرنے کے جہنم جائے گا ہے یہی ایذا رسانی کی سزا  
 ۳۔ بادشاہ کے حق میں چار چیزیں بری ہیں۔ ایک تابعداروں کے سامنے ہنسنا۔ دوسرے عورت  
 کی صحبت میں رہنا تیسرے عورتوں سے صلاح کرنا۔ چوتھے مفسدون اور شریریوں کو نہ ڈانٹنا۔  
 ۴۔ اچھی خصلتیں بادشاہوں کے واسطے تین ہیں۔ سخاوت۔ بہادری۔ انصاف۔ اور بری خصلتیں  
 بھی تین ہیں کینجوس پن۔ بزدلی۔ بے انصافی۔ ۵۔ سردار کو چاہیے کہ کام صرف کسی کے کئے سے  
 نہ کیا کرے بلکہ خود بھی خوب سوج سمجھ لیا کرے۔ ۶۔ بے حد غصہ مت کرو کہ وحشت لاتا ہے اور ہلاتا  
 مہربانی مت کرو کہ رعب جاتا ہے۔ ۷۔ آپس کا اتفاق اور دشمنوں کا اتفاق خوش اقبال کا سبب ہے۔  
 ۸۔ چار چیزیں اقبال سے محروم رکھتی ہیں۔ ہمت کی کوتاہی۔ فکر و تدبیر کی کمی۔ کاہلی و مجہولی۔ وطن کی  
 محبت۔ ۹۔ بادشاہ کو چاہیے کہ اپنے ماتحتوں کو غلام نہ کرے۔



کسی پر غصہ آوے تو اوسکی پاداش دینے میں عجلت نہ فرمائے کیونکہ اگر کوئی حکم خلاف موقع صادر ہوا تو  
 اوسکا تدارک دشوار ہوگا۔ ۱۱۔ جو شخص بذاتہ گنہگار ہے وہی سزا کا سزاوار ہے زن و فرزند سے تاوان  
 ظلم میں شمار ہے۔ ۱۲۔ فرما زوایوں کا بہتر شکار رعیت کے دلوں کا صید یعنی قبضہ میں کرنا ہے۔ ۱۳۔  
 چار باتیں خزانہ کے حق میں زبوں ہیں۔ تھوڑی آمد بہت خرچ۔ غافل رہنا۔ اپنے پاس سے جدا  
 رکھنا۔ لوٹ کا مال خزانہ میں داخل کرنا۔ ۱۴۔ چار شخص کو خزانہ کا مختار نہ کرنا چاہیے۔ یگانہ ناحق  
 شناس۔ بددیانت۔ بدکار۔ ناخدا ترس۔ ۱۵۔ سردار کو آٹھ باتوں پر کار بند ہونا چاہیے۔  
 اہل معاوضے صحبت رکھنا۔ قابلوں کو تلاش کرنا۔ جاہلوں کو دخل ندینا۔ نیک آدمیوں کو اپنے یہاں  
 رکھنا۔ سختی میں متقل رہنا۔ فتح فقیر و فکی ہمت سے طلب کرنا۔ درو مندوں کے درد کو دور کرنا۔ خدا کی  
 جناب سے اسید و ارجمت کا رہنا۔





# چشمہ پانچوان

## عدالت کے بیان میں

عدالت کے لفظ سے مساوات کے معنی ظاہر ہوتے ہیں (مساوات برابری یا برابر ہونے کو کہتے ہیں) اور مساوات کا دریافت کرنا بغیر موجودگی وحدت کے ناممکن (وحدت کے معنی یکتائی یعنی ایک ہونا ہیں) اور وحدت خدا کی صفتوں میں سے ایک اعلیٰ درجہ کی صفت تصور کی گئی ہے اور اس کا موجود ہونا تمام موجودات میں ثابت کیا گیا ہے بلکہ کل عالم کا انتظام اسی سے متعلق جانا گیا ہے عدالت کی فضیلت سے کوئی فضیلت بزرگتر نہیں ہے بلکہ تکمیل اور سب فضائل کی اسی سے ہے اور جس طرح وحدت موجودات کے قیام اور انتظام کا سبب ہے اسی طرح کثرت جو وحدت کی ضد ہے موجودات کے زوال اور ابتری کا باعث ہے اور اعتدال جو وحدت کا سایہ ہے مختلف چیزوں کی کمی وبیشی کو رفع کر کے انکو باہم برابر کرتا ہے اور نقصان سے بچا کر کمال کو پہنچاتا ہے اس وجہ سے ثابت ہوا کہ جو اعتدال نہوتا تو دنیا بھی موجود نہ ہوتی کیونکہ موالید ثلاثہ کی پیدائش عناصر اربعہ کے اعتدال پر موقوف ہے۔ عدالت اور مساوات مختلف چیزوں کے انتظام کے باعث ہیں دنیا کی جس چیز میں عدالت اور تناسب نہ پایا جاوے وہ بے اعتبار بلکہ ناپائدار تصور ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ معاش کے کاموں کے انتظام کی نظر سے جن میں انسانی ارادے کو دخل ہے اگر عدالت کا لحاظ کیا جائے تو تین طرح سے ہو سکتے ہیں۔ اول وہ جو مال

۴۔ موالید ثلاثہ حیوانات نباتات جمادات یعنی کل جاندار کل روئیدگی کل کانی چیزیں۔ عناصر اربعہ خاک ہوا



آدم  
 اول بدل سے تعلق رکھتی ہے تیسرے وہ جو ان باتوں سے واسطہ رکھتی ہے جنہیں حکومت کو دخل  
 ہے جیسے تنبیہ کرنا یا سزا دینا۔ عادل وہ ہے جو مختلف چیزوں کو برابر کرے مثلاً ایک سید ہے خط کے  
 چھوٹے بڑے دو ٹکڑے کئے جاوے اور سپر چاہیں کہ برابر ہو جاوے تو خواہ مخواہ چھوٹے خط کو کسی قدر  
 بڑھانا اور بڑے خط سے کسی قدر گھٹانا لازم ہو گا تاکہ دونوں ایک سے ہو جاوے اور یہ بات اس  
 شخص کو حاصل ہوگی جو وسط کی کیفیت کو جانتا ہو تاکہ کسی اور مہشی کو دور کر کے ہر چیز کو اعتدال پر  
 لاوے اور یہی مثال ہلکی اور بھاری چیزوں اور نفع اور نقصان کے کاموں کی ہے اور وسط کے معنی  
 میانہ یعنی بیچون بیچ ہیں اور مقرر کرنے والا بیچون بیچ کا ہر چیز میں۔ ناموس الہی ہے پس درحقیقت  
 پیدا کرنے والا اور قائم رکھنے والا مساوات اور عدالت کا ناموس الہی ہے کیونکہ وحدت کا منبع خدا ہے  
 واحد کی ذات ہے۔ چونکہ دنیا کے لوگوں کی کارروائی بے معاونت ہمدیکر یعنی بغیر آپس کی مدد اور اتفاق  
 کے ممکن نہیں ہے اور چونکہ معاونت اس بات پر موقوف ہے کہ سب لوگ باہم ملکر مدد اور لین دین  
 اس رعایت کے ساتھ کیا کریں کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو اور اعتدال قائم رہے تو یہ لازم ہوا کہ سنار بڑھتی  
 تو ہارنگریز گسان اور بیوپاری وغیرہ اپنے اپنے کام کے بدلے میں دوسرے کا کام کر دیا کریں اس  
 شرط پر کہ بدلا برابر ہو اور کمی مہشی جاتی رہے مگر یہ صورت ہمیشہ ممکن نہوگی کیونکہ ممکن ہے کہ سنار  
 کا کام بڑھتی کے کام سے کہی زیادہ ہو کہی کم تو بدلا پورا نہوگا اور اعتدال جاتا رہیگا اس لئے ایسی چیز  
 کی حاجت ہوئی جو ان کی محنتوں کو برابر یا ان کے کاموں کی قیمت اور مزدوری کو پورا کر سکے اور جس چیز میں  
 یہ صفت ہو وہ دیتا ہے یعنی روپیہ پس دنیا میں روپیہ عادل اور متوسط ٹھہرا مگر چونکہ گونا گاہے لہذا ایک  
 گویا عادل کی ضرورت ہوئی کیونکہ اگر فریقین روپیہ کے انصاف کو نہ مانیں تو گویا عادل روپیہ کے انصاف کی مدد  
 کر کے فریقین کو رضامند کرے تاکہ انتظام اور اعتدال قائم ہو جاوے اور وہ گویا عادل انسان ہے اس  
 بحث سے یہ بات ثابت ہے کہ قائم رہنا عدالت کا درمیان خلق کے بغیر ناموس الہی۔ ناموس انسانی اور



حکیم اوسطا طالیس نے کہا ہے کہ دنیا ناموس حادل ہے اور ناموس کے معنی اوسکی زبان میں تدبیر اور سیاست  
 وغیرہ کے ہیں اور اسی سبب سے شریعت کو ناموس الہی اور ناموس اکبر کہتے ہیں چنانچہ اوس حکیم نے تقویمانیا  
 کتاب میں لکھا ہے کہ پہلا ناموس یعنی شریعت خدا کی طرف سے آوے دوسرا ناموس یعنی حاکم انسانی شریعت  
 کی طرف سے آوے تیسرا ناموس یعنی روپیہ اور اسکا رواج حاکم کی طرف سے ہو سکتا ہے پس ناموس الہی سب  
 ناموسوں کا پیشوا ہے دوسرے ناموس یعنی حاکم انسانی کو ناموس الہی کی پیروی واجب ہے اور تیسرے  
 ناموس یعنی روپیہ کو دوسرے ناموس کی اطاعت اور پیروی لازم ہے اور روپیہ جو برابر کرنے والا محکم  
 چیزوں کا اور دور کرنے والا کی اور بیشی کا ہے اوسکی حاجت اس لئے ہوئی ہے کہ اگر سب چیزیں باہم  
 مختلف قیمت زکمتی ہو مین تو دنیا میں تجارت اور لین دین ٹھیک نہوتا مگر روپیہ سب کو کم و بیش کر کے  
 اعتدال پر لاتا ہے اور بڑبڑی اور سنا کر کا معاملہ برابر کر دیتا ہے اور یہ بات عدل کی ہے۔ پس آبادی  
 دنیا کی عدل سے ہے اور بربادی دنیا کی جور سے۔ عادل کی ضد جائز ہے اور جائز برابری کو باطل  
 کرتا ہے چنانچہ اوس حکیم کے قول کے مطابق جائز ترین طرح کے ہیں۔ اول جائز اعظم جو ناموس الہی کی اطاعت  
 نکرے دوسرے جائز اوسط جو حاکم کی اطاعت نکرے تیسرے جائز اصغر جو روپیہ کا حکم نہ مانے یعنی  
 بد معاملہ جسے فاسق اور خائن بھی کہتے ہیں اور تینوں جائزوں کے فسادوں میں تفاوت ہے جو خدا  
 کے حکم کی اطاعت نکرے اوس سے سب طرح کے فساد پیدا ہونگے اسلئے وہ بڑا جائز ہے اور بادشاہ  
 وقت کو اوسکی سزا لازم ہے جو اطاعت بادشاہ کی نکرے وہ باغی ہے اور بہت سے فساد اور بھگتیں  
 پیدا کریگا اوسکا دفع کرنا سب پر یعنی رعیت اور بادشاہ پر فرض ہے جو بد معاملہ ہے وہ سب کو آفت میں  
 ڈالتے والا ہے اوسکی بھی تنبیہ ضرور ہے پھر فرمایا ہے کہ ناموس الہی ہمیشہ اچھے اور برے کی ہدایت اور ممانعت  
 کرتا ہے اور جو شخص اوسکا پیروں سے وہ بھی ہمیشہ اچھے کام کرتا ہے اور اعتدال ہر کام میں رکھتا ہے عادل  
 عدالت کو پہلے اپنی ذات خاص میں پیدا کرتا ہے یعنی اپنی قوتوں کو نفس ناطقہ کا مطیع کرتا ہے بعد اوسکے  
 اپنے قوتوں اور رنگوں اور سبب و سبب سے اپنے آپ کو اپنے آپ سے جدا کرتا ہے اور اپنے آپ کو اپنے آپ سے جدا کرتا ہے



ہے اہل عقل اور میزان اس شخص کو ریاست کے قابل جاسے جن جو عدالت کو جانتا ہو اور عوام اس کو جو  
 زور اور قوت یا حکومت رکھتا ہو مگر یہ بات خلاف رائے اہل فراست کے ہے بہر فرمایا ہے کہ عدالت کسی  
 فضیلت کا جزو نہیں ہے بلکہ پوری فضیلت ہے اور جو جو اس کی ضد ہے کسی رزیت کا جزو نہیں  
 بلکہ پوری رزیت ہے مفصل کیفیت عدالت کی یہ تھی جس کا امور معاش کے انتظام سے تعلق ہے بہر  
 اوسی حکیم نے اور تین قسم کی عدالت بیان کی ہیں۔ ایک وہ جو خدا کے حقوق ادا کرنے سے (جو بندہ پر  
 واجب ہیں) علاقہ رکھتی ہے دوسرے وہ جو بھنسون کے حقوق ادا کرنے اور حکام کی اطاعت کرنے سے  
 علاقہ رکھتی ہے تیسرے وہ جو بزرگوں کے حقوق ادا کرنے سے علاقہ رکھتی ہے خلاصہ اس نام بحث کا  
 یہ ہے کہ عدالت کے معنی برابر کرنا ہے اس صفت سے مختلف چیزوں کا باہم انتظام ہوتا ہے اور اس انتظام  
 کو اعتدال کہتے ہیں اور اعتدال سے دنیا کا وجود اور قیام ہے کیونکہ عناصر ربوہ کے اعتدال پر موالید ثلاثہ  
 کی پیدائش موقوف ہے اور عادل وہ ہے جو دو شے سے کمی اور بیشی کو دور کرے تاکہ دون میں ایک طرح  
 کی برابری پیدا ہو حکیم ارسطو طالیس کے قول کے موافق جو اوپر بیان ہو چکا ہے دنیا میں تین عادل پائے جاتے  
 ہیں پہلا عادل شرع کہ اس سے عدل کا ظہور اور قیام ہے دوسرا عادل انسان خصوصاً حاکم وقت کہ وہ  
 شرع کے احکام کی تعمیل اور اطاعت کرتا ہے تیسرا عادل روپیہ ہے کہ وہ بذات خود متوسط ہو کر ہر  
 شے کو برابر کرتا ہے مگر آپ گونگا ہے مثلاً سنار نے ایک چوکی بڑھائی سے بنوائی اور اس کی اجرت آٹھ آنہ قرار  
 پائی اور بڑھائی نے ایک انگوٹھی سنار سے طیار کرائی کہ اس کی مزدوری ایک روپیہ تھری وقت معاملہ کے جب  
 آٹھ آنہ بڑھائی نے سنار کو اور دے تب دونوں کی محنت برابر ہوئی تو حقیقت روپیہ نے دونوں کی قیمت  
 کو برابر کیا مگر جب گونگا عادل یعنی روپیہ کسی طرح انصاف کرنے سے مجبور کیا جاتا ہے تو عادل گویا یعنی انسان  
 اس کی مدد کرتا ہے اور عادل گویا کو شرع سے مدد ملتی ہے جب متخا صمین باہم داؤد پر کسی وجہ سے  
 رضا مند نہ ہوں گے خواہ مخواہ حاکم سے رجوع ہوگی اور حاکم قانون کے موافق فیصلہ کرے گا پس ثابت ہوا کہ دنیا کا  
 مدار اعتدال اور عدل پر ہے اور عادل صرف یہی تین ہیں شرع۔ حاکم نصف۔ اور روپیہ۔ حکما فرماتے  
 ہیں کہ خلق خدا میں۔ راجع بہ نظر کرنا اور منظم کا انصاف کرنا عدالت کا جزو اعظم ہے اور شرط انصاف یہ ہے



مریض کے ہے اگر طبیب مریض کا حال بخوبی نہ سمجھنے تو مرض کی تشخیص پوری اور علاج بخوبی نہیں ہو سکتا  
 عادل مشتبہ بعض اشخاص فریب اور طمع سے عدالت کا برتاؤ کرتے ہیں نہ اس نظر سے کہ وہ  
 راست بازی کو فی الحقیقت نیک سیرت سمجھ کر انصاف کی طرف مایل ہیں جیسے بعض تاجر چند روز تک  
 اعتبار پیدا کرنے کی غرض سے معاملہ میں سچائی ظاہر کرتے ہیں یا بعضے نوکر حکام کے رو برو رسوخ  
 جتانے کی واسطے ناجائز امور سے برائے چندے احتیاط رکھتے ہیں پس یہ برتاؤ صرف فریب اور ہر  
 سے ہے عادل حقیقت میں وہی ہے جو پہلے اپنی عادتوں کا ایسا ضبط کرے کہ ایک دوسرے پر غالب  
 نہ ہو سکے بعدہ راستی اور اعتدال کو اچھا جان کر بغیر کسی طرح کی طمع اور فریب کے علی العموم خوش معاملگی  
 کا برتاؤ رکھے۔

علماء فرماتے ہیں کہ عادل بادشاہ سایہ عنایت الہی کا زمین پر ہے جس کے اندر ہر مظلوم پناہ لیتا ہے  
 اور قاعدہ ہے کہ جب تاب آفتاب سے تکلیف ہوتی ہے تو انسان راحت کی غرض سے سایہ میں جاتا ہے  
 اسی طرح مظلوم کہ ظلم کے صدمہ سے تنگ آتا ہے تو پناہ سایہ خدا کے واسطے کہ مراد بادشاہ سے ہے  
 التجا کرتا ہے تاکہ ظلم ظالموں سے آسائش و امن میں رہے۔

یہ بھی فرمایا ہے کہ عدل برابری رکھنے کو کہتے ہیں درمیان خلق کے۔ یعنی ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر  
 غالب نہ ہونے دینا اور ہر ایک کو علی قدر مراتب رکھنا چنانچہ خادم بادشاہی چار طور پر ہیں۔ اول اہل شمشیر  
 جیسے اُمراء سپاہی اور یہ لوگ مثل آگ کے ہیں دوسرے اہل قلم و ذرا اور لکھنے والے اور یہ لوگ مثل ہوا کے  
 ہیں۔ تیسرے اہل معاملہ جیسے سوداگر و پیشہ والے اور یہ لوگ مثل پانی کے ہیں۔ چوتھے کاشتکار لوگ یہ  
 لوگ مثل خاک کے ہیں پس جسطرح سے اربعہ عناصر میں ایک کے غلبہ سے مزاج انسان میں خلل پیدا ہوتا ہے  
 اسی طرح ان چاروں گروہ میں سے ایک کے غلبہ سے مزاج ملک کا برہم و تباہ ہو جاتا ہے اور انتظام  
 امور مملکت و بند و بست معاملات خلقت ابرہ ہوتا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل میں چند تذکرات سلاطین  
 ادلی العزم کے جو عدالت گسٹری و نصف پروری کا نظم ہیں اور خندہ ازل نے اسے عمدہ فرمانروائی



کرنے میں کامیابی حاصل کی جسکی وجہ سے اونکے نام نامی کو باوجود نابود ہو جانے اجسام گرامی کے حیات جاوید کا شرف میسر ہے اس موقع پر نظر استفادہ لکھنا قرین مصلحت ہے۔ کتنے ہیں عادل کو خلق ہمیشہ دوست رکھتی ہے چنانچہ نوشیروان عادل پر اب تک خلقت آفرین کرتی ہے۔ ایک عالم نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ ایوان نوشیروان اور طاق کسرے کی عظمت و تعریف مضبوطی اور بلندی یا عمارت کی سوز و نیت کے سبب سے مشہور نہیں ہے کیونکہ اینٹ پر اینٹ برکھدینا تعمیر کی اصلیت ہے اور یہ امر کچھ عجیب اور شکل نہیں ہے بلکہ تعریف اوس نیک نامی کی وجہ سے جو عدالت کے سبب سے ایک پیرزن کے مقابلہ میں نوشیروان کو حاصل ہوئی تھی۔

**نقل** ہے کہ نوشیروان نے ایوان شاہی طیار ہونے کے بعد شہر کے رُوسا سے ارشاد کیا کہ اس تعمیر میں جو عیب ہو عرض کریں کہ اوسکی اصلاح کیجا دے سب نے بعد ملاحظہ و تامل کے کہا کہ اس محل کے گوشہ میں وہ بے حیثیت چھوٹا مکان نہایت ناموزون ہے نوشیروان عادل نے فرمایا کہ وہ ایک بیچاری مفلس بڑھیا کا ہے میں نے وقت تعمیر ایوان کے اوس سے یہ خواہش کی تھی کہ سوک اپنی حویلی کی قیمت کے ایک اور عمدہ حویلی لے اور اپنا مکان مجھے دے اوسنے جواب دیا کہ میں یہاں پیدا ہوئی ہوں مجھے اس مکان سے الفت ہے اور قطع نظر اسکے آپ کو خدا نے اتنا بڑا ملک عطا فرمایا ہے کہ سب اوسے دیکھ سکتے ہیں مگر آپ مجھے ضعیفہ بیوہ بیکیں کی چوٹی سی خراب خستہ حویلی کو نہیں دیکھ سکتے میں سنکر شرمندہ ہوا اور کچھ نہ کہہ سکا جب ایوان تیار ہو چکا ضعیفہ کے چولے کے دھوئیں نے ایوان کی سفید استرکاری کو سیاہ کیا میں نے خوان طعام لذیذ کا اوسکے پاس بھیج کر وعدہ کیا کہ ہر روز طرح طرح کے کھانے ہمارے باورچی خانے سے تمہاری خدمت میں پہنچا کرینگے تم اس تنگ گھر میں کھانا نہ پکایا کرو کہ ملو دھوئیں سے تکلیف اور پہلو خلق سے شرم معلوم ہوتی ہے جواب دیا کہ دنیا میں ہزاروں بہو کے پاس محتاج موجود ہیں آپکو اونپر رحم نہیں آتا۔ مجھے یہ تنہا طعام لذیذ کھانا مروت سے بعید معلوم ہوتا ہے سوک اسکے مجھے خدا سے شرم معلوم ہوتا ہے کہ میں اس تنگ حلالا نعمتوں سے مٹا ہون اور ہوتے وقت



لنگر لے کر دونوں سے روزہ لہو لون۔ اے میرے عادل بادشاہ میرے جو پیر کے کی ہوس چھوڑ دے  
 اور مجھے اسی حالت میں رہنے دے اور عدالت کو کام فرماتا کہ اور سب سردار بھی تیری نیک چلنی دیکھ کر  
 غریب اور بیکسوں پر ظلم کریں اور آپ اور آپ کا ایوان اور ہم سب ایک دن فنا ہونے والے ہیں کچھ  
 نرمیگا اور اس قصہ کی نیکنامی قیامت تک قائم رہیگی۔ تب سے اپنے اس کے قول کو پسند کیا اور اس  
 ضعیفہ کی ہمسایگی دل سے منظور کی۔ **فصل** ملک پروشیہ کے بادشاہ کے محل کے نزدیک ایک  
 سیدہ والے کی دوکان تھی بادشاہ نے دیکھا کہ یہ دوکان محل شاہی کے سامنے بہت نازیبا ہے اسلئے  
 دوکاندار کے پاس کسی کو بھیج کر دریافت کیا کہ وہ اپنی دوکان کی کیا قیمت لیگا دوکاندار نے کہا کہ میں اسکو کہی  
 نہیں بیچوں گا بادشاہ یہ جواب سن کر نہایت غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ اس دوکان کو گرا دیا جاوے۔  
 دوکاندار نے یہ سن کر کہا کہ بادشاہ اسوقت میں جو چاہے سو کرے مگر پروشیہ میں عدالت تو ہے۔ بعد  
 جب اسکی دوکان مسمار ہو گئی اسنے عدالت میں جا کر نالش بادشاہ پر کی مقدمہ فیصل ہوا جج نے  
 حکم دیا کہ بادشاہ اس تعمیر کو از سر نو تعمیر کراوے اور جو نقصان ہوا ہے مالک مکان کو ادا کر دے اس  
 حکم سے بادشاہ نہایت پشیمان و آزرده ہوا لیکن بعد ازاں اپنے قصور کا اعتراف کر کے اراکین سلطنت  
 سے خفیہ فرمایا کہ میں بہت خوش ہوں کہ میرے ملک میں ایسا عدل ہے اور ایسے انصاف کرنے والے  
 اور غریب پرور حاکم ہیں۔ بعد ایک مدت کے جب وہ بادشاہ اور دوکاندار دونوں فوت ہو چکے اور  
 دوسرا بادشاہ تخت نشین ہوا دوکاندار کے بیٹے نے جو اسی دوکان میں مقیم تھا گراڑالی کے سبب  
 سے جو اس ملک میں ہوئی تھی نقصان عظیم معاملات تجارت کی وجہ سے بالکل محتاج ہو گیا تھا۔ بادشاہ  
 کو چٹھی بھیجی اور اس دوکان کی یاد دلائی کہ میرے باپ نے اپنی حیات میں اسکا بیچنا منظور نہیں کیا تھا  
 لیکن اب اگر بادشاہ کو منظور ہو تو میں مفلسی کے باعث سے اس کے فروخت کی اشد ضرورت رکھتا ہوں  
 بادشاہ نے یہ چٹھی پا کر اپنے ہاتھ سے جواب لکھا کہ اے میرے پیارے پڑوسی میں چاہتا ہوں کہ اس  
 دوکان کو تو کہی نہ بیچے اور جب تک تمہارے خاندان میں کوئی متغصن باقی رہے تب تک وہ بیچا  
 نہ جاسکے۔



کہ یہ تمہاری حاجت کی واسطے بس ہوگا مجھکو ہمیشہ اپنا دوست جانو۔

**نقل** ہے کہ ایک بادشاہ بہرا ہو گیا تھا زار زار روتا اور کہتا تھا کہ اس سبب سے نہیں روتا ہوں کہ سماعت میں فرق آیا ہے بلکہ غم اور الم سے کہ مظلوم میرے دروازہ پر آوے اور میں اسکی فریاد دسن سکوں پس حکم دیا کہ منادی کر دیجاوے کہ جو شخص فریادی ہو سو سو سو پونہ ہوا کر بادشاہ کے روبرو آیا کرے اور آپ ہانتی پر سوار ہو کر باہر نکلا کر تاجس کیکو سو سو پونہ پوش دیکھتا بلا کر تحقیقات کرنا اور داد دیتا۔ حکایت اسکندر رومی نے ایک روز صبح سے شام تک اجلاس کیا مگر کوئی مقدمہ پیش نہ ہوا برخواست کیوقت فرمایا کہ آج کا دن عمر سے بیکار و رایگان گذرا ایک مصاحب نے عرض کیا کہ آج کوئی مظلوم فریادی نہیں ہوا یہ سرکار کے انصاف اور اس کی خوبی ہے اگر ایسا روز رایگان تصور کیا جائیگا تو کونسا دن شمار کے لائق ہوگا سکندر نے فرمایا کہ حساب کے قابل وہ دن ہے کہ جس میں کسی دادخواہ کا انصاف یا داد رسی یا کسی محتاج کی حاجت روائی عمل میں آوے۔

**نقل** ہے کہ کسی ایماندار بادشاہ نے اپنی سلطنت میں ایسا دستور مقرر کیا تھا کہ اگر کسی پر قصور بد فعل کا ثابت ہوتا تو اسکی دونوں آنکھیں نکلوا ڈالتا اتفاقاً چند روز بعد ایسی حرکت خود اس کے لڑکے سے صادر ہوئی اور اس بادشاہ کا وہی ایک بیٹا تھا اور یہی سزا دینی تجویز ہوئی اس وقت بادشاہ کو رحم آیا اس بات میں از بس متردد ہو کر تامل کیا کہ ایک ہی لڑکا ہے اگر اسکی دونوں آنکھیں نکلوا ڈالو لڑکا تو اس کو یہ سزا نہایت سخت بلکہ بمنزلہ موت ہوگی اگر سزا نہیں دیتا تو رعایا کے نزدیک بے ایمان ٹھہرتا ہوں اور تمام خلقت مجھکو بے انصاف اور ظالم کہے گی آخر کار بادشاہ نے بہت غور کے بعد یہ تدبیر کی کہ ایک آنکھ لڑکے کی نکلوائی اور ایک اپنی اسطرح دونوں کی ملا کر دو آنکھیں نکلوائیں اس سچی منصفانہ کارروائی سے اس بادشاہ کی عدالت گستری اور انصاف پروری کی دھوم مچ گئی اور نیک نیتی اور ناموری کا شہرہ تمام عالم میں ہو گیا۔ علما کہتے ہیں کہ سلطان کا عدل زمانہ کی سرسبزی سے بہتر ہے اور بادشاہ داد گر نافع تر



بادشاہ بیٹھے تھے تو وہ قبر اونکی عین نظر کے سامنے رہا کرتی تھی دیکھنے والے کو پہلے گمان ہوتا ہے کہ یہ  
کسی کی قبر ہے مگر دریافت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے یہاں ایک قبر کی نقل بنائی تھی تاکہ  
اوسکے اوپر ہمیشہ نظر پڑنے سے دلکو موت کی یاد بھول نہ جائے اور اوسکے دیکھنے سے عدالت کے وقت کوئی  
کام بے انصافی کا نمونہ نہ پائے سچ ہے کہ موت کو یاد رکھنے سے انسان بدی کی طرف بہت کم مایل ہوگا  
نقل ہے کہ نوشیروان بادشاہ کے وقت میں حاکم آذربایجان نے ایک بڑسیا سے ایک قطعہ زمین  
کا طلب کیا اوسنے انکار کیا ہرگز ندیا حاکم نے ظلم و ستم سے وہ قطع زمین کا اپنے محل میں شامل کر لیا  
پیرزن تکلیف سفر اڑھا کر تخت گاہ نوشیروان میں آئی اور جب نوشیروان کے در دولت پر پہنچی خیال  
کیا کہ حاکم آذربایجان ملازم نوشیروان ہے اوسنے میرے گھر میں مجھے بچائے دیا تو اس درگاہ  
میں کیسے جانے پاؤں گی پس چند روز خاموش رہی ایک دن نوشیروان شکار کو سوار ہوا پیرزن  
نے راہ روک کر اپنا حال کہا نوشیروان نے بڑسیا کو ٹھہرا کر ایک غلام معتمد کو حکم دیا کہ حاکم آذربایجان سے  
جا کر تحقیق کرے کہ فلان محلے میں ایک پیرزن رہتی تھی کمان گئی اور اپنا قطعہ زمین اوسنے کیا کیا غلام  
نے حال دریافت کر کے عرض کی کہ وہاں کے حاکم نے جو رستم سے اوسکا گھر لے لیا اور پیرزن کا حال نہیں  
معلوم کہاں گئی بس غصہ میں آکر نوشیروان نے اہلکاروں سے پوچھا کہ امیر آذربایجان کو کس قدر قدرت  
ہے کہا وہ کسی چیز کا محتاج نہیں نوشیروان نے فرمایا جسکے پاس اس قدر نعمت ہو اور وہ ستم  
رور کئے اسے قتل کرنا لازم ہے سب نے کہا بجا ہے پس حاکم آذربایجان کو بلا کر قتل کیا اور اوسکا گھر اسی  
پیرزن کو بخش دیا اور اپنے پاس سے بہت کچھ مرحمت کیا اور منادی کی کہ جو کوئی ستم کرے گا اوسکی یہی سزا  
ہوگی اور فرمایا جو ظلم فریادی آتا ہے مجھ تک نہیں پہنچتا کہ میں اوسکی فریاد سنوں اور دادوں۔  
پس بادشاہ نے دیوان خاص سے قلعہ کے نیچے صدر دروازہ تک ایک رشا بند ہوا کر اوسمیں گھنٹے بند ہوا  
تھے کہ جو کوئی فریادی آئے اس رتے کو کھینچے تو گھنٹے بجیں اور غریب فریادی کی فریاد حضور میں بے وسیلہ  
ہوئی ایک روز کہ



بادشاہ نے فرمایا دیکھو کون ہے لوگوں نے خبر دی کہ ایک سقہ کابل سے حکم دیا کہ اسے اس کے ملک کے ساتھ حاضر کر دو جب حاضر ہوا فرمایا اس کی پکھال کا پانی تو لا جائے کہ کتنا ہے لوگوں نے تول کر عرض کیا کہ ساڑھے پانچ من ہے بادشاہ نے حکم دیا کہ آج سے ساڑھے تین من سے زیادہ شہر میں کوئی پکھال نہ بناوے آسیہ وقت سے منادی پہر گئی تب سے ساڑھے تین من سے زیادہ کی پکھال نہیں بنتی۔

**حکایت**۔ نوشیروان عادل نے ایک عامل کو اس مضمون کا حکمنامہ لکھوایا تھا کہ اگر تیرے تمام ملک میں ایک قطعہ زمین غیر مزرع رہیگا تو تجکو وار پر کنجو اور نگا سمین یہ حکمت تھی کہ بادشاہ کا فائدہ خراج سے ہے اور خراج کا زیادہ ہونا آبادی ملک پر موقوف ہے اور آبادی ملک زراعت پر منحصر ہے اور جب تک رعیت پر شفقت و عدالت نکیجاوے زراعت ممکن نہیں۔

**نقل** خلیفہ ہارون کے وقت میں بغداد کا ایک قاضی تھا اور اس زمانہ کے دانائوں اور فضلوں میں سب پر فضیلت رکھتا تھا مگر اپنے تئیں سب سے زیادہ ناواقف اور کم عقل سمجھتا تھا اکثر خفیف اور آسان مقدمہ کے فیصل کرنے میں اس کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو جاتا تھا کہ میں نے اس معاملہ میں کچھ بے انصافی نہ کی ہو اور جب مقدمہ کو جانچ کر اپنا پورا اطمینان کر لیتا کہ انصاف کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں ہوا تب قطعی حکم جاری کرتا ایک روز ایک مقدمہ کی تحقیقات بالکل ہو چکی تھی لیکن اس نے اہل معاملہ سے یہی کہا کہ بہائی اس مقدمہ کا فیصل کرنا میری عقل کا کام نہیں ہے۔ مدعی جھجکا کر بول اڑھا کہ قاضی صاحب اگر آپ کو اتنا ہی سلیقہ نہیں ہے تو بادشاہ آپ کو اس قدر تنخواہ کیا سمجھ کر دیتا ہے قاضی نے نہایت ملائمت سے جواب دیا کہ بہائی مجھ کو بادشاہ جو اتنی تنخواہ دیتا ہے وہ اس تھوڑی سی لیاقت کے لئے ہے جو میں رکھتا ہوں اور اگر بادشاہ میری بیوقوفیوں کے واسطے روپیہ دینے لگے تو شاید اسکا تمام خزانہ بھی ایک مہینہ میں کافی نہ ہو غرض جو لوگ بزرگی و عقل رکھتے ہیں وہ خاکساری سے اپنے کو سدا کم عقل جانتے ہیں اور دوسری غلطی کے واسطے اپنی رائے اور عقل سے کامل غور اور تامل کے ساتھ



اس پر یہی کہ وہاں ہی عدالت میں وکالت کی اور اسے پیش کرے یہ تو مقدمہ ہوتا ہے اور  
 او نہیں پر عمل کیا پہلے یہ کہ وکالت کا کام بہت کوشش اور تندہی سے کرونگا جس سے لوگوں کا فائدہ اور مطلب  
 برآمد ہو۔ دوسرے مفلس اور محتاج کے مقدمہ کو اس قدر جلد دل سے سنوں گا جس سے اس کا ہر ج  
 سنوئے پاوے۔ تیسرے کوئی مقدمہ بغیر تحقیق کرنے اور دریافت کما شیغی کے کبھی نہ لوں گا۔ چوتھے  
 کسی اہل مقدمہ کا ناحق خرچ نہ کروں گا اور مقدمہ کو بخوبی عقل و فہم و ہوشیاری و خبرداری سے ترتیب  
 دیکر لکھوں گا۔ پانچویں مفلسوں کا کام بغیر لینے محنتانہ کے مفت راہ خدا کیا کروں گا۔ چھٹے جس مقدمہ میں دست  
 کروں گا اس کو راستی اور دیانت داری اور درستی و سچائی سے خوب تحقیق اور تفتیش کروں گا۔ ساتویں جو مقدمہ  
 کسی قانون و آئین عدالت کے خلاف ہوگا اس کو نہ لوں گا۔ آٹھویں کوئی موکل طرف ثانی کسی قدر تو نگرہ میں  
 اپنے موکل سے اس کو زیادہ نہ سمجھوں گا۔ نویں کسی بات میں جواب دہی خاص میرے موکل کی طرف سے  
 ہو اس کو قصداً کسی وجہ سے تاخیر میں نہ ڈالوں گا۔ دسویں بدون اور جاہلون کا مقدمہ حتی الامکان اپنے  
 نہ لوں گا۔ گیارہویں جس کا مقدمہ لوں گا اس سے کبھی سحر و برکت نہ ہوں گا۔

**نقل** ایک روز مہاراجہ بکراجیت کے وقت میں چار شخص ایک ساتھ چوری کے معاملہ میں پکڑے  
 گئے راجہ نے او نہیں سے ایک کو بلایا اور اتنا کہ چوڑ دیا کہ تمہارے لائق یکام نہ تھا اور دوسرے کو پانچ جا  
 گالیاں دیکر نکال دیا تیسرے کو دس بیس دہول جو تیان لگو کر دیئے دلو کر نکلا دیا اور چوتھے کی ناک اور  
 کان کٹوا کے کالا مونہہ کر دیا اور گدے پر چڑھ کر شہر بہرین پہر دیا یہ عدالت دیکھ کر ہر ایک درباری متحیر  
 ہوا اور راجہ سے عرض کی کہ دہرم اتنا کہ اپنے نیاؤ سمجھ کر ہی کیا ہوگا مگر یہ اس کا کوئی سبب نہ معلوم ہوا  
 راجہ نے سکر حکم دیا کہ ان چاروں کے پیچھے ہر کارے لگا دئے جائیں تاکہ دیکھیں کہ یہ یہاں سے  
 جانے کے بعد کیا کرتے ہیں اہلکاروں نے ایسا ہی کیا تیسرے روز وہ ہر کارے خبر لیکر حضور میں حاضر  
 ہوئے راجہ نے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ جسے اپنے یہ کمر چوڑ دیا تھا کہ تمہارے لائق  
 یہ کام نہیں تمہادہ تو جاتے ہی زہر کھا کر مر گیا اور جسے گالیاں دیکر چوڑ دیا تھا وہ شہر چوڑ کر چلا گیا اور جو  
 مارا گیا تھا وہاں سے وہاں سے گدے پر چڑھ کر شہر بہرین پہر دیا یہ عدالت دیکھ کر ہر ایک درباری متحیر



اوں کی عورت آئی اوسنے اوسکو اپنے پاس بلا کر ب کے سامنے کہا کہ تو گھر جا کر نہانے کو پانی جلد گرم کر رکھ  
 تھوڑا شہر پہرنا باقی ہے ابھی پہر کر ان سوزیوں کے ہاتھ سے چوٹ کراتا ہوں جسوقت راجہ نے یہ بات  
 سنی اپنے دربار والوں سے کہا کہ اب تم ہمارے حکم کا مطلب سمجھے اونہوں نے عرض کیا کہ پرہی تہ  
 آپ کا نیا دآپ ہی جانیں۔





# چوہچھا

## شجاعت و جرأت کے بیان میں

سب خلق کے نزدیک شجاعوں کی تعظیم و تکریم واجب ہے خصوصاً بادشاہوں اور سلاطین کو کیونکہ یہ  
گروہ عالی شکوہ نفس زحس یعنی گوہر جان سے کارزار کے بازار میں کام کرتے ہیں اور اپنے سینہ کو سپر  
مصیبت بنا کر دولت کے مخالفوں سے لڑتے ہیں پس بادشاہوں کو لازم نہیں کہ مال و اسباب کو  
اونے دینے رکھیں یا تھوڑی سی تقصیر سے اُن پر خفگی فرمائیں۔ مرد شجاع و دانا جانتا ہے کہ لڑائی  
سے بہانہ سبب زندگی کا نہیں ہوتا اور نامرد بہانے میں اپنی جان کا بچاؤ چاہتا ہے اور وہ بچ نہیں  
سکتی پس حقیقت میں طالب محال کا ہے بالفرض اگر کچھ روز تک اوسنے فرصت پائی تو نامردی کی  
شہم اور بے عزتی کی خفت اور ہمسردن کی تشنچ و طعنہ زنی اوس کے حیات کی شیرینی کو تلخ کر دیتی  
ہے پس ایسی دلدگی سے جو نامردی اور نیکنامی اور توقع اجر عظیم کے ساتھ مرنا ہزار درجہ بہتر ہے بعض  
لوگوں سے شجاعت کے کام ظاہر ہوتے ہیں مگر وہ حقیقت میں شجاع نہیں ہیں مثلاً ایک شجاعت  
پر خطرہ ایون اور بڑے کاموں میں واسطے طمع مال یا حصول مرتبہ خواہ کسی غرض کے لئے ہوتی ہو  
تو یہ صرف حرص کے سبب سے ہے نہ شجاعت کی قوت سے جیسے چور مار پیٹ اور دائی قید بلکہ کٹ  
مر جانے پر بھی صبر اختیار کرتے ہیں اور جو شخص اپنے عزیز دن کی ملامت اور بادشاہ کی دہشت یا  
اسی قسم کے کسی اور سبب سے کوئی کام مثل شجاعوں کے کرے وہ آدمی شجاع نہیں ہے بلکہ  
حقیقت میں شجاع وہ شخص ہے جس کے ترقصہ کہ وہ گاہ سارے قوت و شجاعت کے ذریعہ



دوزخ میں بھی سب سے پہلے ہو جاتا ہے اور بہتر ہے کہ وہ اس مقام پر خوف جان ہو  
 درندوں یعنی شیر وغیرہ کی خاصیت اگرچہ شجاعت سے مشابہ ہے لیکن بہت وجہوں سے نہیں ہے  
 ہے اور ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی قوت اور طبیعت کی خواہش سے غلبہ کا شوق رکھتے  
 ہیں پس ان کا سو نہر اور لگا اقدام کرنا اور ان کے غلبہ طبعی کی وجہ سے ہے شجاعت کی نظر سے نہیں۔ دوسرے  
 یہ کہ جو لوگ ایسے ہیں کہ زور اور رون کی صورت بنائے تمام بدن ہتھیار سے سجے رہتے ہیں اور اکثر  
 کمزور بیچاروں سے لڑتے ہیں یہ بات طریقہ شجاعت سے بعید ہے۔ چنانچہ حکما فرماتے ہیں کہ بے  
 آبروی اور فضیحت سے نہ ڈرنا۔ امتحاناً بلندی سے کو دنا۔ مست ہاتھی کے سامنے عداً جانا۔ بغیر ہتھیار  
 شیر سے مقابلہ کرنا۔ غصہ میں کنوئین میں گرنا۔ زہر کھانا۔ جنون اور جہالت و نامردی اور بے شرمی کی دلیل ہے  
 مردانگی اور دلیری کی کیونکہ تمام فضیلتوں کی اصل عقل ہے تاکہ اور قوتیں اس کی تابع اور فرمانبردار ہیں  
 اور وہ ایسے لوگوں میں نہیں ہے پس حقیقتاً شجاع اس کو کہنا چاہیے جس سے شجاعت کی فضیلتیں  
 عقل کے حکم سے ظاہر ہوں اور جس میں یہ صفت ہوگی بے شبہہ اس کے نزدیک بدکاری کا خوف موت  
 سے زیادہ تر اور نیک نامی سے مرنا بدنامی کے جینے سے بہتر ہوگا۔ یہ لوگ ہمیشہ نظر و تکیہ فضل خدا پر کر کے  
 کارہم کے وقت جان عزیز کو معرض ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں۔ کسی نے ایک شجاع سے پوچھا کہ  
 لڑائی کے وقت صف اعدا میں اور خاص جس جگہ لشکر دشمن کا بکثرت ہو تم کیسے چلے جاتے ہو اور  
 مطلق اپنے حال کی خبر نہیں رکھتے ہو جواب دیا کہ اگر موت آگئی ہے تو حکم الہی سے حذر کرنا سودمند  
 نہیں اور وقت اخیر نہیں پہونچا تو معرکہ جنگ میں جرات مضر نہیں اور یہ رباعی چڑھی رباعی

دو روز حذر کر دن از مرگ روانیت	روزیکہ قضا باشد و روزیکہ قضائیت
روزیکہ قضا باشد کوشش نکند سود	روزیکہ قضائیت در و مرگ روانیت

نوشیروان عادل نے بزرگچہر سے سوال کیا کہ شجاعت کیا ہے۔ حکیم نے جواب دیا دل کی قوت اور یہ  
 حکایت بیان کی کہ ایک شخص عرب کے بہادر وطن میں سے بہت بوڑھا تھا مگر قوی دل ایک روز اسے لشکر  
 کے ساتھ (طا) رہا۔ اس کا خیر و خیر نہ تھا۔ وہ آواز دیا کہ بدو سے گھر سے برسوار ہو کسی بے ادب نے



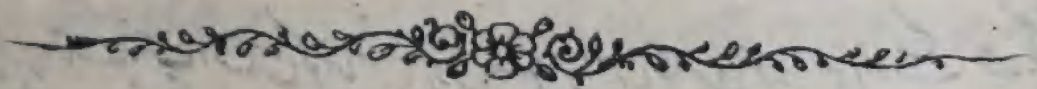
کرنے کی واسطے دو آدمی چاہیے مگر اوتارنے کے لئے ہزار مرد درکار ہونگے مگر شجاعت چوڑے اور بڑے  
 پر منحصر نہیں ہے خیال کرنا چاہئے کہ دل اور اعضا کی نسبت چوڑا ہے مگر شجاعت اس کے حصہ میں ہے  
 چنانچہ ایک عرب کے بادشاہ کو کسی زبردست دشمن سے مقابلہ پیش آیا لشکر کے سرداروں نے چاہا  
 کہ فتح اور شکست خدا داد ہے اگر خدا نخواستہ ہماری شکست ہو تو ہم حضور کو کہاں تلاش کریں فرمایا کہ  
 دو مقام پر گھوڑے کی پیٹھ پر یا اس کے سمون کے نیچے یعنی فتح پاؤں گایا مارا جاؤنگا۔

نقل ہے کہ ایک جگہ کچھ سیستانی جوان بیٹھے تھے اور باہم لطیفہ بازی اور ظرافت میں مشغول تھے یعقوب  
 بھی وہاں تھا ہنوز اطالی کی تیاری نہ کی تھی مگر فکر میں تھا ایک شخص بولا کہ سب سے اچھی پوشش اطلس خانی  
 ہے۔ دوسرے نے کہا بہتر تاج طاہر رومی ہے۔ تیسرے نے لگا گل ریحان سے بہرہ و باغ بہت عمدہ منزل  
 یعنی اترنے کی جگہ ہے۔ چوتھا بولا کہ پینے کی چیزوں میں سے صاف شراب خوب ہوتی ہے۔ پانچواں بیان کرنے لگا  
 کہ اچھا سایہ بید کا ہوتا ہے۔ چٹایہ تقریر کرنے لگا کہ باجون میں عود کی آواز خوب ہوتی ہے۔ ساتواں بولا کہ  
 مصاحبت و ندیمی کے واسطے جو ان خوبصورت زیباسیرت بہت اچھے ہوتے ہیں۔ جب نوبت یعقوب کی پہنچی  
 تو گونے لگا کہ آپ بھی کچھ فرما دیں کہ سب سے اچھا لباس زرہ عمدہ تر تاج خود اچھی منزل معرکہ جنگ خوشگوار  
 شراب خون دشمنوں کا اچھا سایہ نیزہ کا عمدہ راگ گھوڑوں کی آواز کا بڑے صاحب مردان کاری۔

نقل شمالی حصہ ملک اٹلی میں ایک مرتبہ کوہ الپس پر بہت کثرت سے برف پڑا اس کے جلد پگھلنے کے سبب سے  
 پانی کا ایسا بڑا دھارا آیا کہ اس کے جوش و خروش سے دریا کا آدھا پل جو فسر ویا آئہ کے سوا دین واقعہ تھا  
 حباب کی طرح بہ گیا لیکن خدا کی قدرت سے صرف بیچ کا درجہ پر میر جبری کا مکان تباہ گیا اللہ تعالیٰ امواج سے  
 و مہدم اوس در کے بڑے بڑے ٹکڑے کٹ کر پانی میں گرتے تھے اور اونکے گرنے سے ایسی خوفناک آواز  
 نکلتی تھی کہ سستے والوں کا پتہ پانی ہوتا تھا میر جبری کو اس آفت ناگہانی سے اتنی مہلت نہ ملی کہ وہ بلجعی تمام  
 اوس سے کنارہ کر جاتا بے خبری کی حالت میں طوفان نے آدھا یا بچارہ مع سب بال بچوں کے در پر کڑا  
 اضطراب میں کنارے کے لوگوں سے ہاتھ پیلا پیلا کر التجا کرتا تھا کہ کسی صورت سے اوسکی اور اوس کے



عیاں و افعال کی جان بچا دینے کے لئے ہر کام میں ہر لمحہ اپنی سچی باتوں سے  
 بچانے کی تدبیر سوچتا تھا مگر اس طوفان کا جوش و خروش ایک ہی موج میں اس سب صلاح و مشورہ کو  
 غارت کر دیتا تھا کیسی جرات نہ پڑتی تھی کہ وہاں تک جاوے لیکن ایک امیر عالی خاندان دریا دل بحر  
 رحم و کرم جوش میں آکر اپنی جیب سے ایک تھیلی نٹو سکے سرخ کی ہاتھ میں لیکر بولا کہ جو کوئی کشتی لہجاکر  
 ان آفت زدوں کو اس خطرہ سے نکال کر صحیح و سالم کنارے پر لے آوے اس کو یہ تھیلی انعام میں  
 دوں گا لیکن بہ سبب کمال طغیانی آب و اندیشہ سیلاب کے کسی نے قبول نہ کیا مگر ایک غریب کاشتکار  
 بغیر کے سنے کشتی میں کود پڑا اور نیک نیتی کے ساتھ کشتی کو پکڑ کر بیچ دہار میں پہنچا اور ہمت باندھ کر  
 اس در کے نیچے کشتی کو لگایا اور بذریعہ ایک رستی کے اُن سب کو کشتی میں اتار کر تسلی دی اور کہا  
 کہ اب تم کسی طرح کا خوف و اندیشہ مت کرو خدا کی عنایتوں سے تم سب آفتوں سے بچ گئے یہ کہہ کر  
 نہایت کوشش کے ساتھ کشتی کو کینچ کر صحیح و سالم کنارے لگا دیا۔ امیر عالی ہمت نے اس کی جرات  
 اور ہمت سے نہایت محظوظ ہو کر کہا کہ صد آفرین اے میرے برادر اور دلیر جو امر و یہ اپنا انعام لے اس  
 غریب عالی ہمت نے جو اب دیا کہ نہیں صاحب میں نے طمع کے باعث اپنی جان کو اس خطرہ میں  
 نہیں ڈالا تھا کہ انعام لیکر خوش ہوؤں میرے اور میرے بال بچوں کے واسطے صرف میری محنت  
 کی آمدنی کافی ہے یہ انعام انہیں آفت زدہ لوگوں کو دیدیجئے کس واسطے کہ ان کا سب مال و اثاثہ  
 تلف ہو گیا ہے اس اعلیٰ حوصلے کے کلام کو سنکر تمام حاضرین اس کی عالی ہمت و بلند حوصلگی کے  
 شناخوان ہوئے اور امیر دریا دل نے بھی اس کی دلیری و عالی ہمتی کی بات پسند کر کے بہت تعریف و توصیف کی





# چوہ ساداتوان

## علم کی تعریف میں

سب چوٹے بڑے دانا اور نادان تھوڑی یا بہت خواہش نئی بات اور نئی چیز کے دریافت کرنے اور دیکھنے کی رکھتے ہیں یہ شوق اگرچہ مختلف اقسام اور اندازہ کا ہوتا ہے لیکن کیسا ہی آدمی بہوش اور بے پروا ہوا اسکے بھی دل میں کسی نہ کسی شے کی واسطے اور کبھی نہ کبھی یہ آجاتا ہے کہ اسکو دیکھنا چاہیے کیا ہے اور کیسی ہے موافق اس شوق اور بقدر اس خواہش کے ہر ایک آدمی اس دنیا کے کارخانہ اور حال سے واقف ہوتا ہے کیسی لڑکپن سے عادت ہوتی ہے کہ جو چیز دیکھتا ہے اسکی حقیقت اور ماحولیت کے دریافت کرنیکا ارادہ کرتا ہے اسکی طبیعت سے شوق اٹھتا ہے اور دل سے یہ سوال پیدا ہوتے ہیں کہ یہ چیز کیسی ہے کہاں سے آئی کیونکر ہوئی اور کس کام کی ہے یا اگر کوئی بات سنتا ہے اسمیں غرض کرتا ہے اس کے پہلوؤں کو دیکھتا ہے اور اس کے راست و دروغ کو جانچتا ہے جن لوگوں کی ابتدا سے یہ عادت ہوتی ہے ان میں کچھ چال بھی ہو جاتا ہے اور وہی بنسبت اور دن کے دانا اور ہوشیار کھلاتے ہیں۔ قاعدہ یہ ہے کہ ہر شے شوق سے آتی ہے جب شوق دل سے اٹھتا ہے اور ارادہ قائم ہوتا ہے تب انسان کو تلاش ہوتی ہے جو اس ظاہری اور باطنی اس کے اندر رکھتا ہے جنش میں آتے ہیں طبیعت میں ایک بے چینی پیدا ہوتی ہے اور اس سطح سے وہ اصلیت دریافت کر لیتا ہے کتے ہیں جو بندہ یا بندہ ۵



آنے لگتی ہے تحقیق کرنے سے کیسی ہی بات مشکل معلوم ہو جاتی ہے اور کوئی چیز ہو کہ اول سمجھ میں  
 نہیں آتی لیکن تفتیش سے اس کا بالکل یا کچھ نہ کچھ حال ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ لڑکا جب پیدا ہوتا ہے  
 اس دنیا کے کارخانہ سے مثل ایک مہمان نووارد کے کہ اپنے میزبان کے گھر کا حال کچھ نہیں جانتا  
 محض جاہل ہوتا ہے رفتہ رفتہ مان باپ کو پہچانتے لگتا ہے یہاں تک کہ جب بڑا ہوتا ہے تو معمولی  
 باتوں سے واقف ہو جاتا ہے لیکن زیادہ معلومات کا ہونا اسی پر موقوف ہے کہ انسان جس شے  
 کو دیکھے اس کی حقیقت اور کیفیت کے دریافت کرنے میں وہ بیان لگائے اور نوع نوع کے سوالات اپنے  
 دل سے اس کی نسبت پیدا کرے کیونکہ جتنے سوال اس کے دل سے اڑھیں گے اوتنے ہی اُنکے  
 حل کرنے میں اس کو شوق و بیتابی ہوگی اور تحقیقات سے وقیف زیادہ بڑھگی مگر اس کے واسطے سعی و  
 ترد وہی چاہیے پس جو اس سب کو اپنے اوپر اختیار کر لیتے ہیں وہی کامیاب ہو کر ہمسرون اور ہمتیوں  
 میں نیک نام ہوتے ہیں اور بعد مرئی کے ہی زمانہ میں ان کی شہرت باقی رہتی ہے اور ان کو دیکھ کر اور لوگ  
 بھی اپنا حوصلہ بڑھاتے ہیں اور اس سطح ملک کی ترقی ہوتی ہے اور جو لوگ عقیل و دانشمند ہوئے ہوں  
 ہوتے ہیں اور جتنے علم میں سب کی بنیاد اسی پر ہے پس زیادہ جاننے کا شوق علم کی اصل ہے کیونکہ خود  
 علم کے لفظی معنی جانتا ہے اور اصطلاح میں جانتا ایک شے کا ہے بہ ترتیب اور اصول اور قاعدوں  
 کے موافق اور جو شخص اس طرح قاعدوں کے بموجب بہت سی باتوں کو جو آپس میں علاقہ خاص رکھتی ہیں  
 جانتا ہے وہ اس بات کا عالم کہلاتا ہے اگلے زمانہ کے لوگوں نے اپنی کوشش اور التفات سے  
 جن باتوں کو معلوم کیا ان سے علم پیدا ہوئے ہیں لیکن اب کے لوگ ان کے لکھے ہوئے سے جانتے  
 ہیں اور وہی ان کا لکھا ہوا جو باقاعدہ اور بہ ترتیب ہے جدا جدا باب میں علم کہلاتا ہے پس ظاہر ہے  
 کہ جب اگلوں نے خود بنیاد علم کی اپنے شوق اور تحقیقات سے ڈالی ہو تو پچھلوں کو واسطہ طریق کے اختیار  
 کرنے سے اس کا جانتا کیا مشکل ہے البتہ اس طریق کا اختیار کرنا زیادہ ہمت اور توجہ چاہتا ہے  
 اور جب یہ ہو تو پھر متقدمین کی معلومات کو معلوم کرنا تو کیا اب کے لوگ کچھ اس سے ہی زیادہ کر سکتے



چنانچہ علماء و فرماستان روز بروز علم بڑھاتے جاتے ہیں اگر یہ اعتراض لیا جاوے کہ اگلے کوں لیا چھوڑ دیا  
 ہیں جسے اب کوئی دریافت کرے اور اب کس کا مقدر ہے کہ کوئی نئی بات نکال سکے تو جواب شافی و  
 کافی اسکا یہ ہے کہ قدرت الہی نامتناہی ہے یہ ایک ایسا بحر ذخار ہے کہ آج تک کوئی اسکی انتہا کو  
 کیا پہنچا اولین تک ہی نہیں پہنچا فقط انسان کو غور کرنا چاہیے جتنا اس کا رخا نہ خدائی میں آدمی خوش  
 کرے اور اپنے ذہن کو لڑاے اتنا ہی اسکی خوبیوں اور حقیقت کو پہنچ سکتا ہے اور بعد اُسکے  
 اسکو ثابت ہو جاتا ہے کہ جو کچھ انسان اب تک دریافت کر چکا ہے یکے از ہزار و اند کے از بیشمار نہیں  
 آدمی کی طبیعتیں جدی جدی ہیں اور اپنی طبیعت کے موافق ہر شخص کام کر سکتا ہے لیکن تحصیل علم کی ضرورت  
 چاہیے کیونکہ اوس سے اصول سب باتوں کے معلوم ہوتے ہیں اور ہر امر کی تلاش میں امید منزل  
 مقصود پر جلد پہنچنے کی ہوتی ہے۔ علم کے حاصل کرنیکا وسیلہ کتابوں کا پڑھنا ہے جن باتوں کو  
 زمانہ گذشتہ کے عقلمندوں نے اپنی کوشش اور ذہن کی رسائی سے دریافت کیا اون سب  
 باتوں کی یاد رکھنے کی واسطے تلاش کسی وسیلہ کی ہوئی اور آخر کار وسیلہ اسکا یہ ٹھہرا کہ اون سب کو  
 کسی شے پر لکھ رکھا جائے اب دیکھنا چاہیے کہ کتابیں کیسی ضرورت کے واسطے بنائی گئی ہیں اور  
 کتنے بڑے فائدہ کی ہیں اگر اب دانش یہ مفید وسیلہ نہ نکالتے تو کسی ملک میں ترقی نہوتی۔ تمام عالم  
 جمالت کے دریا میں ڈوب رہتا جیسے کہ بعض جزیروں اور مقاموں کی خلقت جہاں علم کا شغل نہیں  
 ہے جہل و بے علمی کی ظلمات میں مبتلا ہیں چونکہ سہو مقصداے انسانیت ہے آج ایک بات معلوم  
 ہوتی ہے کل وہ فراموش ہو جاتی ہے اس لئے معلومات کو یاد رکھنے کی غرض سے کتابیں ایجاد  
 ہوئیں کیونکہ بدون اونکے متقدمین کی تحقیقات سے متاخرین کس طرح مستفید ہو سکتے تھے۔ غرض جو  
 باتیں ایک قسم کی اور آپس میں علاقہ رکھتی ہوئیں اور رفتہ رفتہ لوگوں کی تحقیقات اور تلاش سے معلوم  
 ہوئی گئیں وہ بہ ترتیب کتابوں میں مندرج ہوئیں تاکہ پڑھنے والوں کی سمجھ میں جلد آجائیں اور باتیں  
 یاد رکھیں اور ضرورت کیوقت کتاب میں جلد نکل آئیں۔ کتابوں سے تعلیم و تدریس میں سیکھنے والے کو بھی  
 آسانی ہے اور سکھانے والے کو بھی وقت نہیں ہوتی۔ علاوہ اسکے دنیا کی جتنی چیزیں ہیں سب آپس میں



نسبت کوئی شبہ خواہ سوال پیدا ہوا اور وہ چاہے کہ اسکو دریافت کرے تو جب تک کہ دوسری بہت  
سی باتوں کو جنکے جاننے پر اس سوال کا حل ہونا یا شبہ کا مٹانا منحصر ہے دریافت نکر لگاتار تک  
اوسکی تسلی نہوگی اسواسطے جو لوگ صاحب ہوش اور ذی شوق ہین اور اس دنیا کے کارخانہ عجیب و  
غریب کو کہ پیش نظر اوسکی ہے اپنے شوق دلی سے کچھ جاننا چاہتے ہین اور باریک بینی کی آنکھ سے  
ہر شے کو دیکھتے ہین اونکو واجب ہو کہ جو طریق یقینی اس مقصد کی منزل تک پہنچنے کا ہے اسکو  
اختیار کریں اور وہ طریق مطالعہ کرنا کتابوں کا ہے پس علم خوشی کے حاصل ہونیکا بڑا وسیلہ ہے اور  
انسان کے جتنے کام اور دنیا کے معاملات ہین سب سے مقصود خوشی اور آرام ہے اگر کوئی  
مال جمع کرتا ہے تو اسی مال کیواسطے حشم پیدا کرتا ہے تو اسی حشم سے جاہ حاصل کرتا ہے تو اسی  
جاہ سے بہر حال خوشی سب حال میں مطلوب ہوتی ہے اور جس بات میں خوشی حاصل ہو وہ سب  
بہتر سمجھی جاتی ہے اور یہ دونوں باتیں علم کی تحصیل میں حاصل میں علاوہ اوس فلاح اور ان فائدوں کے جو اوپر  
عمل کر نیسے پیچھے ہوتے ہین صرف اسکا تحصیل کرنا ہی خالی از فائدہ نہیں۔ نئی باتوں کا معلوم ہونا  
اور بغیر دیکھی ہوئی چیزوں کا جاننا طبیعت کو بڑی خوشی اور دل کو حظ بخشتا ہے قطع نظر ان معلومات  
کے جو کتابوں کے پڑھنے سے ہوتی ہین خیال کرنا چاہیے کہ نئی چیز اور نئے تماشے کے دیکھنے سے انسان  
کو کیسی خوشی حاصل ہوتی ہے کہ بجائے فائدہ کے اپنی گرہ سے خرچ کر نیو مستعد ہونا ہے اگر پوچھا جائے  
کہ اوسکے دیکھنے سے کیا حاصل ہوا تو سوائے اسکے کہ ایک نئی چیز دیکھنے میں آئی اور کچھ جواب  
نہیں اور کتابوں کے پڑھنے اور علم کے سیکھنے سے تو بیشمار عجیب و غریب باتیں اور نادار نادار چیزیں معلوم ہوتی  
ہین۔ آدمی کو لازم ہے کہ اوسکے پڑھنے اور سیکھنے میں دل لگائے کہ جو مزہ اور خوشی بے تردد اور بے سخت  
ہاتھ پاؤں کے اونے حاصل ہوتی ہے اور کسی سے نہیں ہو سکتی۔ فی الحقیقت اس شغل سے بہتر کوئی  
شغل نہیں سب باتوں میں کسی خرابی اور نقصان کا احتمال ہے لیکن اس میں یہ کہاں ہے کہ ہرگز کسی ضرر  
و خطر کا گمان ہی نہیں مگر علم کی تحصیل میں تندہی شرط ہے قصہ کہانیوں کا ذکر نہیں کیونکہ مطالعہ کتابوں کا



ضرورت نقصان کا بھی احتمال رہتا ہے آج تک کوئی پرستہ والا ہوا ہو گا جو اپنے بس کو یاد رکھے چھپایا ہو  
بلکہ زیادہ بخانے کا ارمان رہ جاتا ہے کتاب بینی بیشک بڑی ہی دلچسپی کی چیز ہے کتاب سے زیادہ  
کوئی دوست مونس و غمخوار نہیں کیسی ہی حالت فکر و تردد کی ہو اگر اس وقت کوئی کتاب جو مرغوب طبع  
ہو اور اٹھا کر پڑھنے لگو سب تردد اور غم رفع ہو جاتا ہے اور انسان جس قدر علم سے زیادہ بہرہ رکھتا ہے  
اوس قدر زیادہ کتابین اور اقسام مضامین دل بہلانیکے لئے قابل استفادہ ہوتی ہیں جیسا موقع اور  
طبیعت کی خواہش ہو ویسی ہی مضمون کی کتاب دیکھ سکتا ہے اسلئے خواہ مخواہ طبیعت اوسکی اوسین  
ملگتی ہے علاوہ اسکے کہی کسی یگانہ یا بیگانہ کے کسی بات کے کہنے کو دل چاہتا ہے کہی نہیں چاہتا یا  
وہ شخص جسکے ساتھ بات چیت کا اتفاق ہو ایسی ناشائستہ گفتگو کرے جس سے طبیعت زیادہ ناخوش  
ہو لیکن کتاب کا پڑھنا اختیاری ہے جو مضمون پسند خاطر ہو پڑھے جو ناپسند ہو نہ پڑھے اوسین کی طرح  
کی کدورت تصور نہیں فقط

## اَلْعِلْمُ بِلَا عَمَلٍ بَطَالَةٌ وَالْعَمَلُ بِلَا عِلْمٍ ضَلَالَةٌ

قول مندرجہ عنوان کے معنی صاف ہیں یعنی جو علم بلا عمل کے ہو وہ بے فائدہ ہے اور جو عمل بدون  
علم کے ہو وہ ضلالت ہے اور اوسکی صحت مسلم اور مقبول اور ارباب معقول اور منقول ہے اس مقولہ  
کے اظہار سے میری غرض یہ ہے کہ بیشتر ملک ہندوستان میں علم کا اکتساب خاص خاص طبقوں میں  
محدود رہا جسکو جس علم کے ساتھ سروکار تھا وہی وہ حاصل کرتا تھا اور باقی اور طبقات اپنے اپنے پیشہ  
ہی کی تعلیم میں اپنی لیاقت اور رشد خیال کرتے تھے جن لوگوں کا خاندانی پیشہ و غما و رشتہ میں  
اور اختراعاتی اور طب اور شاعری اور انشا پردازی اور محرمی وغیرہ تھا وہ کتب متعلقہ اپنی دست  
اور حوصلہ کے موافق پڑھتے تھے اور جو پیشہ لوہار بڑھئی اور زرگری وغیرہ رکھتے تھے وہ کام سیکھتے تھے  
پیشہ ور یہ نہیں سمجھتے تھے کہ ہمارے کام کے لئے بھی کسی علم کی ضرورت ہے جو زبانی قاعدے اور  
گرامر اپنے استاد سے سنے اوی برکتفا کی اور اسی سبب سے یہ پیشہ ور اپنے پیشہ میں ترقی نہ کرنے



سبب سے خریدار کی رغبت اور بیشی قیمت زیادہ ہو۔ گورنمنٹ انگریزی نے شہر اور قصبہات اور  
 دیہات میں مدرسے اور مکتب جاری کئے اور اسکے سبب سے تعلیم علوم کا سلسلہ شروع ہوا  
 حتیٰ کہ اب زمان سابق کی بہ نسبت ہر ایک موقع اور مقام پر اس ملک کے آدمی خواہ وہ کسی قوم کے  
 ہوں زیادہ تر پڑھتے لکھتے نظر آتے ہیں اور جو خاندانی رئیس اور شریف تھے ان کے دلوں میں  
 تعلیم نے یہ اثر ڈالا کہ ایک دوسرے پر سبقت لیجانے لگا چنانچہ اب سابق کے نسبت ولایت جانا  
 اور وہاں تعلیم پا کر سند کا حاصل کرنا آسان ہو گیا اور اہل صفت خواہ وہ کسی مذہب کے ہوں  
 موافق مذہبی سے قطع نظر کر کے ولایت پہنچے اور اپنے ارادے میں کامیاب ہوئے اور اسی کی  
 روز بروز ترقی ہے لیکن اسکے ساتھ ہی ایک امر ایسا قلوب اہل ہند میں جا ہوا ہے کہ اسکے سبب  
 سے ان کی تمام کوششیں بیکار اور معطل ہیں اور وہ یہ ہے کہ حاصل محصل علم کی تحصیل کا ہی سمجھتے  
 ہیں کہ بڑی نوکری اور زیادہ تنخواہ ملے یہ بات کسی زمانہ میں نہیں ہوئی کہ ہر علم یافتہ کو سرکار اور  
 بادشاہ وقت سے ضرور کوئی عہدہ اور منصب ملے اور نہ یہ ممکن ہے اس لئے کہ نوکری ملک ضرورت  
 کے موافق ملتی ہے اور کام کی واسطے آدمی درکار ہوتا ہے لیکن خالی آدمی کے لئے کام ایجاد نہیں  
 ہو سکتا اور کسی کو کیا غرض ہے کہ ایک بیکار خالی آدمی خواہ کیسا ہی تعلیم یافتہ ہو سامنے آوے تو لازم  
 ہے کہ اس کو نوکری دی جاوے اور اگر اونسے کہا جاوے کہ تحصیل علم سے صرف ہی غرض نہیں ہے کہ  
 انسان کو اچھی نوکری ملے تو اوندکا یہی جواب ہے کہ صاحب پر تحصیل علم سے فائدہ ہی کیا ہے ہم  
 کہتے ہیں کہ اول تو علم فی نفسہ انسانیت کا ایک عہدہ جو ہر اور زیور اور لباس ہے یعنی جو شخص علم سے  
 ناواقف ہو وہ گویا داخل گروہ انسان نہیں ہے سوائے اسکے علم وہ شے ہے کہ ہریشیہ اور ہر حرفہ  
 کو اس سے مدد مل سکتی ہے اسکی ضرورت نہیں ہے کہ ایک چار اگر تحصیل علم کرے تو وہ اپنے پیشہ  
 کو چھوڑ دے اور جہاں تک ممکن ہو کسی سرشتہ میں کسی عہدہ پر مقرر ہوتا کہ وہ اپنی مشقت کا فخرہ پاوے  
 لکھ اسکا اپنے کام اور اپنے پیشہ میں علم کی قوت سے ہی فائدہ حاصل کرنا چاہیے مشکل یہ



تو تعجب نہیں لیکن یہاں تو یہ کیفیت ہے کہ لوگ تعلیم پا کر اپنے آبائی پیشوں کو نظر حقارت سے دیکھتے  
 ہیں اور انکو چوڑ چوڑ کر نوکری کے متلاشی ہیں۔ پھر اس حالت میں بہلا کیا امید کی جائے کہ ہماری مہر  
 گورنمنٹ ہند کا یہ منشا کہی پورا ہو سکیگا کہ ہندوستان کی صنعت و دستکاری اور حرفت جو دن بدن  
 گھٹتی اور ناپید ہوتی جاتی ہے نہ صرف قائم رہے بلکہ ترقی کرے۔ یہ بات تو قریب قریب ہر شخص کے  
 تجربہ میں آئی ہوگی کہ ایک دسے جولائے یا کوری کوری کے لڑکے نے علوم حاصل کئے۔ چلو اسی  
 دن سے اپنے آبائی پیشہ کو سلام کیا۔ نوکری کی فکر ہوئی یا خدا مقابلہ کے امتحان کا بہلا کرے کوئی  
 ڈپٹی کلکٹر کوئی ڈاکٹر کوئی انجینئر ہو گیا۔ ظاہر تو ایک شخص بلکہ ایک خاندان کو فائدہ ہوا لیکن غور  
 کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حالت میں دو بڑے نقصان پیدا ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ آبائی  
 پیشہ میں کمی ہوگئی اگر وہ شخص بجائے نوکری کرنے کے اپنے علمی قوت اپنے پیشہ میں صرف کرتا  
 تو نہ صرف وہ اس میں ترقی کر سکتا تھا بلکہ وہ اپنے پیشہ کو ذی عزت بنا سکتا تھا۔ دوسرے یہ بڑی  
 دشواری ہے کہ ہندوستانی طبائع بڑی شکل سے بدلی جاسکتی ہیں۔ یہاں مختلف قومیں لیتی  
 ہیں اور اکثر وہ میں رذیل و شریف میں تفریق ہے پس اگر کوئی ایسے فرقہ کا شخص جو رذیل سمجھا  
 ہو اور جسے حسب رسم و رواج ملکی لوگ منہ نہ لگانا چاہتے ہوں صرف امتحان پاس کر نیکی برکت  
 سے کسی معزز کرسی پر خواہ وہ اسکول و کالج کی کرسی ہو یا کچھری اور عدالت کی بٹھا دیا جائے تو کہی  
 عوام الناس ایسے شخص کی دل سے عزت نہیں کر سکتے۔ جبراً اور قہراً اور بات ہے۔ تعلیم ایسے  
 شخص کی عقل کو تو ضرور سا کر دے گی فراست کو بڑھا دے گی لیکن اسکی خلقی تہذیب اور سوشل  
 آداب و اخلاق پر کتنا اثر پڑے گا ظاہر ہے۔ فکرنے کی چندان ضرورت نہیں۔ اگر گورنمنٹ ہند نوکری  
 دیتے وقت اس امر کا خیال رکھ سکتی کہ تعلیم یافتہ لوگ جو اپنے آبائی پیشہ کو ترک کر کے نوکری اختیار  
 کرنا چاہتے ہیں اپنے پیشہ ہی کی طرف راغب کئے جائیں تو نہایت درجہ مناسب ہوتا اس سے  
 علم کی وقعت ہو قائم رہے اور ہندوستان کا صنعت اور حرفت و غم نہ خشک گھٹتے اور مٹتے جائیں



نہیں ہے کہ ایک ناخواندہ بڑے جو کام بنانا ہے اسکی نسبت تعلیم یافتہ بڑی بہت عمدہ باقاعدہ اور درست کام قابل قدر کے بنائیگا اور اپنے کام میں ایسے ذریعہ اپنے علم اور عقل کے سبب پیدا کر لیا جس میں سہولیت اور آسانی کے علاوہ تخفیف خرچ بھی ہے اور کام میں خوبصورتی چمک دمک اور استحکام وغیرہ پائی جائیں پس اس بیان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سلف میں حرفت اور صنعت کا کام بلا علم تھا اور اب جو اہل جہد پیشہ ورون سے تعلیم پا کر اس قابل ہوئے کہ اپنے پیشہ کا کام اچھا طیار کر سکیں تو بعد حصول علم کے عمل اور سکائیں کرتے یعنی پہلے ضلالت تھی اور اب بطالت ہے اور یہ دونوں امر قبیح ہیں۔

افسوس کا مقام ہے کہ سلف میں ہند میں تعلیم عام نہ تھی اور اس واسطے پیشہ ورانہ ہون کی طرح اپنا اپنا کام کرتے تھے اب جو سلطان وقت نے انکو علم سکھایا تو وہ اپنا کام نہیں کرتے حق تعالیٰ ملک ہند کے باشندوں پر رحم فرمائے اور انکی فہم کو راہ راست پر لائے تاکہ جو عمدہ نتائج انکے لئے تعلیم سے امید کیے ہیں انکو حاصل ہوں اور تحصیل علم انکی اوقات کے تضییع کا باعث نہ ہو۔

کہتے ہیں کہ علم مانند ابر کشیر کے ہے اور اہل علم مثل زمین کے یعنی جب ابر سے نزول باران ہوتا ہے تو اچھی زمین پانی کو قبول کرتی ہے اور اس سے طرح طرح کے درخت و پھول پیدا ہوتے ہیں اور جس زمین میں نشیب ہوتا ہے اس میں پانی جمع ہو رہتا ہے گو اس میں پیدا کچھ نہیں ہوتا مگر اس سے خلقت کا بہت کام نکلتا ہے اور جو زمین شور یعنی خیر ہوتی ہے اس میں کچھ پیدا نہیں ہوتا اسلئے طرح اہل علم بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ آپ پڑھتے ہیں اور نیز عمل کرتے ہیں اور بنی نوع انسان کو چند نصائح سناتے ہیں اور سید ہی راہ پر لگاتے ہیں اور کتابیں تصنیف اور تالیف کرتے ہیں اور طالب علموں کو تعلیم دیتے ہیں۔ اور بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ علم رکھتے ہیں عمل نہیں کرتے مگر اور لوگ اونسے پڑھتے ہیں اور نیز عمل کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ علم کو حاصل کرتے ہیں اور اوقات اسکے ذرا بچتے ہیں اور انکو تعلیم کرتے ہیں غرض یہ کہ جیسے زمین تین قسم پر منقسم ہے اسلئے اہل علم بھی تین قسم پر ہیں اول وہ کہ آپ بھی اپنے علم سے منتفع ہوتے ہیں اور غیر دن کو فائدہ پہونچاتے ہیں دوسرے وہ کہ اور دن کو نفع پہونچاتے ہیں اور آپ محروم رہتے ہیں۔ تیسرے وہ کہ نہ آپ



ہیں اور نیز غیر وہ کو فائدہ پہنچاتے ہیں نہایت عمدہ ہے اور اسکی پیروی ہر شخص کو لازم و مرغوب ہے۔

## علم باعث خوشی انسان

ایک آدمی ہمیشہ کہہ کرتا تھا کہ جس چیز سے جانور وہ خوشی حاصل ہوتی ہے اسی چیز سے انسان کو بھی خوش رہنا لازم ہے جیسے کہ جانور کھاتے سونے اور چلنے پہرنے سے خوش ہیں اوسیطح انسان کی خوشی کے لئے بھی وہی باتیں کافی ہیں اوس آدمی کی یہ بات سنکر ایک روز کسی استاد نے ایک سو رکابچہ کیچڑمین سے نکال کر مٹھی میں دیا اور اوس آدمی کو کیچڑمین ڈال دیا اور کہا کہ اگر تمہارے نزدیک جانور آدمی کی خوشی کیساں ہے تو بس تمکو کیچڑمین اور سو رکو مسند پر خوش رہنا چاہیے تب اوس بیوقوف کو خوشی کی قدر معلوم ہو گئی اور وہ اوس استاد سے پوچھنے لگا کہ مہربانی کر کے آپ یہ بتلائیے کہ جانور آدمی کی خوشی کا کیا فرق ہے اوس بزرگوار نے جواب دیا کہ بہائی خوشی مانند غذا کے ہے اور حواس خمسہ میں سے ہر ایک حس کی غذا یعنی خوشی جدا جدا ہے پس اور سب خوشی تو انسان اور حیوان میں برابر ہے لیکن جو عقل اور سمجھ خدا نے انسان کو عطا فرمائی ہے وہ وقوف اور ہوش جانور کو نہیں دیا اسلئے انسان کو اپنی خوشی حاصل کرنے کے لئے عقل و شعور کی غذا یعنی خوشی حاصل کرنا چاہیے اور اسکی خوشی بڑھنے لگنے اور ہر طرح کے علم سیکھنے اور علم کا چرچا کرنے سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ خدا ہر ایک کی وہی چیز ہے جس سے وہ تازہ اور قوی ہو اور اس دلیل سے ثابت ہوا کہ عقل کی طاقت علم ہے انسان کو علم حاصل کرنا چاہیے۔

## علاج جہل

جب نادان اپنی نادانی کو جانتا ہو اور سکو جہل بسیط کہتے ہیں یہ جہل ابتدا میں اسلئے اچھا ہے کہ جو شخص اپنے



چونکہ بی نوع انسان کی پیدائش اسی حالت پر ہوئی ہے پس ہر شخص کو مناسب ہے کہ اس معاملہ میں غور کرے کہ انسان کو یہ سبب نطق اور تمیز کے اور جانوروں پر بزرگی چل ہے اور جاہل جو یہ بزرگی نہیں رکھتا وہ حیوانات کی مانند ہے اگر جاہل ایسی مجلس میں جو کسی علم کی بحث کے واسطے مقرر کی گئی ہو حاضر ہو تو انسانی خاصیت یعنی گویائی چوڑ کرنا چار خاموشی اختیار کر لیا اور خود اس بات کا مقرر ہو گا گفتگو اور اسکی جانور کی بولی کی مانند ہے کیونکہ اگر انسانی تقریر سے مناسبت رکھتی ہوتی تو اس مجلس میں علما کے روبرو بات چیت کر سکتا بلکہ انصاف سے غور کیجئے تو معلوم ہو گا کہ انسان سے بھی کم رتبہ ہے کیونکہ ہر جانور اپنی ذاتی صفتوں میں کامل ہے اور آدمی وحشی صفت یعنی جاہل حیوانی و صفوں میں بھی ناقص ہے۔ الغرض جب اوسکو ایسے سوچ بچار سے اپنی نالیافتی اور بے وقتی پر شہرہ مندگی اور آگئی ہوگی تو یقین ہے کہ اوسکو علم کی تحصیل کا شوق ہو۔ بے علم آدمی جو بڑے خیالوں سے اپنے آپ کو عالم جانے اوسکو جمل مرکب کہتے ہیں اس سے زیادہ کوئی رزلیت انسان کو خراب اور گمراہ کرنیوالی نہیں ہے جس طرح سے اطباء بدنی بعضے مملک یا دیرینہ مرض کے علاج سے مجبور ہوتے ہیں اسی طرح اطباء انسانی بھی اس مرض کے معالجہ میں عاجز ہیں کیونکہ ایسے شخص کو اپنے جو بڑے گمان سے کی طرح اپنی خطا پر آگئی نہیں ہوتی ہر اور جب تک کہ خبر نہ ہو ہرگز علم کی خواہش نہیں ہو سکتی اس جمل کے دور کرنے کے لئے علم ریاضی کی تعلیم و ترغیب نہایت عمدہ و مفید ہے اسلئے کہ جب اوسکے مسئلوں اور دلیلوں پر غور کرے یقین کی کیفیت کیسے حاصل ہوگی اور اپنے جو بڑے عقیدے سے خبردار ہو گا تب اوسکا جمل مرکب بسیط ہو جاوے گا یعنی اپنی نادانی کو جانیکا اور یقین ہے کہ علم کی تحصیل میں کوشش کرے گا۔

## حاصل علم

دنیا میں خدا نے جو چیز پیدا کی ہے اس کے لئے کوئی غایت ضرور ہے۔ ہر شے جو تم دنیا میں دیکھتے ہو اس سے کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور متصور ہے کوئی چیز کسی قسم کی اس دنیا میں بیکار نہیں ہے اور ہر ایک کو اس کے فائدہ سے بخلائی ہے۔ مثلاً وہی مہر ہے کہ رات دن



تاج میں لگانے سے فخر کرتے ہیں وہی پتھر ہے کہ شانہ ادیون اور رانیون کا ہر وقت گلے کا ہار رہتا ہے  
 اوسکو تو خداے حقیقی نے کتنی فضیلت دی ہے اور اسکو کس قدر ذلت میں گرایا ہے نباتات میں  
 سے تو لسی کا درخت ہے دیکھو اہل ہنود اوسکو کیسا عزیز رکھتے ہیں حتیٰ کہ پرستش بھی کرتے ہیں اوسکا  
 گہر میں رکنا ایک بہت بڑا مبارک خیال کرتے ہیں اور اگر سچ پوچھو تو وہ حکمت کی رو سے قابل تعظیم  
 ہی ہے اوس میں ایک قسم کی قوتِ جاذبہ ہوائے سیمی ایسی ہوتی ہے کہ جیسے مقناطیس میں قوت کش  
 فولاد کی گئی ہے جس گہر میں یہ درخت ہوتا ہے وہاں بیماری کم اپنا جلوہ دکھاتی ہے کبھی کسی قسم  
 کی تپتی ہوا ہرگز بہت جلد اثر نہیں کر سکتی یہ حکماء ہند کی ایک بہت بڑی حکمت تھی کہ انہوں نے  
 اس درخت کو عقلاً واجب التعظیم گردان کر معزز بنایا بلکہ زیادہ احتیاط کے لئے پرستش کا بھی حکم  
 دیا تاکہ عوام اوسکو فضول سمجھ کر ترک نہ کر دیں اور ہمیشہ یہ سلسلہ انہیں جاری رہے اور پھر اوسکو برخلاف  
 اوسکے مقابل تم بول یا لیکر کو دیکھو کہ علاوہ اوسکے فائدے یا نقصان کے ہر شخص اوسکو منحوس  
 سمجھتا ہے اور اوسکو گہر میں لگانا نہایت ہی عیب خیال کیا گیا ہے اسبطر ح سے انسانوں میں  
 ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ ایک وہ شخص ہے کہ جسکے آگے سینکڑوں خدا کے بندے  
 گرد زمین جھکاتے ہیں اور ایک وہ مخلوق ہے کہ کوئی متنفس اوسکے پاس کھڑا ہونا بھی بڑا خیال  
 کرتا ہے لیکن یہاں ایک بہت باریک بات یہ پیدا ہوتی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے انسان کو اشرف  
 المخلوقات بنایا ہے اور اوسکے اشرف ہونے کی فقط یہی دلیل ہے کہ یہ اپنی حالت آپ بدل سکتا  
 ہے اور درخت یا گھوڑے بیل بکری میں یہ قدرت نہیں عطا کی مثلاً تم ابھی دیکھتے تھے کہ ایک  
 شخص گلی در گلی جو تیان چٹھتا پھرتا تھا اور ابھی لگبی پر سوار چلا جاتا ہے یا ابھی کوئی آدمی گلے میں  
 جھولی ڈالے ہوئے بیک مانگتا پھرتا تھا اور ابھی سواری میں اوسکے پیچھے آدمی بچو بچو کہتے ہوئے  
 چلے جاتے ہیں۔ بس یہی باعث شرف ہے کہ اوسکو با قدرت پیدا کیا ہے اور اور مخلوق کو مجبور رکھا  
 تو کس چیز نے اوسکو ایسا بنا دیا کہ ابھی تو اوسکو کوئی نگاہ بہر کر بھی نہیں دیکھتا تھا اور ابھی انگوٹھیں



بہمائے لئے وہ حکم ہے کہ جو اسکو سب لی امدادیوں میں غرض رہا دینا ہے سناہ سے یکر میرا سب اس سے  
 محتاج ہیں یہ سب کا مطلوب اور تمام جہان اسکا طالب ہے اسکی ہی جستجو میں انسان نے ہزاروں  
 پہاڑوں کو کاٹا لاکھوں جنگلوں کو گستان بنایا سیکڑوں اُجڑے ہوئے ملکوں کو آباد کیا سمندر وں  
 کو پایاب کر دیا ہزاروں غواصوں نے مدتوں بحر تلاش میں غوطے لگائے بجلی کو مقید کیا لیکن ان سخت  
 کوششوں پر بھی کسی کو اسکا پورا پتہ نہیں لگا ہے اور اسکی امید ہی رہی۔ ہاں اتنا ہوتا ہے کہ  
 جس کسی کو یہ اپنا سچا طالب دیکھتا ہے اسکو پورا نہیں تو تھوڑا ہی جلوہ دکھا دیتا ہے اگر تمام جہان کے  
 محل اور عمدہ عمدہ چیزیں اور جواہرات ایک طرف رکھو اور علم کو دوسری طرف خیال کرو تو جب بھی اتنی ہی  
 تو نسبت نہیں ہونی کی کہ جتنی قطرے کو بحر سے یا ذرے کو آفتاب سے ہے۔ لوگ انسان کو تو اشرف  
 المخلوقات کہتے ہیں لیکن میری رائے اگر سلامتی پر ہو تو علم کو اشرف المخلوقات کہنا چاہیے۔

فلاطون کو اسنے فلاطون بنایا ارسطو کو اسی نے ارسطو کیا حکیم فارابی کو اسنے معلم ثانی کہلایا شیخ بوعلی سینا  
 اسی سے شیخ الرئیس بنے یہ سب اسکا صدقہ ہے کہ علما کا نام قیامت کے دن تک مثل جگگاتے  
 ستاروں کے صفحہ دنیا پر چمکتا رہیگا یہ اسیکے لطف کی وجہ ہے کہ ہر شخص روز رستخیر تک اونکے اقوال  
 کو پڑے فخر سے دلمین جگہ دے گا علاوہ ان سب باتوں کے یہ کتنی بڑی بات ہے کہ وقت پڑوٹی  
 کشتی کا ناخدا خرمن صحر زردہ کے لئے باران رحمت مایوسی کی جگہ صورت امید مغموں کا انیس غرض اسطرح  
 سے ہر ایک کی فریاد سنتا ہے۔ آہ وزاری کو پونچتا ہے طوفان میں کشتی نوح کا یہی ناخدا تھا یعقوب کا گنغان میں  
 یہی تسکین بخش تھا۔ حضرت یوسف کے قید خانہ میں اسینو دلجوئی کی ہے۔ دنیا کے قیام کا دار  
 اسپر رکھا گیا ہے۔ عزیز و نکاح عزیز شریف و نکاح شریف۔ شاہوں کا شاہ خدائے اسکو بنایا ہے۔  
 اسیکے چاہ میں ہزاروں نے دشت طلب کی وہ خاک چھانی ہے کہ جنکے آگے قیس و فرہاد ہی  
 گرد ہیں وہ وہ زور دکھائے ہیں کہ آسمان تک کو ہلا ڈالا۔ رزیل کو شریف۔ ذلیل کو عزیز۔ جاہل کو  
 عالم۔ نادان کو حکیم اسینے بنایا ہے۔ اسی کے لغوی معنی جاننے کے ہیں مگر اصل مبداء انکشاف  
 کو علم کہتے ہیں علم کا یہ قسم رہا۔ اتمی۔ ریاضی۔ فلاح۔ سیاحت۔ حکمت۔ طبعی۔ ہند۔



ویسے ہی مشاہدے جلوہ دینگے۔ ریاضی کی طرف نظر ڈالو گے تو تمام زمین و آسمان چاند سورج ستارے  
 سب کی پیمائش آسانی سے کر لو گے۔ فلاحی کی جانب خیال کرو گے تو سمان ہی اور معلوم ہوگا اسی طرح  
 سیاحت ہی اپنا شاہدہ جداگانہ دکھائے گی۔ حکمت کو جب نظر کرو گے تو ہر شے کی حقیقت صاف طور  
 سے آنکھوں کے آگے مجسم آن کھڑی ہوگی۔ طبعی کا اگر تصور کیا سب ستاروں کی گردشیں بجلی کا کڑکنا بادلوں  
 کی گڑگڑاہٹ۔ ہوا کے تیز تیز جھونکوں کی پورے طور سے کیفیت کھل جائیگی۔ ہندسہ کی طرف اگر قوت  
 متخیلہ کو جو دت دی تو تمام دنیا کے خزان کا دم بہرین حساب ہو گیا آئندہ و گزشتہ کی آسانی سے  
 حالات معلوم ہونے لگے۔ مہیت کی جانب اگر ذہن متوجہ ہوا تو صد ہا طرح کے دوائر کے دوائر لگا  
 کے آگے کھینچ گئے۔ طب پر جو نظر ڈالی تو صد ہا طرح کے نباتات کی خاصیت کی کیفیت معلوم ہو گئی۔  
 غرض اسی طرح سے ہر علم اپنا مفہوم جدا جدا رکھتا ہے وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہیں جو ان سب میں  
 سے بہرہ لیگے اور ان کے برابر کوئی بد نصیب نہیں کہ کچھ حاصل کرنا تو درکنار نام شکر ہی شرف نہ ہوئے  
 پس وہی قوم مغضوب خیال کرنا چاہئے جس میں آج کل صفت الہی یعنی علم نہیں ہے خداوند تعالیٰ کا  
 اسی بات پر غضب ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جس سے خفا ہوتا ہے فوراً اپنی امانت چھین لیتا ہے اور جس  
 سے خوش ہوتا ہے اس کو یہ اپنی خاص امانت دیدیتا ہے دیکھو کہ بقراط وسقراط کو مرے ہوئے ایک  
 زمانہ گزر گیا لیکن پہر ہی زندہ ہیں۔ جب تک اہل ہنر نے اس کو اپنا مطلوب رکھا تب تک تمام جہان  
 میں معزز و محترم تھے اور اس کی چاہ جب دل سے نکال ڈالے تو پھر نہ حکومت رہی نہ شوکت  
 نہ راج نہ سلطنت آزادی کا تاج بھی چھین گیا۔ شرف کے تخت ہی سے اتار لئے گئے غرض یہاں تک  
 نوبت پہنچی کہ دست نگر بن گئے۔ اسکے بعد جب تک مسلمانوں کے پاس گوہر غلطان رہا تب تک  
 انہیں کارج نہا ہی حاکم تھے یہی تمام دنیا کے مغرورے زمانے میں انہیں کا طوطی بولتا تھا غرض مثال قنار  
 روشن کے ساری دنیا ان کی روشنی دیکھتی تھی اور جب یہ گوہر بے بہا انہوں نے ہی ہاتھ سے کھو دیا تو پھر  
 نہ وہ حکومت تھی نہ جس کے صدقے میں یہ حاکم تھے نہ وہ شہر تھے نہ وہ کھانا تھے نہ وہ



حکمت ہی کہ جس کے کوئی لگا ہوں میں کوئی عرصہ نہ ہو سب چہن کیا قطع نام ہی نام بانی  
 رہ گیا اسی طرح جب انگلش قوم جلوہ علمی سے فیض پذیر ہوئی تو خود ہی دیکھ لو کہ انکی ہر ایک بات کو  
 تم ہی نظر حیرت سے دیکھتے ہو آج کل علم ہی کی وجہ سے زمانہ اونہیں آنکھ نہ پڑھاتا ہے۔ وہ حوادث  
 زمانہ سے کہی مٹنے نہیں پیرتے ہر کام میں مستعد اور ہر بات میں چالاک نہ کہیں تساہل سے غرض نہ  
 سستی سے مطلب غرض جو کچھ ہے سب علم ہی سے ہے اور جو کچھ ہوگا سب علم سے ہوگا۔  
 علم ہی بیان معزز بنائے گا اور علم ہی عقبے میں کام آئے گا غرض علم دہر سے جس قدر فائدے حاصل ہو  
 ہیں اور جتنے ضرر و جہالت و بے ہنری سے پیدا ہوتے ہیں شرح انکی جیتر بیان سے زیادہ ہے علم  
 کی تعریف بیان میں آنی لائق نہیں ہے چنانچہ لارڈ بیکن صاحب کہ زبردست فضلاء انگلستان  
 سے گذرے ہیں فرماتے ہیں کہ علم کی بہتر تعریف خاموشی ہے یعنی جہان گفتگو کی حد ہو وہاں سوا  
 خاموشی کے کیا چارہ بقول شخصے خاموشی از شنائے تو حد شنائے تست۔

## تعریف علم و بحث فائدہ جابل قبول العلم قوۃ۔ و۔ السیف قوۃ

علم ایک گوہر ہے دریائے نجات کا جسکو یہ دستیاب ہو وہ گویا دولت بے زوال سے مالا مال ہے  
 یہ ایک جوہر ہے کان شرافت کا جو کوئی اسکے حاصل کرنے میں کامیاب ہو وہ شہمت و سعادت دارین  
 سے نہال۔ علم ایک صیقل ہے کہ جس سے رنگ جہالت و خباثت آئینہ طبیعت انسان سے  
 رفع ہو کر فضیلت و شرافت چمکنے لگتی ہے یہ ایک آفتاب عالم تاب ہے جس کے نور سے تیرگی فنا  
 دور ہو کر قلوب خلایق نور اخلاق سے پر نور ہوتے ہیں یہ ایک آئینہ ہے کہ جس سے تمام دنیا کے حال  
 کے چہرہ کا عکس جون کا تون دکھائی پڑتا ہے۔ یہ ایک کنجی ہے کہ جس سے مقفل صندوق طرح  
 کے بیدون کے بسولیت کھل سکتے ہیں۔ یہ ایک میٹری ہے کہ جس سے انسان اپنی شکل مراد  
 کے کوٹے پر باسانی چڑھ سکتا ہے۔ یہ ایک شربت آب حیات ہے کہ جس سے ہر نشہ سعادت کی  
 پیاس بجھکے آسائے حیات و دولت۔ یہ ایک اساحتہ فضیلت ہے کہ حریف ہو کر نظر کشش



ضلالت ہر کہ وہ کو آب ہدایت سے سیراب کر دیا جس ملک میں اسکی ترقی ہوئی وہ اور ملکوں سے زیادہ نیک نام  
مشہور ہوا جو قوم اس سے متصف ہوئی وہ اپنے ہمجنسوں سے افضل تر شمار کی گئی چنانچہ حکیم بزرگ چہر نے  
کہا ہے کہ میں نے اپنے استاد سے پوچھا کہ علم پڑھنے سے مجھ کو کیا حاصل ہوگا کہا اگر تو گمنام ہے تو ناموس  
ہوگا اگر مشہور و معروف آدمی ہے تو زیادہ مشہور ہوگا۔ علم کو دولت بے زوال اور زر کو دولت ناپائدار  
کہتے ہیں یعنی یہ کہ اوس دولت کو کمی اور اسکو قیام و ہمیشگی نہیں۔ خیال فرمائے تو یہ طرفہ سود مند جائے  
دولت علم کا ہے کہ بخلاف زر کے خرچ کرنے سے بجائے زوال کے کمال پکڑتی ہے یہ دولت جتنی جتنی  
پڑانی پڑے اتنی ہی نئی ہوتی جاتی ہے چنانچہ حکیم کہتے ہیں کہ طبیب اور معلم دیرینہ خوب ہوتے ہیں یعنی  
علم اونکا یہ سبب پختگی و تجربہ کے معتبر ہوتا ہے۔ دولت زر کے رکھنے کو چوری کے خطر اور ہزار ہا ضرر  
سے بچانیکے واسطے جائے محفوظ درکار ہے علم کی دولت کیلئے عالم الغیوب نے انسان کا سینہ وہ  
مخفی گنجینہ بنایا ہے کہ ممکن نہیں جو کسی کو اوسکا دھینے نظر بھی آسکے اس دولت کا کچھ بوجہ نہیں جس کا  
لینا دینا اگر ان گزرے نہ اسکا کوئی وارث نہ دعوبدار و شریک ہے۔ یہ وہ جو ہر شریف ہے کہ جس رزبل  
مین ہوا اسکو شریف کر دے اور اگر شریف مین ہو تو کیا گنا ہے پہر تو علم اسکا گنا ہے اور شرافت  
حسن جہط حسین کو زیور گنا ہے ویسے ہی شریف کو علم ہیبتنا ہے اس علم ہی کے وسیلہ سے ہم  
فاصلہ دور دراز سے اپنے اعزہ و احباب کے مطالب دلی کس خوبی اور آسانی سے دریافت کر لیتے  
ہیں ہزار ہا کوس کے بعد سے ایسا بے تکلف واسطہ کتابت اون سے رکھتے ہیں کہ گویا دے ہمارے  
سامنے بیٹھے ہوں اور ہم حسب دلخواہ اون سے باتیں کر رہے ہوں ایسے ذریعہ سے ملکوں ملکوں کا  
احوال معلوم ہوتا ہے بقول شخصے ۵

یہ تماشاکتاب مین دیکھا	یشکر سیر ملک کی کرنی
------------------------	----------------------

اس علم کے طفیل سے ہم باشندگان بلاد و امصار غیر کے حال اور مصنفان و حکیمان سفید مین کی سرگزشت  
واقوال سے ماہر اور اونکے مزاج و طبائع سے واقف ہوتے ہیں اور بغیر دیکھے ایسا تعارف اولن سے

نہ ان جہاں کہ لیتے ہیں کہ جس طرح کہ بختیاری کے ہونے سے ملکوں ملکوں کا



میں ہر چند کہ اونکو جهان گزران سے گزرے ہزار ہا برس گزرے چنانچہ ایک صاحب اپنی تصنیف میں  
 رقم فرماتے ہیں کہ ٹڈلٹن صاحب اگرہ کلج کے پرنسپل کہ علم انگریزی میں فاضل اور زیر کی و دانشمندی  
 و مصنف مزاجی میں کامل تھے ایک مرتبہ کسی عارضہ میں علیل ہوئے اونکے دیکھنے کو ایک دوست  
 اونکے گئے بات چیت میں اونے پوچھا کہ اس تنہائی میں کوئی خویش و اقربا دوست آشنا نہیں  
 ہے آپ کا جی کیسے لگتا ہو گا اونہوں نے تبسم فرما کر اشارہ اپنی الماری کی طرف کیا اور کہا دیکھو جتنی یہ  
 کتابیں ہیں اونکے مصنف ہمارے دوست اور بہائی بند ہیں ہم جس سے چاہتے ہیں ہم کلام ہوتے  
 ہیں یعنی انکی تصنیف کی ہوئی کتاب کو اوٹھا لیتے ہیں اور پڑھ کر اپنا جی بہلاتے ہیں اس علم کی دولت  
 کی بدولت کیا کیا دلچسپ مضامین کیسے کیسے باریک نکتے کیا کیا عمدہ تدبیریں سوچتی ہیں کہ بیشمار زرخ  
 کرنے سے بھی وہ باتیں میسر آنا دشوار ہیں علم کے سبب کیا لطف کے مباحثے کیا کیا دلیلیں اور کیسی کیسی  
 تردیدیں ہوتی ہیں کہ جنگی شرح میں دفتر کے دفتر سیاہ ہوں تو عجب نہیں۔

کوئی فاضل اپنی قوت علمی پر نظر ڈال کر کہتا ہے **اَلْعِلْمُ قُوَّةٌ** کوئی جاہل اپنی طاقت بازو کے  
 زعم سے پکارتا ہے **اَلشَّيْفُ قُوَّةٌ** یہ اپنے قول کے ثبوت میں کہتا ہے کہ تیغ و شجاعت سے کہ  
 دونوں ایک دوسرے کی آرائش ہیں سب زور گٹھڑ ہیں دیکھو ہم بذریعہ شجاعت کیسے کیسے زبردست  
 دشمنوں کو شکست دیتے اور کیا کیا کارخانے دنیا کے زیر و زبر کرتے ہیں۔ بزور تیغ و بیدریغ کیسے بڑے  
 بڑے ملک سر کرتے ہیں ہماری امداد سے خراج ممالک و محافل اراضی حاصل ہو کر خزانہ سلطنت بہر نامہ  
 ہماری دلاوری سے تنازعات مالا نخل فیصل اور کارہائے اہم حل ہوتے ہیں ہم لوگ گوہر جان عزیز  
 کو میدان کارزار میں قلم و شمشیر کی واسطے براہ خیر خواہی تیار کرتے ہیں اپنے اوپر ترک خواب و خورش گوارا  
 کرتے اور اپنے سینہ جرات گنجینہ کو سپر تیغ حملہ اعدا بنا کر لڑتے ہیں اور معرض ہلاکت میں پڑتے ہیں دلاوری  
 کارزار کی شجاعت باعث قیام سلطنت و سیاست رعیت ہے اور موجب اجراء احکام مملکت  
 و سبب تمنہ اشعار و آداب حکمت و مدائن کار و کجائات و سبب سے شجاعت ایک فضیلت ہے



عقلاے تقدیر میں ہے چنانچہ کیسویق ہندوستان میں یہ دستور تھا کہ روٹیاں بلند درختوں کی شاخوں سے  
لٹکا کر لڑکوں سے نشانہ لگواتے جو لڑکا تیر سے روٹی گرا تا دہی کھا لیتا تھا اس طرح سب لڑکے شوق سے  
روٹی گراتے اور کھاتے اور نہر سکتے اور محنت و ریاضت و شجاعت کی عادت کیا کرتے تھے پس اس قسم  
کی تعلیم اور انکی اسی غرض سے ہونی تھی کہ کار و پیشہ شجاعت وہ لوگ اختیار کریں اور صاحب علم شجاعت کے  
خوگر اور شائق نہیں اوس سے متفر علم کی جانب رجوع ہوتے ہیں اس سے بزدل کم ہمت معرکہ جنگ  
و جدال میدان کارزار و قتال سے خائف و لرزان کاراہم میں پریشان رہتے ہیں چنانچہ حکایت -  
ایک فہرے کے دو لڑکے تھے ایک کو شوق تحصیل علم اور دوسرا شائق فن سپہ گری تھا جب سن بلوغ  
کو پہنچے ایک سردار کی سرکار میں دونوں اپنے اپنے کام میں نوکر ہوئے اتفاق سے اوس سردار  
پر کوئی غنیمت چڑھ آیا اور اس طرف سے بھی تیاری ہونے لگی چونکہ صاحب علم ہر وقت سردار کی مصالحت  
میں رہتا تھا سردار نے اوس سے کہا کہ تم بھی اسلحہ خانہ سے ہتھیار اور اسلحہ سے گھوڑا پسند  
کر کے یلوکل تم کو بھی ہمارے ساتھ لڑنے کو چلنا پڑیگا اتنا سنتے ہی روح خشک ہو گئی مگر شرم کے  
سبب سے بہت خوب کھراپے گھرا یا اور اپنی عورت سے کہا اب اس فہرے سے بھاگو ورنہ کل سردار  
کے ساتھ مرنیکو جانا پڑے گا عورت اوسکی عقلمند تھی بولی جو شخص لڑائی میں جاتا ہے بے اجل نہیں  
مرتا یہ کھراپے چلے گئے اور پیکر دکھایا اور کہا کہ دیکھو جسطرح اس میں دانے ثابت رہ گئے  
اسی طرح لڑائی میں بھی لوگ بچ رہتے ہیں بولا جو پس گیا میں ہوں اس کم ہمتی کو دیکھو کہ اوسکی عورت  
جنہلا کر بولی سن اگر تو حق نعمت قدیم فراموش کر کے ایسے خاوند سے نکاح حرامی کر لیا اور اس کا  
ساتھ چھوڑے گا تو میں ہی تیرا ساتھ نہ دوں گی آخر کار شر مارا جواب ہوا صبح کو گھوڑے پر مسلح سردار کے  
ساتھ لڑائی میں روانہ ہوا جب دونوں فریق میدان میں لڑنے کو تیار ہوئے مارو بجھنے لگا اور گول  
گولاد دونوں طرف چلنے لگا اوسکی روح فنا ہونے لگی حواس خمسہ پر گندہ ہو گئے اور گھوڑا بٹھکا تو  
خوف کے سبب سے اسنے سردار سے عرض کی کہ خاوند میں گرتا ہوں سردار نے سمجھا کہ وہ کہتا  
ہے کہ میں مخالف ہوں فوج گرتا ہوں سردار نے کہا کہ اگر وہ کہتا ہے تو اسے مار دے



ہی گیتاب تو اوسنے کمر سے ڈوٹھ کھول کر پہنا شروع کیا دشمن کی فوج لڑنے سے باز رہی اور اس کے پاس  
 جا کر پوچھا کہ کیا پیغام لایا ہے کہا مجھے گھوڑے سے اتار دو تو کچھ عرض کروں جب گھوڑے سے اوسے اوتارا  
 بولائے کس لئے لڑتے ہو جس طرح معاملات چاہو گے ہمارا سردار قبول کر لیا اوس غنیم نے کہا کہ دس لاکھ روپیہ  
 اور اپنی بیٹی ہمارے بیٹے کو بیاہ دے بولایا بات ہمارے سردار کو قبول ہے اس کا جواب کل دیا دنگا تم  
 خاطر جمع رکھو اس بات سے غنیم نے خوش ہو کر قلعہ رخصت عطا کیا لڑائی موقوف کی دوسرے دن صبح کو  
 اوس کا سردار لڑائی پر حسب معمول چڑھا تب حریف نے اوس سے کہلا بھیجا کہ کل تمہارا وکیل تمہاری طرف  
 سے دس لاکھ روپیہ اور بیٹی دینی قبول کر گیا ہے اب کیون لڑنے کو طیار ہو گئے سننے ہی اوس  
 سردار نے کہا دیکھو کون شخص ہماری طرف سے وہاں جا کر یہ بات کہہ آیا ہے اوسے میرے پاس  
 لاؤ غرض اوسکو لوگ تحقیق کر کے لیکے اوسوقت سردار نے پوچھا تو کس کے حکم سے ایسا اقرار کر آیا ہے بولا  
 پیر و مرشد اسے حکم کیا چاہیے جو اس گھوڑے پر چڑھے گا وہی اقرار کر آوے گا اس بات پر اوس کے آقا نے بہت  
 ناخوش ہو کر سزا دی اور غنیم سے کہلا بھیجا کہ ہمارے یہاں سے کوئی یہ پیغام لیکر نہیں بھیجا گیا پس لڑائی  
 بہر ہونے لگی غرض اسکے دل میں لڑائی کا خوف اول ہی سے ایسا سمایا ہوا تھا کہ جان بلب تھا بہر حال  
 چار و ناچار بہاگنا ہی مصلحت نظر آیا جب بہاگنا تو اسکی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی اوس کے ساتھ بہاگے جاتے  
 جاتے راہ میں ایک نالہ آڑا اور لوگ تو اس کے اوپر سے گھوڑا کو داکو داکر نکل گئے مگر اسنے گھوڑے کو  
 روک لیا اور تھمت نہ پڑی کہ نالہ کو داکر نکل جاوے آپ ہی آپ یہ سوچا کیا کہ اگر گھوڑا کو دے گر پڑے  
 ٹانگ ٹوٹ جاوے یا میں خود ہی گر پڑوں تو کیسا ہو یہی بحث اپنے دل میں کرنا اور کہنا تھا کہ اگر کو داؤن  
 مگر گر پڑوں اگر کو داؤن مگر گر پڑوں اسی لیت و لعل میں فوج دشمن نے تعاقب کر کے آلیا اور جان سے  
 مارا گیا بہائی اوسکا چوہا ہی تھا برابر لڑائی میں ثابت قدم رہا جب اوس کے سردار کی فتح ہوئی تو لڑائی جیتنے کے  
 انعام و صلہ میں بہت کچھ مرتبہ پایا **فصل** اسکے جواب میں یہ نفر پر کرتا ہے کہ چونکہ اہل علم ہندو



روح خاطر چکر نقش کا لجر ہو جاتی ہے اور نفاس و نزاکت و متانت و سلامت رومی اور کلی طیف ہو کر  
 آتش قوت غضبی کو مطلقاً سرور کر ڈالتی ہے اس وجہ سے عالموں کا شمار راستبازی معقول پسندی دنیا  
 و خوش خوی اور جاہلوں کا اختیار ہر وحیلہ طاقت فزہی جہالت و مفسدہ پردازی سختی و جنگجوی پر ہوتا ہے  
 بعض جاہلوں کا قول ہے کہ غضب عین شجاعت اور غیرت ہے یہ قول اون کا فضول و بے اصل ہے کیونکہ  
 مغلوب الغضب اپنی باخلاقی سے عزیز دن اور دوستوں اور نوکر دن وغیرہ کو ہمیشہ آزر دہ کرتا ہے  
 اور وہ بیمارے اسکردل کی تسکین اور آشفگی رفع کرنے کو جس قدر منت اور سماجت کرتے ہیں یا ناکردہ  
 گناہوں کو اپنے ذمہ لیتے ہیں وہ حد سے زیادہ آشفہ ہو کر ناگفتنی کہتا ہے اور کبھی کبھی حالت غضب  
 میں تو یہ حال ہوتا ہے کہ اگر قلم کا قط اور قفل کا کلنا یا آگ سلگنا اور سکی خواہش اور جلدی کے موافق نہ ہو  
 تو طیش میں آکر چپاتا اور توڑتا اور بھاتا ہے تمام بدن سے پسینہ نکل آتا ہے بلکہ ہوا یا مینہ اور سکی مرضی کے  
 خلاف بر سے تو خفا ہوتا ہے گالیان بکنے لگتا ہے۔ اے یار عزیز شجاعت قوت دل کا نام ہے اور وہ  
 ایک فضیلت ہے لیکن علم افضل تر جو ہر ہے اور بے علم کی عقل اور بغیر علم کی تدبیر کہ جز اعظم لڑائی اور جمل  
 امور کی ہے محال ہے چنانچہ حکیم سقراط نے کہا ہے کہ علم و عقل مشابہ روح و جسم کے ہیں یعنی عقل بے علم  
 جیسے جسم بے روح اور علم بے عقل جیسے روح بے جسم پس علم و عقل لازم و ملزوم ہیں اور جس طرح لڑائی کے  
 وقت لوہا سونے سے زیادہ کام آتا ہے اسی طرح ہر حالت میں عقل سونے سے زیادہ انسان کے کام  
 آتی ہے اور بغیر عقل و تدبیر کے ہتھیار لینا جیسے مٹی کی مورت کے ہاتھ میں کاٹھ کی تلوار دینا۔ شجاعت  
 بمنزلہ ایک ہتھیار کے ہے اور عقل و تدبیر مثل دست قوی کے اگر کسی شخص کا ہاتھ بے ہتھیار ہو تو  
 وہ کوئی کام کر سکتا ہے لیکن ہتھیار کو ہاتھ نہ لگایا جاوے تو وہ بیکار ہے پس اسی طرح بے عقل و  
 تدبیر کے صرف شجاعت ہیج ہے۔ علم ایسی چیز ہے کہ جس کے سبب سے ملک واری و جہان بینی میں  
 صلاح و فسورہ و انصرام امور مملکت کی واسطے احتیاج علما و حکما کی ہوتی ہے کیونکہ اس بات کے لئے  
 نہایت عقل و لافقت و لہذا سیکہ کہ گنگ



شاہی کے محتاج ہونے کی نسبت بادشاہ انکی صلاح کے زیادہ تر محتاج ہیں یعنی اگر علما و عقلا نہ ہوں تو کار ملک میں  
 خلل آجاوے خیال کرنا چاہیے کہ اہل یورپ نے فوج کے واسطے قوانین و تدابیر جنگ عجائب آلات حرب  
 و غرائب اسلحہ ضرب ایسے عمدہ عمدہ کلین کر جنسے بڑے بڑے کام نکلتے ہیں جو ایجاد کی ہیں تو بزرگ علم و عقل  
 نہ بہرہ و شجاعت ہم اس موقع پر اس معرکہ کی کیفیت جو فی الواقع چشم دید ہے بیان کر کے اپنے قول کی تائید  
 گردانتے ہیں **ثقل** جنگی لاٹ صاحب بہادر کے ملاحظہ کے واسطے دہلی میں ایک مرتبہ دور دور کی فوج  
 جمع ہوئی اور امتحاناً مصنوعی جنگ عمل میں لائیکے واسطے دو فریق باہم مخالف قرار دئے گئے ایک عرصہ  
 تک لڑائی میں ہر طرح کی چالاکیاں طرفین سے ہوتی رہیں معرکہ عظیم پیش رہا مگر کسی نے کسی پر فتح  
 نہ پائی آخر کار ایک طرف کے حکام میں ایک روز شورہ ہوا اور باتفاق رائے سب کی ایک صلاح پختہ ہوئی  
 اور آخر کو انکی عقل کے زور سے ایک تدبیر کارگر ہو گئی وہ یہ تھی کہ رات کے وقت انکے سپاہیوں نے فریق  
 مخالف کی سی پوشش اور وضع تبدیل کر کے جو مقام کہ دروازہ انکے حصار حفاظت کا تھا اوسکے گارد  
 کا پہرہ دھوکا دیکر بدل دیا اور اپنی فوج لچبلی تمام حصار کے اندر پہونچا کر اپنا تسلط اور حکام مخالف کو مقید کر لیا  
 اور خطر باب ہوئے۔ اس عمدہ اور واجب التوصیف تدبیر جنگ کے عوض لاٹ صاحب بہادر کے حضور  
 سے بہت کچھ صلہ و انعام و مراتب اس طرف کے افسروں کو عطا ہوئے اب خیال کرنا چاہیے کہ اس  
 موقع پر ہنوز نوبت جنگ و کارروائی تیغ و تفنگ و شجاعت بید رنگ کی پہونچی بھی نہ تھی صرف عقل و تدبیر  
 ہی کے ہاتھ کی قوت سے تیر مقصد کا کمان سرعت سے نکل کر ہدف کامیابی پر پہونچ گیا پس ایسی عمدہ  
 تدبیریں سوائے علم و عقل کے اور کس سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ علاوہ برین تحصیل علم مانع کسب ہنر اور کسب  
 ہنر مانع تحصیل علم نہیں یعنی جو کوئی علم سیکھے وہ دوسرے فن نہ سیکھے یا جو شخص کوئی فن یا پیشہ سیکھنا چاہے  
 وہ علم حاصل نہیں کر سکتا بلکہ اگر پیشے والے پڑھ لکھ کر اپنے پیشہ میں قائم رہیں یا جس دوسرے پیشے میں  
 انکی طبیعت لگے اسے اختیار کر کے ترقی کریں تو موجب اوسکے فز و عزت کے ہو سکتے ہیں بہ نظر حقیقت  
 انسان کا عزت پیشہ سے نہ بلکہ کمال گزشتہ کی عزت انسان سے ہے پیشہ کوئی ہو لیکن علم کی



قدر کم نہیں ہوتی فردوسی طوسی فقط ایک و ہفتان زادہ تھا لیکن بسبب اپنے جوہر قابلیت کے ایسا نامور ہوا  
 کہ جتنے شعراء فاضل ملک فارس اور ہند کے ہوئے سب اسکو استاد مانتے آئے ہیں غور کرنا چاہیے  
 اودن ملکوں کے کاریگروں کی دستکاریوں پر جہان سب پیشے والوں میں پڑھنے لکھنے کا رواج ہے دیکھیے  
 کیا کیا کمال کرتے ہیں اور سب اسکا ہی ہے کہ علم کی برکت سے اونکے ذہن میں صفائی اور تیزی آجاتی  
 ہے سمجھ زیادہ ہو کر ہر صنعت کا مادہ ہم پہنچتا ہے لیکن یہ کیسی طرح مناسب نہیں کہ فقط کسی ہنر و پیشے پر  
 اکتفا کر کے بہرہ علمیت و فضیلت سے محروم رہے کیونکہ اگر کوئی شخص سیف و قلم دونوں کو اپنا ہتھیار بناوے  
 یعنی فن پسگری و علم ہی حاصل کرے تو نوراً علی نور کہ اوس حالت میں اوس کی جرأت و عقل کی صلاح سے  
 اوسکے جملہ امور عمدہ تر ہونگے اور اگر دونوں باتیں ممکن نہ ہوں تو تیرگی جہالت سے نکل کر جوہر اعلیٰ تر یعنی علم کی  
 جانب رجوع کرنا واجب ہے کیونکہ سوائے فضائل باطنی کے علم کار ہاے دنیاوی میں زیادہ بکار آمد ہوتا  
 ہے چنانچہ حکایت - دو شخص اپنے شہر سے تباہ ہو کر کسی ملک میں گئے جو پڑھا ہوا تھا لڑکے پڑھانے  
 لگا اور جو ہنر جانتا تھا وہ اپنا پیشہ کرنے لگا اتفاقاً وہ دونوں بیمار پڑے جو پڑھا ہوا تھا وہ اوس حالت  
 میں بھی پڑھانا تھا اور اپنے واسطے رزق پیدا کر لیتا تھا اور جو ہنر مند تھا وہ بباعث مفلسی کے مرنے لگا کیونکہ  
 اوس کا کام بے ہمتہ پاؤں ہلائے نہو سکتا تھا پس ظاہر ہے کہ علم ہر حالت میں فائدہ مند ہے رباعی

تسلیم کرتا ہے میں شاہ جہان ہوں	اوسے جو لکھ کے سلطان بناؤں
اگر بدبخت ہووے تو بھی یکبار	اوسے دولت کی کچھ لذت چکھاؤں

جاہل آپ کا قول یہ ہے کہ علم کار ہاے دنیا میں بہت بکار آمد ہے اسکو حاصل کریں گے روزگار پاویں گے  
 باتنگہ سنی سے بکدوش ہو جاویں گے مگر برخلاف اسکے ہماری رائے میں علم افلاس و تنگدستی و حیرانی و سرگردانی  
 دیکھنی زندگانی کا موجب ہے ہم صریح دیکھتے ہیں کہ بے علم اکثر دولت و مال سے آسودہ اور خوشحال فکر معیشت  
 سے آزاد عیش کرنے میں اور صاحب علم بیشتر محتاج خوار و خستہ کا سہ افلاس و در در لئے پھرتے ہیں <sup>طفلی</sup>  
 سے تو سخت جانفشانی تحصیل علم میں اڑتا ہے اور بعد تحصیل باقی زیت مصائب و صعوبت گوناگون میں  
 گنوا لے ہننے خود علما سے سنا ہے کہ عالم بے دولت ہوتے ہیں علاوہ برین علم کی قدر عنقا ہے ذرا



اوسی روز کام ملجاوے لیکن اگر ایک شخص خواہدہ امیدوار روزگار آگیا تو سائل کا سوال ہی نہیں لیا جاتا اور زبانی  
 حکم ہوتا ہے کہ کوئی جگہ خالی نہیں ہے امیدوار بیچارہ مصیبت کا مارا ایک جگہ سے محروم دوسرے حاکم کی  
 امید داری میں حاضر ہوتا ہے غرض آخر کار امید دار دنگی یہ کثرت ہوتی ہے کہ اگر کبھی حاکم نے دوبلائے تو  
 دنگ حاضر آئے اور پہر ہی ایک پسند نہ آیا چنانچہ حکایت تمام گرام صاحب کو گھوڑوں کا بہت شوق تھا  
 ایک روز ایک عربی گھوڑا مول لیا اسمین منشی صدر الدین نے ادراہ غیر خواہی کہا کہ اسپر پنجابی سائیس ہے  
 تو اسکی خدمت بخوبی ہو صاحب نے اطمینان سے سائیسوں کے جمعدار کو بلا کر فرمایا کہ ہکو ایک پنجابی سائیس  
 تلاش کر دے کچھ روز جب گزر گئے صاحب کو وہ بات یاد آئی او سے پہر بلا کر پوچھا کہ سائیس ملا یا نہیں  
 وہ بولا غلام ڈھونڈ رہا ہے ابھی ملا نہیں منشی نے کہا کیا بد ذات ہے ایک مہینے سے ملتا ہے بولا سپر  
 مرشد بد ذات کے کہنے کا برا نہیں مانتا جو مزاج میں آوے سو کیئے تفصیر معاف یہ مولوی منشی ہیں  
 ہیں جو ایک کے بلانے سے سو آن حاضر ہوں یہ تو سائیس ہیں مہینوں کی تلاش میں ایک آدھ ملجائے  
 نہیں تو ملنا محال ہے پس نہ صاحب نے اور امید دار لوگ مولوی اور منشی جو اسوقت حاضر تھے شرمندہ  
 ہوئے اور منشی صدر الدین پشیمان ہو کر دم بخود ہو رہے اور اگر خوبی تقدیر سے کوئی وسیلہ اور سفارش  
 کیسی حال ہو گئی اور حاکم کے حضور سے فوراً جواب نہ ملا تو امید دار مہینوں خوار قرض وام لیکر بعزت  
 تمام بسر کرتا اور مصیبت کے دم بہر تاسے اسپر ہی نوکری ملنا خلوہ عمدہ پر منحصر یعنی حاکم حکم دیتا ہے کہ  
 سائل تا خالی ہونے کسی جگہ کے امید داری میں حاضر رہے اب سائل کجنت ہے کہ نان شبینہ کو محتاج  
 شبانہ روز دست بدعا ہے کہ خدایا کوئی جگہ خالی ہو غرض جب مدت ہو جاتی ہے اور کوئی صورت روزگار  
 نظر نہیں آتی ہے تو ملتی ہوتا ہے کہ پروردگار کوئی اہلکار بیمار پڑے کوئی محروم رخصت لے کہ میں اسکی عیوضی  
 ہی مقرر ہو جاؤں آخر کار ناچار جب امید داری کرتے کرتے جان سے عاری ہو جاتا ہے تو شب بیداری  
 اور گریہ و زاری کے ساتھ جناب باری میں مستدعی ہوتا ہے کہ اکی اب تو مجھے موت دے یا کسی ملازم



کے رہائی سے پہلے بیدار ہو کر علم کی تحصیل کیو واسطے جفا کشی کر کے اپنی طبیعت کے مرغ کو  
 کا لطف اٹھاتے ہیں تو پروردگار و دانستہ علم کی تحصیل کیو واسطے جفا کشی کر کے اپنی طبیعت کے مرغ کو  
 نفس مصائب میں بند کرنا اپنی آزادی کے پاؤں میں قید ترددات کی بٹری ڈالنا کیا شامت ہے اور اس  
 پنج و مرق ریزی کے ساتھ تحصیل علم کر کے بعد ہی نتیجہ یہ کہ ہم اپنے ہمجنسوں کے مقابل ذلیل و خوار و تنگ  
 دلا چار رہیں واہ حضرت سلام آپ کے ایسے علم کو فاضل یہ قول کہ عالم بید دولت ہوتے ہیں  
 درست ہے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور وجہ ان کے بے دولت ہونیکلی بیان کرتے ہیں امید ہے کہ آپ لک  
 ہی اس کو سخن پروری خود غرضی جانب داری سے بری تصور کر کے خاطر شریف میں جگہ دینگے۔

## عالمون کے بے دولت ہونیکا سبب

پہلے تو عالمون کے مزاج میں قناعت اور بے پرواہی ہوتی ہے چنانچہ ابراہیم عادل شاہ نے ایک روز  
 خوش ہو کر بیت ساروپہ اونٹون پر لاد کر ظہوری کے پاس بھیج دیا تھا تو اس نے وہ سب فقیر و ن کو باٹ  
 دیا۔ دوسرے لوگ اپنے بدن کا زیادہ بناؤ ٹھنڈاؤ نہیں کرتے چنانچہ جب لو اب سعادت علیخان نے  
 دو دفعہ مرزا قلیل کو بلایا تو آپ گزی کی ٹوپی سر پر رکھے اور مٹی کا حقہ ہاتھ میں لئے دربار میں چلے  
 گئے۔ تیسرے یہ لوگ جھوٹے کم بولتے ہیں اور سچ بات سب کو کر دیتی لگتی ہے خصوصاً دولتمندوں کو چوتھے  
 بعض وقت ان کے منہ سے راست گوئی کی وجہ سے کلام بے ادبانه بھی نکل جاتا ہے چنانچہ فیضی نے  
 غیر منقوط قرآن بنا کر رخت سے لٹکا دیا اور اکبر سے عرض کیا کہ آپ کے واسطے خدا نے دوسرا کلام  
 بھیجا ہے اور یہ شعر پڑھا ۵

شکر صد شکر کہ خیر البشر ہے پیدا شد	یک نبی رفت و بجایش دگر ہے پیدا شد
تو ایک عالم بڑیونی نے جو وہاں حاضر تھا جوش وین محمدی میں آکر ادیس وقت ایک دوسرا شعر پڑھا اور	
غیر علم داری میں چلا گیا ۵	

حرف صد حرف کہ خیر البشر ہے پیدا شد  
 سخن صد سخن کہ خیر البشر ہے پیدا شد



سے جاتا رہا چٹے جبکہ آدمی کو علم کا شوق ہوتا ہے تو پھر دولت پیدا کر نیک خیال دلپر نہیں گذرتا ایک طالب علم کا  
 ذکر ہے کہ بہ سبب روپیہ نہونیکے چراغ جلا نیکو تیل خریدنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا تمارات کو جب کسی امیر کی  
 سواری نکلتی تو اویسی کی مشعل کی روشنی میں کتاب پڑھتا ہوا سواری کے ساتھ چلا جاتا ایک روز بادشاہ نے  
 یہ حال دیکھ کر حکم دیدیا کہ اس لڑکے کو جو کچھ خرچ کے واسطے درکار ہو اگرے خزانہ شاہی سے ملا کرے غرض  
 کئی مہینوں کے بعد جب اس لڑکے کا حساب دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ چنے اور تیل کی قیمت کے سوا اور کچھ بھی  
 اس کے خرچ میں نہیں اڑھا سائیں جب آدمی عالم ہوتا ہے تو پروردگار یعنی بادشاہ حقیقی کی طرف دل راو سکا  
 جگ جاتا ہے پس اب غور فرمائیے کہ جو شخص عاقبت کی دولت پالیو لگا دہ اس دنیا کی دولت پر ہاتھ  
 مار لگایا لات اور عالم لوگ جو اوصاف بے پرداہی و فناء و راست گوئی وغیرہ کے سبب سے کہ جو خصل  
 ملکی اور فضائل برگزیدہ جناب احدی ہین دولت دنیا سے کہ پا کمال ہے بے پردا اور بیہود عقبی و سود دنیا  
 یعنی دولت علم سے کہ لایزال ہے مالا مال ہوتے ہین تو فی الحقیقت جاہلوں کے مقابل بے قدر نہیں اور قدر  
 و منزلت دنیا میں ایک امر ظاہر داری کے واسطے ہے علم کے اصل فائدوں کو دیکھنا چاہیے کہ کتنے بیشما  
 ہین اور کیسے بڑے بڑے ہین علم کی تحصیل سے خاص غرض یہ نہیں ہے کہ علم مال و دولت جمع کر نیکی  
 گما تین سکھاوے بلکہ جو لوگ نہایت عقلمند اور دانا ہین او کی غرض پڑھنے لکھنے سے یہ ہے کہ اس سے  
 عقل آتی ہے و قفیت زیادہ ہو جاتی ہے جن باتوں کو جاہل لوگ نہیں جان سکتے وہ معلوم ہو جاتی  
 ہین ذہن کی صفائی فہم اور اک کی رسائی بڑھتی ہے یہاں تک کہ دنیا کچھ اور کی اور ہی نظر آنے لگتی ہے  
 اور جو لوگ آن داناؤں اور عقلمندوں سے اسفل اور کمتر ہین وہ فقط یہی سمجھتے ہین کہ ہم لوگ ہو جا کر  
 قدر و منزلت ہماری زیادہ ہوگی اور اچھی طرح کما تین پین گے۔ اور جو آدمی کہ بالکل پست ہمت اور نادان  
 ہین وہ علم کے فائدے کچھ بھی نہیں سمجھتے تم ذرا آپ ہی اپنے گانون یا محلہ کے آن لوگوں سے جو پڑھی  
 لکھے نہون مگر ذرا سمجھ رکھتے ہون اور پہلے مانس اور اشرف ہون پوچھو دیکھو تو وہ کہتے ہین یا نہیں کہ  
 اللہ تعالیٰ ہم کو علم عطا فرمائے اور ہم کو اس علم کے ہین اور دو آنکسین عقل



کے علم کی تحصیل سے اصل غرض یہ ہے کہ انسان ہر بات کی غلطی کو دریافت کر سکے اور دھوکھا لکھا  
 اور بغیر علم کے وسیلہ کے حق و باطل میں تمیز کرنا دشوار راہ راست حق طلبی کی محال ہے اور جب صاحب  
 علم خلعت شایستگی و علم سے آماستہ ہوتا ہے تو گد اگری و بے حیائی سے وجہ معیشت حاصل کرنے میں  
 شرم و انگیز ہوتی ہے اور عزت و آبرو کے ساتھ نان جوین سے پیٹ بھرنا اور شکر خدا کرنا پسند کرتا ہے  
 اور اپنی وقعت کے لائق کار و پیشہ اختیار کرتا ہے۔ قلیو نکو جو تم کہتے ہو کہ وجہ رزق جلد میسر آجاتی ہے  
 تو اگر کوئی صاحب علم ہی اپنے علم پر خاک ڈال کر قلیو نکا کام جیسے پنکھا کھینچنا ٹھی چھڑکنا جو تا اوٹھانا بہر  
 چوک پر گالیان اور ڈنڈے کھانا اختیار کرے تو کیا اسکو اتنی ہی جلد کام نہ ملجاوے۔ رہا یہ کہ علم  
 کی قدر معدوم ہے پس وجہ اسکی بقدری کی خود ثبوت اسکی قدر کی ہے یعنی جب علم کی قدر بدرجہ  
 غایت ہوئی تو اسکی اس قدر ترقی ہوئی کہ دریائے علم گہر گہر موجیں مارنے لگا دولت علم کی ہر جگہ بٹنے  
 لگی تو خواندہ آدمی زیادہ بہم آنے لگے چونکہ قاعدہ ہے کہ جو شے افراط سے میسر آتی ہے اسکی قدر کم ہو جاتی  
 ہے مثلاً بانی اور ہوا کہ باعث زیادتی کے ایسے بقدر ہین کہ اونکو کوئی مفت بھی لینا قبول نہیں کرتا حالانکہ خیال  
 کیجئے تو کتنے فائدے اور کام کی چیزین ہین۔ پس جب محکمہ جات تعلیم سے ہر سال طلباء اس کثرت سے  
 باہر نکل کر امیدوار روزگار ہوتے ہین کہ جنگی ضرورت کچھ یون میں ملازم کرنیکی نہیں ہے اور ہر سال کچھ بیان  
 اتنی جدید قائم نہیں ہوتین نہ کوئی عمدہ قدیم خالی اور عمدہ جدید قائم ہوتے ہین کہ ملازموں سے پرکئے جاو  
 ایسی حالت میں جوق جوق امیدوار جو کچھ یون میں آتے ہین تو صاف جواب پاتے ہین لیکن با اینہما اونچے  
 اونچے عمدے اور ممتاز مرتبے عالمونکے ہی واسطے ہین علما ہر حال میں جہلا سے ممیز ہین کیونکہ اگر  
 علم کی قدر دانی اور اسی سبب سے علما کی تلاش و بہم رسانی عمل میں آوے اور اونکو امور سلطنت و مملکت  
 مملکت سرانجام کرنیکو تفویض نہون تو بغیر عالمونکے علم و عقل کی مدد کے صرف جاہلون کے ہاتھ پاؤں  
 کی ابد دشمنائی بھاری اور پہلوانوں کی قوت و طاقت سے انتظام ملک داری بعدل و داد نہیں



دعوت انسان کے واسطے سعادت و اوصاف مفیدہ کے حامل ہو سکتا اور یہ اور بے لڑو اب صلاحت و طہری  
 ناپسندیدہ میں غرق ہونیکا وسیلہ ہے دراصل غرض تحصیل علم کے اوسپر عمل کرنے اور اخلاق و حسن و خوبی  
 باطنی حاصل کر کے خصایل ناشائستہ کے ترک سے ہے پس اگر کوئی شخص فاضل ہے لیکن جاہل سیرت و ص  
 و حسد و بغض و طمع و نخوت میں مبتلا تو وہ قرین رائے صواب گزین اصحاب فراست کے جاہل سے بدتر ہے  
 اور ایک شخص جاہل ہے الا عالم صفت تہذیب اخلاق سے آراستہ نااہل و مجتہد نفسی سے مبرا تو بدانت  
 ارباب حقیقت میں فاضل سے افضل ہے۔

## تقسیم علم

انگریزی میں مصنفوں نے تقسیم علم کی اپنی اپنی رائے پر کئی طور سے کی ہے مگر سب کم و بیش یکساں ہے  
 لارڈ برڈم صاحب نے کہ ولایت انگلستان کے بڑے حکیموں میں سے ہیں علم کی تقسیم کے باب میں لکھا ہے  
 کہ علم منقسم ہو سکتا ہے تین بڑی قسموں پر ایک وہ کہ اعداد و مقادیر سے متعلق ہے ایک مادہ سے ایک نفس  
 انسانی سے۔ پہلی قسم کو علم ہندسہ کہتے ہیں اور اوس سے خواص اعداد اور اشکال کے جانے جاتے ہیں  
 دوسرے کا نام علم طبیعی ہے اوس سے خواص اُن اجسام اور اجرام کے معلوم ہوتے ہیں جو حسیوں کے  
 وسیلہ سے محسوس ہوں تیسری قسم علم نفس انسانی ہے یعنی علم اخلاق اور اس میں بحث ہے کیفیت نفسان  
 سے جس کے وجود کا یقین کامل تخیلات اور تصورات پر اوس کے تصرف رکھنے سے ہوتا ہے یا یہ کہ وہ علم  
 ہے جس میں بحث ہے آدمی کے نفس کے حسن و قبح کی خواہ اوسکی حالت تجرید میں خواہ مشارکت جماعت  
 کے عالم میں۔ چوتھی قسم علم کی تواریخ جس میں ہر قسم کے علوم کی باتیں لکھی ہوتی ہیں مشترک تمام علموں سے  
 ہے اور مدد و معاون اون سب کا ہے گو اون علموں کے شمار میں داخل نہیں علم ہندسہ مشعب ہے  
 دو شعبوں پر ایک حساب یعنی اعداد و دوسرے تحریر اقلیدس یعنی علم اشکال اور علم طبیعی کی بھی بڑی شاخیں  
 دو ہیں ایک میں شیئوں کی اوس حرکت کا بیان ہے جو دیکھنے میں آتی ہیں اور اس سبب سے یہ شاخ  
 اول اور بہت مفید ہے اسکو بھی علم طبیعی کہتے ہیں اور دوسری شاخ سے ترتیب اور خالصتہ تمام

یہ شاخیں  
 سب کے مشعب

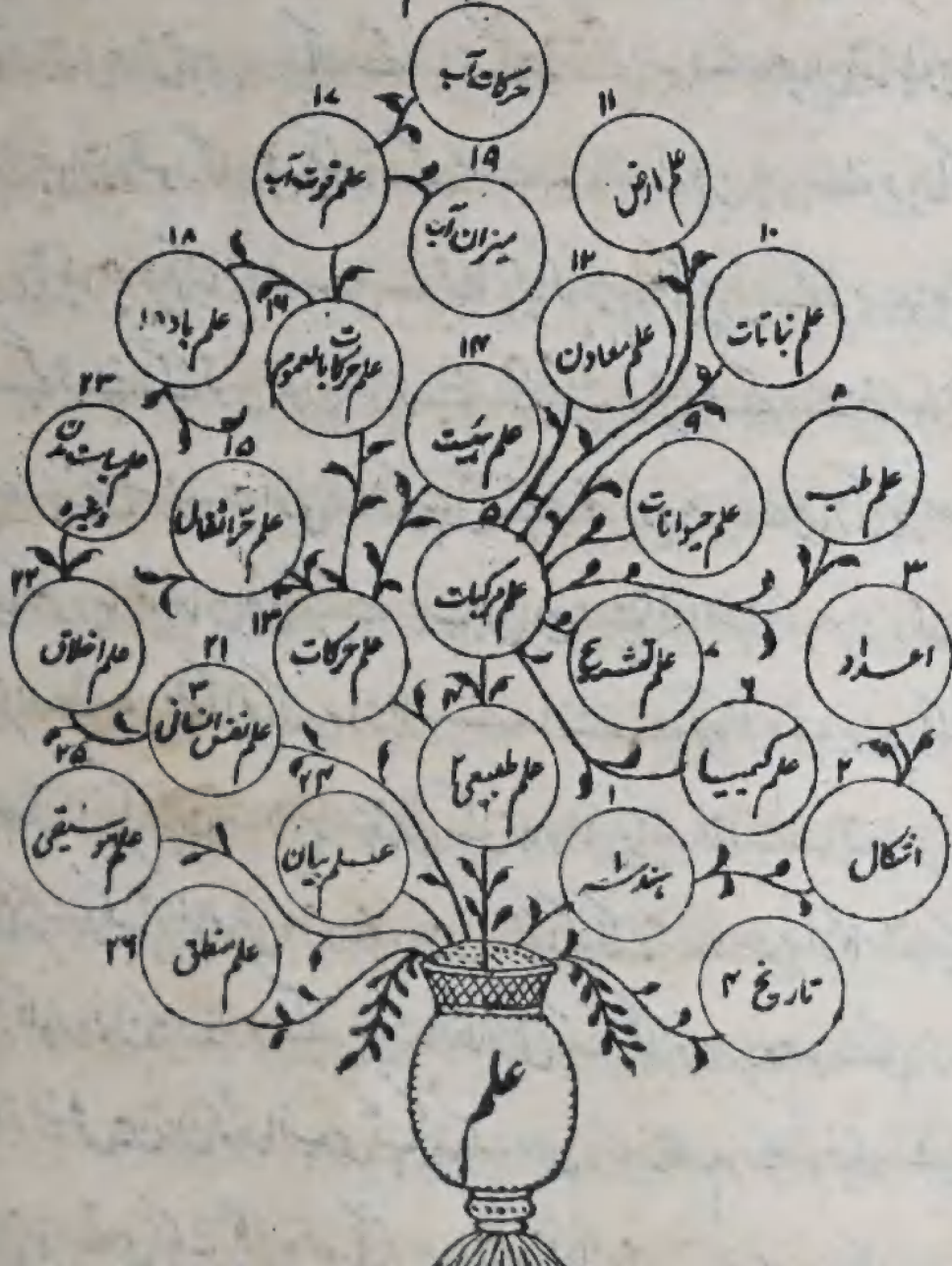


جسموں کے دریافت ہونے میں اور اداسلی میں زمین کے جسموں کے بیان میں بیان  
 چیزوں کی گرمی اور ترکیبات اور وزن و موزن اور صورت وغیرہ کا ہے وہ علم کیمیا کہلاتا ہے۔ جس میں بیان  
 نظم اجسام اور اعضا حیوانات کا ہے اور اسکو علم تشریح کہتے ہیں اگر تشریح انسان کے بدن کی ہے تو تشریح  
 انسان کہلاتی ہے اور جو جانور کی ہے تو تشریح حیوان۔ جس علم سے حال بیمار یوں اور حفظ صحت اور ازالہ  
 امراض کا معلوم ہوتا ہے وہ علم طب ہے۔ اگر بیان تقسیم و تفریق اور عادات جانوروں کا ہے تو وہ علم  
 حیوانات کہلاتا ہے اور جو ذکر تقسیم و تفریق اور خواص و زخو لگا ہے تو اسکو علم نباتات کہتے ہیں جس  
 فرع میں کہ بیان طبقات زمین کا ہے وہ علم ارض ہے اور جس میں بیان اقسام فلزات یعنی دھاتوں  
 کی ان ترکیبوں کا ہے جو زمین کی کانوں میں ہوتی ہیں وہ علم معادن کہلاتا ہے اور ان فرعون یعنی علم  
 حیوانات اور علم نباتات اور علم معدنیات کو مجموعاً تاریخ طبیعی ہی کہتے ہیں خصوصاً بلحاظ تقسیم اور تشابہ  
 اور تفاوت کے علم طبیعی کی بڑی شاخ منشعب ہے کئی شعبوں پر اول شعبہ اسکا علم حرکات ہے اور  
 اس سے قاعدہ عمومی سب قسم کی حرکتوں کے معلوم ہوتے ہیں اور یہ علم دوسرے شعبوں کی اصل ٹہنا  
 ہے۔ دوسرا شعبہ علم ہیات ہے اس سے اصول حرکات ان اجرام فلکی کے جو شامل نظام  
 شمسی ہیں معلوم ہوتے ہیں اور شمار افذکی جگہ اور وقت کا اور کسوف و خسوف وغیرہ کا دریافت ہوتا ہے  
 اور شاہدہ ثوابت کا کیا جاتا ہے۔ تیسرا شعبہ علم جراثیم ہے اور اس سے حرکت کا شمار اور طریقہ حرکت کے  
 پیدا کر نیکا اور سمت حرکت کی باستعانت علم حرکات کے جانی جاتی ہے اور یہ علم خصوصیت ساتھ حکمت علی  
 کے رکھتا ہے بخلاف علم حرکات کے اوسمیں بیان عام اصول حرکتوں کا ہے اور اگر استعمال قاعدوں علم  
 حرکات کا خیال یعنی بننے والی چیزوں کے دباؤ اور حرکتوں میں کیا جائے تو اس سے کئی علم نکلتے  
 ہیں۔ اگر وہ چیز بہاری اور غلیظ ہے جیسا پانی تو اس علم کا نام قوت آب ہے اور جو ہلکی اور ایسی قین  
 ہے کہ دیکھنے میں بھی نہ آئے جیسے کہ ہوا اس علم کا نام علم باد ہے پھر علم حرکت آب کی دو شقیں ہیں  
 ایک دو جسمین میاہ یعنی پانی وغیرہ کے وزن اور دباؤ کا بیان ہے اور اسکو علم میزان آب کہتے ہیں۔  
 دوسرے منہان حرکتوں کا اسکا سطر اسکا نام علم حرکات آب کہتے ہیں۔ ایک فروع علم طبیعی کا علم



ہو جاتی ہے اور یہ علم بہت ہی عجیب و غریب ہے۔ ایک فرع طبیعی کی علم قوت کسربائی ہے اور یہ حال میں نکلا ہوا  
 اور متضمن ہے اس شے کے بیان کا جو مناسبت روشنی اور حرارت دونوں سے رکھتی ہے اور بعض چیزوں  
 مثل شیشہ اور موم اور ریشم وغیرہ سے ملنے اور گر گرنے سے نکلتی ہے اور یہ شے بعض چیزوں میں مثل  
 کاٹھ اور فلزات اور پانی کے باسانی پہونچائی جاسکتی ہے تیسری قسم علم کی جس میں بحث ہے انسان کی  
 ادون افعال سے جو خاص اسکی ذات سے متعلق ہرین یا مشارکت جماعہ سے منشعب ہے کئی شعبوں پر  
 جیسا علم اخلاق<sup>۲۲</sup> سیاست<sup>۲۳</sup> المدن وغیرہ تقسیم از روئے رسالہ بروہم صاحب کے ہے علاوہ انکے اور بھی  
 کئی علم ہرین جیسا علم بیان<sup>۲۴</sup> علم موسیقی<sup>۲۵</sup> و منطق وغیرہ۔

### شجرہ علم





ایک صاحبِ علم انگریزی میں فاضل ہیں اپنی تصنیف میں علم کی کیفیت میں اپنا خیال رقم فرماتے ہیں کہ میں  
ایک مرتبہ موسمِ خزاں میں ایک عجیب و غریب خوشنما شہر میں سیر کر رہا تھا عجائب و غرائب تماشاے اور حیرت انگیز  
چیزیں دیکھتے دیکھتے تھک گیا اور ایک پتھر کی چٹان کے اوپر کہ جس پر سبزے جھے ہوئے تھے بیٹھ گیا اور سوت  
درختوں کے پتوں کی گرمی اور پانی کے بہنے کی سنسناہٹ سے میرا دل ایک حالت سکوت میں ہو گیا  
اور جب میں اپنے گرد و نواح کی چیزوں کے خیال میں مصروف تھا ناگاہ غلبہٴ نیند نے مجھ کو بے ہوش کر دیا  
کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک بڑے وسیع میدان میں ہوں اور اوسکے درمیان میں ایک پہاڑ ایسا بڑا کہ  
کبھی میرے درمیان میں ہی نہ تھا واقع ہے اوس میں ایک انبوہ خلایق مخصوص نوعِ آدمیوں کا تھا انہیں  
سے بہت لوگ بڑی خوش طبعی اور تپاک کے ساتھ کہ جو ان کے بشرہ سے عیان تھا باوجود راستہ کے اکثر  
مقامات پر ناہموار و دشوار گزار ہونیکے آگے بڑھے چلے آتے ہیں میں نے دیکھا کہ جن لوگوں نے  
حال ہی میں چڑھنا شروع کیا تھا انہوں نے خیال کیا کہ ہم پہاڑ کی چوٹی کے قریب پہنچ گئے لیکن چون  
جون وہ آگے بڑھتے گئے توں توں متواتر نئے نئے ٹیلے اونکی نظر کے سامنے پیدا ہوتے گئے پس  
جسکو دے ابتدا میں سب سے اونچی پہاڑ کی چوٹی سمجھتے تھے وہ دوسرے پہاڑ کی چوٹی معلوم ہوئی آخر کا  
ثابت ہو گیا کہ خود پہاڑ آسمان میں گم ہے۔ جب میں ان حیرت افزا اشیاء کی طرف دیکھ رہا تھا ایک  
میرے ہمراہی نے سامنے آکر کہا کہ یہ پہاڑ جو تیرے سامنے ہے کوہِ علم ہے چوٹی پر ایک مقام صدق  
کا ہے صدق کا سر آسمان سے اوپر ہے جس کے چہرہ نورانی پر ایک نقاب صاف چڑی ہوئی ہے اوسکے  
زایرون کی کثرت دیکھ اور خاموش و متوجہ رہ۔ میں نے دیکھا کہ ٹھیک راستہ پہاڑ کا فقط ایک پہاڑک میں  
ہو کر ہے جسکو زبانون کا دروازہ کہتے ہیں محافظ اوسکی ایک تفکر اور مرد و صورت کی عورت ہے کہ جسکے  
ہونٹ متواتر جنبش میں ہیں کہ گویا آپ ہی آپ کچھ بک رہی ہو اور نام اوسکا حافظہ ہے اس اول احاطہ  
میں داخل ہو کر ہم ایک گانہ پڑھا کرتے تھے



سایہ ہوا صاف و تفریح بخش نور جو صدق کے چہرہ سے جلک رہا تھا اوسکے زایرون کے گرد چھایا ہوا  
 ہے۔ میں نے کہا خوش قسمت آن لوگوں کی جنکو پہاڑ پر چڑھنے کی اجازت ہے مگر جس وقت میں یہ کہہ رہا  
 تھا ایک غیبی نورانی شکل اپنے پہلو میں کھڑی دیکھی اوس نے کہا خوش نصیب تروہ لوگ ہیں جنکو نیکی  
 قناعت کا مقام باقی ہے۔ میں نے کہا کیا نیکی ہی اس گھاٹی میں رہتی ہے نیکی بولی میں گھاٹی میں ملتی  
 ہوں اور پہاڑ مجھ سے منور ہوتا ہے غریب کو اوسکی مصیبت میں خوش رکھتی ہوں اور دانشور کو اوس  
 کے خیال میں الہام کرتی ہوں میں شہر دیہات میں دستیاب ہوتی ہوں اور زاہد کو اوس کے حجرہ ہی  
 میں کامیاب کرتی ہوں جو دل میں تسلط قبول کرتا ہے اوسکے اندر میسر ممکن ہے اور جو شخص میسر جو مان  
 ہے اوسکے واسطے میں دو قدم آگے حاضر ہوں۔ علم سے تم کو قدر و منزلت حاصل ہو سکتی ہے مگر میں  
 تمہا تکوین کی راہ بتا سکتی ہوں ہنوز سلسلہ کلام منقطع نہ ہوا تھا کہ مجھ پر ایک دلوالہ اشتیاق  
 دلی غالب ہوا اور میں نے اپنے دونوں ہاتھ اوسکی طرف پہلا دئے ناگاہ میری آنکھ کھل گئی تو دیکھا کہ  
 ٹنڈی ٹنڈی شبیم میرے گرد گر رہی ہے اور شام کی سیاہی سطح زمین پر چھا گئی ہے بس میں فوراً اپنے گھر کو چلا  
 خلاصہ یہ کہ علم کو جو حق طلباء باوجودیکہ یہ ایک شکل چیز ہے تحصیل کرتے ہیں اور ہنوز اوسکی کسی حد تک  
 نہیں پہنچتے کہ اوسکو ابتدائی تحصیل ہی میں یہ گمان گذرتا ہے کہ ہم کامل ہو گئے مگر وہ لوگ جو ترقی  
 ترقی کرتے ہیں تو تون تون نے ہر حلہ پیش آنے جاتے ہیں آخر کار یقین ہو جاتا ہے کہ علم کی کوئی  
 حد ہی نہیں ہے علم حاصل کرنے سے صفت صداقت کی جو سب سے بڑھ کر ہے حاصل ہوتی ہے علم  
 کا تعلق طرح طرح کی زبانوں سے ہے حافظہ اور بکنا اس میں ایک ضروری امر ہے اول طلباء کو مشقت  
 اور بعد تحصیل آسائش ہوتی ہے عالم لوگ خوش نصیب ہیں مگر نیکو کار و قانع زیادہ تر نیکبخت نیکی ایسی  
 چیز ہے کہ مفلس و دانا و عابد کو جو جس حال میں ہے اوسکو اوسی میں کامیاب کرتی ہے علم باعث  
 قدر و منزلت ہے مگر نیکی سے برکت و اصلی خوشی حاصل ہوتی ہے۔



بلاغت اسکو کہتے ہیں کہ عالمون کے پسند ہو اور عوام کو اس کے سمجھنے میں وقت نہ ہو۔ اگر کوئی شخص بڑا پلے  
 میں علم تحصیل کرے تو یہی اسکو کیسی شاگردی سے عازن کرنا چاہیے کیونکہ علم کی فضیلت ہر عمر میں آدمی  
 کو عزت دیتی ہے۔ عالم کو دو فائدون میں سے ایک تو ضروری ہے تصور ہے۔ اول کوئی اس کے علم سے فائدہ  
 پایگا ورنہ اس کا نفس علم میں دوسرے دن کا محتاج نہوگا اگر اہل علم علم کی حفاظت کرتے اور ناپاہون کی تعلیم  
 سے باز رہتے تو ہر زمانہ میں اہل زمانہ کے سردار ہوتے اس سے ظاہر ہے کہ اہل علم ناپاہون کے  
 ساتھ ایک بڑا سلوک کرتے ہیں اون کو چاہیے کہ اہلیت قبول کریں اور علم کی تحصیل کو غنیمت جانیں۔ امر  
 کی صحبت علما کے حق میں مانند جہاڑ خاردار کے ہے جہاں ہاتھ پڑے وہیں کانٹا لگے ظاہری وجہ اسکی  
 ان امر کی تائید یافتگی اور علما کی تربیت یافتگی ہے۔ علم نابینا کا عصا ہے اور بینا کا چراغ راہ۔ بدبخت  
 وہ ہے کہ علم ہو عمل نہ کرے اور عمل ہو مگر نیت خالص نہو نیکون کی صحبت میرا دے اور تاثیر نہ ہو۔

## ترکیب بند بہ خطاب علم

اے علم ہے جہاں میں تیرے ہی دم کی رونق مگر تونہ آ کے اپنے آئین کچھ سکھاتا شاداب ہیں تجھی سے باغ جہاں کے پودے بعد از خدا و احمد دیکھا ہے جب نظر سے ہر قوم تیری چاکر سب لوگ تیرے خادم	تیرے ہی دم سے ہے یان جاہ و شہر کی رونق دنیا میں سچ ہوتی دارا و جہم کی رونق ہے تیرے پر توے سے شاخ قلم کی رونق ثابت ہوا ہے تو ہی دیر و حرم کی رونق ہے تیری روشنائی ردی صنم کی رونق
معور ہیں تجھی سے عالم کی در سگاہیں آباد ہیں تجھی سے شاہی کی شاہ راہیں	تو رہنا ہے کامل تو دواصل خدا ہے تو بدہ کرم ہے تو مبدہ عطا ہے



پر تو بڑا ہے تیرا جنپر ہوئے وہ روشن	آئینہ ہائے دل کو تو صیقل صفا ہے
جھشید کا پیالہ تھا ایک جام حکمت	ایک ایک حرف تیرا جامِ جانِ نما ہے

دنیا میں تو دکھائے ہر ایک نیک و بد کو  
ہے امتیاز تجھے ہر ایک جز و مد کو

رکھے ہوئے ہیں تجھ میں اسرارِ کیمیائی	اس بات کو وہ جانیں جو ہیں ترے فدائی
ہے تجھے فخرِ انسان تو مایہ خرد ہے	گر تو نہو جہان میں تو ہیج ہے خدائی
شاہوں کی مجلسوں میں ہے اقتدار تیرا	ہے تجھ سے ہر جگہ پر انسان کو رسائی
تو نے خدا شناسی کے راستے دکھائے	تو نے یہاں بسی کی بگڑی ہوئی بنائی
بے تیرے ایک جہان کی سیکار ہیں نگاہیں	تیرے بغیر کچھ بھی دیتا نہیں دکھائی

تو دل کی روشنی ہے تو آنکھ کی ضیا ہے  
ہم تو سمجھ رہے ہیں تو نور حقِ نما ہے

ہے تیری منزلوں میں دنیا کی شاد کامی	ہے فخرِ آدمی کو بیشک تری غلامی
سکھلائے تو جہان کو آئینِ بختِ کاری	تیرے بغیر انسان ہے ہر جگہ پہ خامی
اخلاص و خلق و الفت ہیں سب تری دامن	تجھے زبان کو آئے اندازِ خوشِ کلامی
کیا صلح کل ہے تو بھی مسلک ہے تیرا نادر	گبر و یہود و مسلم ہیں سب سے سلامی
با افتخار تجھ سے لاکھوں چوک جہان میں	مقبولِ خلق تجھے ہیں سعدی و نظامی

حافظ تری دلا سے سمجھا ہے یہ اشارا  
کین کیمیا ہے ہستی فارون کند گدارا

ای علم جس نے تیری توقیر دل سے جانی	ہر وقت کبریا کی ہے ادبِ مہربانی
ظنا	سے دیر مرنے مساک ادبِ شخص کی جوانی



تیری مدد سے آئی مضمون میں روانی  
تو دل میں ہے بشر کے ایک گنج جادو دانی

ہر نظم و نثر تیری شرمندہ عطا ہے  
بے شک ہے تو جہان میں ایک لازوال ت

اے علم ہن جہان میں سب بندوبست تیرے  
ہر شیار ہن جہان میں میخوار و مست تیرے

رونق پہ ہے زمانہ دنیا میں تو جد ہر ہے  
تو عیش جادو دان سے عالم میں بارور ہے  
جو تجھے بے خبر ہے دنیا سے بے خبر ہے  
جو جہل کی ہوا میں یاں تجھے خبر نہ سر ہے  
جو تیری دولتوں سے دنیا میں بہرہ ور ہے

آباد ہے وہ کشور جس میں ترا گزر ہے  
تو نخل آرزو ہے ہر شاخ تیری ثمر  
بے تیرے ہے جہان میں بے سود زندگانی  
اوس شخص پر جہان میں بھلی گرے تو بہتر  
ہوں برکتیں خدا کی اوس دل پہ آ کے نال

گر مال ہے تو تو ہے اموال ہے تو تو ہے  
دنیا میں ہر بشر کی بس نجمہ سے آبرو ہے





# جوشِ اسٹروان

## تہذیب اخلاق کے بیانیہ

انسان کو یہ بات جاننا ضرور ہے کہ اس کی سعادت کس بات میں ہے اور شقاوت کس بات میں۔ جو اوصاف او میں پیدا کئے گئے ہیں بعض ان میں سے چوپایوں کے ہیں بعض درندوں کے۔ بعض شیطان کے بعض فرشتوں کے پس انسان کو کونسا اختیار کرنا چاہیے اور وہ کیا صفت ہے جس سے سوائے انسان کے اور مخلوق محروم ہے اگر آدمی اس بات کو دریافت نہ کرے تو اپنی سعادت کس طرح طلب کر سکتا ہے اور اگر اس کا جاننا صرف اتنا ہی ہے کہ ظاہر ہاتھ پاؤں گوشت پوست سر و مونہ کے سوا اور کچھ نہیں اور باطناً اس سے زیادہ اور نہیں جانتے کہ ہو کہ لگی تو کمانے کی طرف رجوع کی غصہ ہو کسی سے لڑنے لگے اور جس خواہش کا غلبہ ہو اس کے رفع کرنے کی تدبیر کی تو یہ بات بہاؤ میں ہی ہے ورنہ ان کی سعادت اور غذا کھانے پینے سونے پہاڑنے کاٹنے میں ہے۔ شیطان کی غذا شر و فساد و مکر و حیلہ میں۔ فرشتوں کی غذا اور سعادت اوصاف حمیدہ حاصل کرنے حرص و حسد و بغض و تکبر سے بری رہنے میں ہے۔ چنانچہ ہر فرد بشر میں چار صفتیں ہیں۔

سبعی۔ حیوانی۔ شیطانی۔ ملکی۔ اگر انسان میں قہر و غضب کی عادت ہے تو ظاہر میں انسان ہے مگر باطن میں درندہ۔ اگر خواب و خودش کی طرف مائل ہے تو دیکھنے میں آدمی ہے مگر باطن میں حیوان اگر مکر و فریب کی جانب متوجہ ہے تو صورت میں انسان اور سیرت میں شیطان۔ اور اگر اخلاق نیک سے آراستہ ہے تو صورت میں انسان اور سیرت میں فرشتہ۔ اگر مکر و فریب کا ہاتھ بڑا ہے تو صورت میں انسان اور سیرت میں شیطان۔ اور اگر اخلاق نیک سے آراستہ ہے تو صورت میں انسان اور سیرت میں فرشتہ۔



اور جیسے آدمی کے معاملے سے برابر ہیں مگر انسان کو دوسرے سے بڑا کرنا چاہیے۔  
 اشرف المخلوقات قرار دیا ہے اور اس کی زور سے وہ حیوان پر غالب ہے اور اوس کی قوت سے علوم  
 و صنائع سیکھ و سمجھ سکتا ہے اور جس قسم کے اوصاف و اخلاق چاہے پیدا کر سکتا ہے اور اوس کی عقل  
 کے باعث اپنی نوع میں ہی علم و عمل کے مقدار کے مطابق ایک دوسرے سے تفاوت رکھتا ہے  
 حکیموں کے قول سے ثابت ہے کہ جیسے انسان کی ضرورت کی چیزیں غذا اور پوشاک اور مکان وغیرہ  
 اس کی فکر اور تدبیر سے حاصل ہوتی ہیں ویسے ہی علم و ہنر کا حاصل کرنا بھی اس کے ارادے اور کوشش  
 پر منحصر ہے برخلاف اور حیوانات کے کہ ان کی حاجتوں کا رفع ہونا ان کی فکر و تدبیر سے متعلق نہیں بلکہ  
 قدرتی اور پیدا شدہ ہے پس اگر انسان کوشش کر لیا کامل ہوگا ورنہ ناقص اور ذلیل رہیگا۔  
 اس لئے ہر شخص کو واجب ہے کہ علم و ہنر کے وسیلہ سے تہذیب اخلاق کر کے شرف انسانی پیدا کرے قطعہ

آدمی زادہ طرفہ معیو نیست	از فرشتہ سرشتہ وز حیوان
گر کند میل این بود کم ازین	در کند قصد آن شود بہ ازان

جاننا چاہیے کہ جو علم یا فن کہ اصلاح کسی چیز یا جوہر کی کرے اس کی بزرگی باعتبار اوس چیز کی بزرگی  
 کے ہوگی مثلاً طبابت کا فن شریف زیادہ ہے سالو تری کے فن سے کیونکہ اس سے انسان کے بدن کی اصلاح  
 مقصود ہے اور اس سے چار پاؤں کے بدن کی حکیموں نے حکمت نظری میں ثابت کیا ہے کہ انسان  
 اشرف المخلوقات ہے اور تکمیل اس کی علم تہذیب الاخلاق سے ہوتی ہے اور عقل سے ہی یہ بات ثابت  
 ہے کہ ہر شخص اپنی لیاقت کے موافق دوسرے سے فرق رکھتا ہے جیسے کہ جاہل اور عالم نیک چلن اور  
 بد کردار۔ اور ظاہر ہے کہ جاہل اور بد کردار علم اخلاق کے وسیلہ سے عالم اور نیک چلن ہو سکتے ہیں پس  
 جو علم کہ ناچیز کو چیز کرے وہی علم اشرف العلوم ہے۔ جاننا چاہیے کہ اخلاق نیک کے باب میں اقوال  
 مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ بکشادہ پیشانی برتاؤ کرنے کو خلق کہتے ہیں کوئی کہتا ہے غمخواری  
 کرنے کا نام خلق ہے کسی کا مقولہ ہے کہ قصور کے عیوض نہ لینے کو کہتے ہیں لیکن معلوم ہو کہ خلق کسی



وکبر و بغض و دیگر اوصاف ذمہ کے نہیں ہو سکتا ہے اور بلا حسن باطن کے حصول درجہ سعادت و شوق  
 پس خوبصورتی ظاہری کو حسن خلق اور خوبی باطن کو حسن خلق کہتے ہیں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جیسے انسان کی صورت نہیں بدلی  
 ہے ایسے ہی ان لوگوں کا خلق جو مدت العمر بد خلقی کے عادی ہو گئے ہیں نہیں بدل سکتا ہے مگر یہ بات  
 ترین قیاس نہیں اگر ایسا ہوتا تو تادیب و پند و ریاضت سب عبث ہوتے اور جاتو رو نکو شایہ تہ نانا  
 اور انکی سرکشی اور شرارت چوٹانا ہرگز ممکن نہ ہوتا بزرگوں نے کہا ہے کہ اخلاق نیک تین سبب سے ہوتے  
 ہیں۔ اول طبعی مثلاً کسی کو حق تعالیٰ نے سخی و رحیم پیدا کیا۔ دوم نیک خلق کی عادت کرنے سے۔ سوم  
 خلیق لوگوں کی صحبت میں رہنے سے۔ پس جو کوئی ترک عادت کرنا چاہے بہتر تدبیر یہ ہے کہ اسکو  
 خلاف عادت و ترک خلق بد میں جبر اختیار کرے کیونکہ جس طرح گرنی کے باعث سے جو عارضہ ہوا  
 علاج سردا و دیر سے ہوتا ہے اسی طرح جو امر غصہ سے ہوا اسکی تدبیر رفع بردباری سے کرنا چاہیے  
 جو بات غرور سے ہوا اسکا علاج عجز سے۔ بخل کا بخشش سے اسی طرح ہر بات جو خلاف طبیعت ہو  
 عادت سے طبیعت کے موافق ہو سکتی ہے چنانچہ ابتدا میں بچے مکتب سے براگتے ہیں اور جب انکو  
 عادت ہو جاتی ہے اور بڑے ہوتے ہیں تو تمام و کمال شوق تحصیل علم ہی کی طرف ہوتا ہے۔ دوم  
 اگر نیک خلق اختیار کرنا منظور ہو تو نیک خلق لوگوں سے صحبت رکھے اور بد لوگوں سے علیحدہ رہے  
 کہ رفتہ رفتہ نیک خلق کا عادی ہو جائے اور جو شخص ان تینوں باتوں سے محروم ہو کہ اس کے پیشانی  
 و طبعی اخلاق ہی بد ہوں۔ بد لوگوں کی صحبت میں رہے۔ اور بری باتوں کی عادت ہی پیدا کرے  
 تو اسکو شقی ازلی سمجنا چاہیے تا وقتیکہ حکیم مطلق اپنی وار دے فضل سے اسکو اس علت سے شفا  
 نہ بخشے اصلاح اسکی بقراط سے ہی ممکن نہیں۔ اور واضح ہو کہ آدمی کی قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ  
 کہ سادہ دل ہوں اور نیک و بد کچھ نہیں جانتے اور کسی قسم کی عادت انکو نہیں ہوئی ہے۔ مثلاً بچے  
 کہ ابتدا میں انکی طبیعت مثل لوح سادہ کے ہوتی ہے کہ ہر نقش سے مبرا اور ہر نقش کی قبولیت کے  
 لائق ہوتی ہے اصلاح انکے اخلاق کی تعلیم و ترتیب سے آسان ہوتی ہے لیکن ایسے لوگوں کو



کرے۔ دویم وہ لوگ کہ مدت سے اخلاق بد کے خوگر ہو رہے ہیں مگر اپنی دانت میں او سکویا جاتے ہیں  
 ایسے شخصوں کے اخلاق کی درستی بہ نسبت اول قسم کے لوگوں کے دشوار ہے کیونکہ انکو دو بات کی قیادت  
 ہے ایک تو اوفے خوی بد در کرنا دوسرے اور انکی طبیعت میں نیک جو جانا۔ سویم وہ لوگ کہ بد خلقی کی  
 انکو عادت ہو گئی ہو اور او سکودہ اچھا سمجھتے ہوں انکی درستی بھی شاذ و نادر ہے۔ چہارم وہ لوگ کہ  
 مدت العمر عادات ناشایستہ کے عادی ہو رہے ہیں اور او سکواپنے نزدیک نیک جانتے ہیں بلکہ اوسپر  
 فخر کرتے ہیں جیسے بعض جاہل لاف زنی کیا کرتے ہیں کہ ہم نے اتنے آدمیوں کو قتل کیا۔ اس قدر  
 شراب پی۔ ایسے لوگ کوشش تعلیم و تربیت سے درست نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ سعادت ازلی اور  
 ہدایت لم زلی کام لفرمائے فقط۔ تواریخ میں منقول ہے کہ جب بادشاہ نے سقراط کو تائبی کے لئے  
 حکم کیا کہ او سکی نسل میں سے کوئی او سکایا دگا رہے اور اس سے لوگ فائدے حکمت کے اٹھا دیں  
 تب اوس نے ایک ایسی گلہ دراز عورت کو اختیار کیا کہ ہر کہہ و مہ او سکوزبان درازی میں علامہ عصر جاتا  
 تھا مطلب اس سے یہ تھا کہ او سکی صحبت سے قوت غضبی کو مقہور کرے۔ اور اقلیدس حکیم شہر کے  
 احمقوں کو خلوت میں بلا کر بیٹھا یا کرتا تھا تاکہ او سکوبر ملازبرد ملامت کریں پس مناسب ہے کہ دوستی  
 کسی داناک اختیار کرے اور جب رابطہ محبت مربوط اور طریقہ بے تکلفی مضبوط ہو جاوے تب او سکواپنے  
 عیبوں کی اطلاع کر دینے کی تکلیف دے اور اس بات میں بہت مبالغہ اور الحاج کرے ہر چند وہ  
 کہے کہ تجھ میں عیب نہیں دیکھتا ہوں راضی نہ ہو بلکہ پوچھنے میں اور زیادہ اصرار کرے پس اگر وہ کسی  
 عیب سے مطلع کرے تو لازم ہے کہ نا ملاض نہ ہو بلکہ خوش ہو اور او سکواپنے حق میں احسان سمجھے  
 اور او سکاشکر اپنے اوپر واجب جانے اور اوس عیب کے چھوڑنے کی تدبیر میں رہے اور اگر یہ مقصود  
 دوستوں سے نہ برآوے تو دشمنوں سے التماس کرنا واجب ہے کیونکہ دشمن اظہار عیوب میں پروا نہیں  
 کرتا بلکہ انشا کرنے میں اکثر ساعی ہوتا ہے پس اسطرح سے اپنے عیبوں پر مطلع ہو کر انکو ترک کرتا رہے  
 اور یہی معنی ہونے کے حال لفظ ۳ نے کہ نہ کہنا کہ شہر میں سے نقد چلا جاتا ہے اور

عورت کو تائبی  
 میں لانا



آشنائوں کے احوال آئینے کی مثال خیال کرے اور اپنی سیرت و خوارق کی صورت اور عین دیکھ لے کہ انفل  
 بد کو اپنے معلوم کر سکے کیونکہ نفس انسانی جس طرح غیر کی برائیوں پر واقف ہو جاتا ہے اس طرح اپنی برائیوں  
 سے خبر دار نہیں ہو سکتا۔ نفس انسانی جو چار پائے کے اور درندوں کے مرتبہ سے بھی فروتر ہے  
 علم کے وسیلہ سے فرشتہ سے بھی رتبہ اعلیٰ کو پہنچتا ہے اس واسطے بعض بزرگوں نے اس کو اکسیر عظم کہا  
 ہے اور فضیلت کے طلب کرنے والوں کو پہلے علم اخلاق کے پڑھنے کے لئے پہر منطق بعد اسکے علم ریاضی  
 اور علم طبیعی کے اور اوس کے پیچھے علم آسمانی کی واسطے ارشاد فرمایا ہے۔ پہر حکیم ابو علی مسکویہ نے علم ریاضی  
 کو منطق پر مقدم رکھا ہے اور یہ راہ مطلب کی طرف بہت نزدیک ہے کیونکہ علم ریاضی کی مشاق سے نفس  
 انسانی خوشگوار ہوتا ہے اور قوت استقامت و استقلال اس کو حاصل ہو جاتی ہے اور تحقیق و  
 تدقیق کے درمیان تفرقہ کرنا اوس کا شعار ہوتا ہے اور اکثر منطقی جو علم ریاضی سے ناواقف ہوتے ہیں  
 ان صفتوں کے برعکس موسوم ہوتے ہیں بلکہ جنگ و جدل ہی کو کمال جانتے ہیں اور نہایت تحقیق  
 کو مغالطہ اور شک خیال کرتے ہیں اور اسی سبب سے افلاطون نے اپنے دروازہ پر لکھ دیا تھا  
 کہ جو شخص علم ہندسہ نہ جانے وہ میرے گھر نہ آوے۔ جو کوئی اچھی خورک نہ پکھانے اس کے دوست  
 ہوتے ہیں اور بد خواہی کے یگانے ہی دشمن ہو جاتے ہیں پس انسان کو لازم ہے کہ ہر دل عزیز ہونے  
 کے واسطے راست معاملگی اور شگفتہ روئی اختیار کرے اور جو لوگ تم سے محبت نہ کریں تو یہ قصور تمہارا  
 ہے کیونکہ اگر تم دوستانہ طور سے پیش آتے تو وہ تم کو ضرور دوست رکھتے اور جو کوئی تم سے محبت نہیں  
 رکھتا تو یہ امر دلالت کرتا ہے کہ تم دوستی کے لائق نہیں ہو خوش اخلاق آدمی کو تلاش دوست کی کچھ  
 حاجت نہیں کیونکہ ایسے شخص کی لوگ خود تلاش کرتے ہیں اور اوسکی صحبت کو غنیمت سمجھتے ہیں انسان  
 کا کل آرام اور خوشی اس کے خلیق اور بامروت ہونے پر منحصر ہے جو خلق کے ساتھ مروت کریگا اوس کے  
 ہزاروں دوست ہو جائینگے **رباعی**



راحت کیا ہے اور کھانا اور کیونکر ملتی ہے حقیقت میں یہ سوال بہت مشکل ہے یہ وہ سوال ہے کہ  
جس میں بڑے بڑے حکیم اور فاضلین نے غوطہ کھایا مگر مراد کا موتی تھوڑو نکے ہاتھ آیا۔ جانسن سا  
دبر دست حکیم جب کاشانی لکھنے والا انگریزی زبان میں مشکل سے ملیگا اس راحت کی تلاش میں اپنے قصے  
کے شاہزادے کو تمام دنیا میں پہرا لایا تو یہی راحت تو کیا ملنی تھی شاید راحت کے معانی سے یہی وقف  
خواہا ہوا ہونے اس رات کہ سرگز نہ جانا کہ راحت کہ کہہ رہا کہ اور کہ طرہ جرحا رہا ہے۔



کی کوئی تدبیر نکالے لیکن اس نے جس جس چیز سے آرام پانا چاہا آخر وہ سب غم کا باعث ہوئیں اور اس قصہ کا  
 خلاصہ یہ ہے کہ لیسلیس شاہزادے کو مصر کے بادشاہ نے کسی پہاڑ کے اندر ایسے مقام پر رکھ دیا  
 جسے پیپی ویلی یعنی درہ نشاط کہتے تھے جہاں قدرتی اور مصنوعی دونوں طرح کی چیزیں جو اس جہاں  
 میں آرام دینے والی سمجھی جاتی ہیں سب موجود تھیں اور سیکڑوں ہوشیار اور بڑے بے لگے آدمی صرف  
 اسی بات پر نوکرتے کہ غم تو کیا بلکہ غم کا ذکر اور نام ہی وہاں نہ پہونچنے دیوین مگر شاہزادہ کا دل اس  
 باعث سے کہ جس طرح آج کا دن گذرا اویسی طرح کل بھی گذرے گا۔ یعنی گمانا۔ پینا۔ پینا۔ کھیلنا۔  
 گمانا۔ بچانا۔ سونا۔ بیٹھنا۔ آج جو ہوا ہے وہ ہی کل بھی کرنا پڑیگا۔ اُس جگہ سے اور اس ہو گیا اور آخر  
 آرام ڈھونڈنے کی واسطے باہر نکلا تمام دنیا چہاں ڈالی اور غریب امیر بادشاہ حکیم عالم فاضل کے  
 دلوں میں تلاش کیا مگر راحت سی چیز کا کہیں کچھ پتا ہی نہ پایا۔ الغرض اس شاہزادے نے اپنی باقی  
 عمر ایک اسکول بنا کر اٹکون کے پڑھانے میں کاٹنی تجویز کی۔ بعض حکیم اس راحت سے ایسا ہراس  
 ہو گئے ہیں کہ انہوں نے اس کے وجود ہی سے انکار کیا اور یہ یقین مانا کہ راحت صرف کہنے کی بات  
 ہے حقیقت میں وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ بعضوں نے یہ کہا کہ راحت کا وجود تو ہے مگر بہشت میں سر  
 کے بعد البتہ مل سکتی ہے زندگی میں نہیں مل سکتی۔ مگر ان لوگوں نے اس بات کا سبب نہیں بیان  
 کیا کہ راحت دنیا میں کیوں نہیں اور بہشت میں کس واسطے ملے گی سوچنا چاہیے کہ کون سے وہ  
 سبب ہیں جن سے لوگوں کے دل کو یہاں راحت حاصل نہیں ہوتی۔ راحت نہ ملنے کے اہل سبب غصہ  
 طمع۔ حسد۔ بغض۔ غرور۔ وغیرہ ہیں پس جو یہ باتیں بہشت میں ہی آدمی کے دل سے نجاوٹگی تو  
 وہاں ہی اسے راحت ملنے کی کیا امید ہے اگر ایک کے عیش و عشرت کو دیکھ کر دوسرے کو حسد پیدا  
 ہوگا تو اس کے واسطے تو وہاں بھی دوزخ کا غم موجود ہے اور اگر کہے کہ بہشت میں انسان کے دل  
 سے سب باتیں دور ہو جائیں گی تو پھر انسان اس دنیا میں ہی ان سب باتوں کو دل سے دور کر کے



پیدا ہونے سے اور سبب سے ہیں اور اس سے کہ جس کی وجہ سے وہ اس طرح کی حالت میں  
 سمجھتے ہیں مگر اس کو جو کسی سبب سے یا کوئی دلی آرزو پوری ہونے سے تھوڑی دیر کی واسطے حاصل ہو جاتی  
 ہے راحت نہیں کہیں گے۔ اس کا نام خوشی ہے۔ راحت کوئی شے نہیں غم کا منہ ناپی راحت کہا جائے گا  
 یعنی جب روح اپنی اصلی حالت پر رہی تب ہی اس کو راحت ملیگی۔ اور غم کی پیدائش کے سبب وہی بغض  
 غرور غم غمہ طمع وغیرہ ہیں جو ہم اوپر کہہ آئے ہیں۔ پس جو لوگ کہ غم اور غم کے باعثوں کو نہ دور کر کے  
 راحت کے ملنے کی واسطے دنیا کی چیزیں جمع کرتے ہیں وہ گویا کسی رنگین کپڑے کو سفید کرنے کے لئے  
 اور بھی اور سب طرح طرح کے رنگ چڑھاتے جاتے ہیں۔ یہ بھی جانتا چاہیے کہ جو لوگ راحت و غم کو جلد جلد  
 دو شے مانتے ہیں وہ اصلی راحت اور روح کی اصلی حالت پر قناعت نہ کر کے دوامی خوشی کی تلاش میں  
 کہ جو ممکنات سے نہیں ہے شراب کی طرح پڑے بٹکتے ہیں خوشی دوامی کہی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ بغیر سبب  
 پیدا نہیں ہوتی پس سبب جاتا رہیگا تو اس کا بھی زوال ہو جاوے گا اور اگر بالفرض سبب باقی ہی رہے تو پھر  
 اکثر کچھ دنوں کے بعد اس سے خوشی حاصل نہیں ہوتی سوائے اس کے جو غم کے تمام باعث بن  
 وہیں سے داکٹر گئے ہونگے تو اس خوشی کے رہنے سے بھی کوئی سبب غم کا ایسا پڑیگا کہ جس کے سننے  
 اس خوشی کو بالکل دور باگنا پڑیگا اور زیادتی سبب جگہ خرابی کرتی ہے اعتدال بہت خوب ہے افراط  
 و تفریط سبب جگہ مذموم ہے۔ پس راحت اس کو کہیں گے کہ جب روح اعتدال یعنی اصلی حالت پر رہے  
 اور غم اس کو سمجھیں گے کہ جب کسی سبب سے وہ اپنی اصلی حالت سے گھٹ جائے۔ اور خوشی اس سے  
 مانیں گے کہ جب کسی باعث سے وہ اپنی اصلی حالت سے بڑھ جائے حقیقت میں جو غور کر کے دیکھے  
 تو جب خوشی ہوتی ہے انسان کا دل بڑھ جاتا ہے بلکہ یہ پہلا اوٹ سارے بدن پر اور خصوصاً چہرہ  
 اور ہونٹوں پر بخوبی ظاہر ہو جاتی ہے اور اس طرح جب غم یعنی دکھ ہوتا ہے تو دل سکڑ جاتا ہے یہ خوشی  
 اور غم یعنی اصلی حالت سے گھٹنا اور بڑھنا دونوں خراب ہیں۔ روح کو آسودگی اور راحت ان دونوں  
 سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کو آسودگی اور راحت یعنی بے فکری اور اصلی آرام تب ہی ملیگا کہ جب  
 وہ اپنی اصلی حالت میں رہے یعنی نہ اس کو خوشی ہو نہ غم اور اس خوشی اور غم کا ہونا تب ہی موقوف



چاہے غرور و غصہ وغیرہ راحت کے دشمنوں کو اپنے دل سے باہر نکالے۔ بغیر ان کے دور کے کسی چیز سے  
بھی راحت حاصل نہونگی آرزو رکھنا ایسا ہے جیسے تیل نکالنے کے واسطے بالو کو گولہ بین پیلنا۔

## آزادی اور قید

ہر قسم کی قید سے انسان کو ایک طرح کی بھینسی اور تکلیف لاحق ہوتی ہے لڑکا کیل کو دین اور ہر سے ادھر  
کو دنا پتر ہے اتنے میں مولوی صاحب نے آواز دی کہ پڑھنے آؤ۔ منہ کارنگ فق ہو گیا۔ ہاتھ پاؤں  
ست ہو گئے اسکی کیا وجہ ہے۔ وجہ یہی ہے کہ وہ کیلنا چاہتا ہے مگر مولوی صاحب کے آنے سے  
قید ہو گئی۔ اس قسم کی قید سے جو اضطراب ہو جاتا ہے اس سے شاید ہر شخص واقف ہوگا۔ مگر اس قید  
پر کیا موقوف ہے کسی قسم کی قید کیون نہو ایک بقیہ رہی سی پیدا کرتی ہے قیدی کو قید خانہ میں۔ مریض کو  
ہسپتال میں۔ طالب علم کو موسم گرما میں پانچ بجے آنکھ لگتے ہوئے بیدار ہونے میں جو بھینسی ہوتی ہے وہ  
ظاہر ہے۔ ان وجوہ سے ہر نوع انسان کو ہر قسم کی قید سے گریز ہے اور کامل آزادی کی جانب میلان  
ہے مگر یہ نہیں جانتے کہ انسان کیواسطے قید سے بالکل مبرا ہونا ناممکن ہے۔ یہ امر ممکن ہے کہ ایک قید  
سے جدا ہو اور دوسری قید کو اختیار کر لے مگر قید خواہ مخواہ ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ راہ نیک میں بہت کچھ  
پابندی اور قید ہے اور راہ بد میں بہت آزادی ہے نیک و متقی ہزار ہا قواعد کی پابندی کرتا ہے۔ اپنی  
خواہشوں کو روکتا ہے۔ اور بد اطوار جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ جو خواہش پیدا ہوتی ہے اسکو روکتا  
نہیں ہے۔ ذرا غور کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ یہ کس قدر غلط خیال ہے۔ یہ تو ہم پہلے ہی بیان کر چکے  
ہیں کہ آزادی مطلق انسان کو میسر نہیں ہو سکتی مگر زیادہ سے زیادہ آزادی جو انسان کو حاصل ہوتی ہے وہ  
راہ نیک ہی میں ہے اول تو جو قید اور پابندی نیک اور متقی کے واسطے ہے اسکو وہ خود اپنی مرضی  
سے اختیار کرتا ہے۔ ایک شخص نے راست گوئی کو اپنا شعار بنایا ہے اس میں ایک طرح کی قید بیشک  
ہے مگر یہ قید اس کے لئے مفید ہے کہ اس کو اپنا شعار بنایا ہے اس میں ایک طرح کی قید بیشک



ایسے ہوتے ہیں کہ جان انسان جو شہ بول سکتا ہے اور جھوٹ سے نہ سزا ہو سکتی ہے اور نہ بے عزتی بلکہ  
اوسکا افشاں تک نہیں ہو سکتا غرض کہ یہ صاف ظاہر ہے کہ جسے راستی کو اپنا شیوہ بنایا ہے اوسنے یہ قید پنی  
مرضی سے خود اختیار کی ہے اور اسوجہ سے وہ قید کم ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ راہ نیک اور روح  
انسان میں ایک موافقت ہے جس طرح مچھلی کو پانی موافق ہے اویسی طرح روح انسانی کو نیکی موافق  
ہے۔ اب اگرچہ مچھلی کو دریا میں ایک طرح کی قید ہے دریا سے نکل کر خشکی میں آسکتی مگر اس قید کو قید کہنا  
نہیں کیونکہ اوسمیں اوسکی بہبودی و خوشی تصور ہے اور پہر اس دریا کے چلنے پہر نے میں کوئی قید نہیں  
علیٰ ہذا القیاس راہ نیک میں بھی انسان کی اہلی خوشی تصور ہے اور راہ نیک میں بھی بہت کچھ وسعت  
ہے ہزار ہا قسم کے احوال حسنہ ہیں جس امر نیک میں طبیعت راغب ہو اختیار کر لے۔ مگر راہ نیک سے  
باہر آنا اویسی طرح نامناسب ہے جس طرح مچھلی کی واسطے دریا سے باہر آنا۔ سویم یہ کہ نیک آدمی اپنے اوپر خود  
قید اختیار کرنے سے صد ہا قسم کی خارجی قیدوں سے بچتا ہے جو کہ بداطوار کو مجبوراً برداشت کرنی پڑتی ہیں۔  
مثلاً ایک شخص کا ایک کیسہ زر پر گدہ رہا جو اوسکا نہیں ہے طبیعت کیسہ زر کے چورانے پر آمادہ ہوئی اگر  
اوسنے اپنی خواہش کو قید میں رکھا اور راہ نیک پر ثابت قدم رہا تو اوسکو صرف ایک قید برداشت کرنی پڑی  
یعنی ایک مرتبہ اوسکی خواہش کے خلاف ہوا۔ برخلاف اسکے اگر دوسرے شخص نے قید اور ضبط کو بہت  
برا سمجھ کر غیر شخص کے مال پر ہاتھ بڑھایا۔ اچھا ایک قید کو نہ اختیار کرنے سے دیکھنا چاہیے کہ وہ قید سے  
بالکل بچ جاتا ہے یا نہیں۔ لیجئے کسی نے چوری کرتے دیکھ لیا۔ اب یہ شخص ہزاروں سے چاہتا ہے  
کہ کوئی شخص نہ دیکھتا اور سخت پیچ تاب کھاتا ہے مگر اوسکی خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ اور نہ اس پیچ و  
تاب سے رہائی ممکن ہے۔ یہ اول قید ہے جو کہ بداطوار کو ابتداء میں قید مناسب سے بہا گئے کی وجہ سے  
لاحق ہوئی۔ بعد اسکے لوگوں نے گرفتار کر کے مارنا شروع کیا اب یہ چاہتا ہے کہ مار نہ پڑے مگر خواہش  
بر نہیں آسکتی۔ زرد کو ب سے رہائی ناممکن ہے۔ یہ دوسری قید ہوئی بعدہ مشکین باند بھر بھرا قنداز شاہراہ



شروع ہوئے کہ اس سے بھاگ کر چھ جائے گزاردہ مقید ہے خواہش پوری نہیں ہو سکتی یہ چوتھی قید ہوئی  
 بعد وہ شخص اپنے اعتبار جاتے رہنے سے بہت تنگ آئیگا مگر لوگوں کی نفرت سے آزادی نہوگی  
 یہ پانچویں قید ہوئی۔ یہ مثال تو صریح ہے مگر یہ بات بھی ثابت ہو سکتی ہے گو کسی قدر طوالت درکار  
 ہوگی کہ جس کسی نے قید اخلاق سے آزادی چاہی گو وہ یہ سمجھے گا کہ میں قید سے الگ ہوتا ہوں مگر فی الحقیقت  
 اسکو ایک اختیاری قید کے عوض نہایت سخت بے اختیاری کی کسی قید میں برداشت کرنی پڑتی ہیں اس سے  
 ہمارا یہ منشا نہیں ہے کہ ہر قید کو انسان اچھا سمجھ کر اختیار کرے قید میں بھی تمیز ضرور ہے۔ انسان اس قید  
 کو اپنے اوپر اختیار کرے جس میں بہتری ہو۔ مگر ہر قسم کی قید سے گریز اور مطلق آزادی کی خواہش نہ چاہیے  
 کیونکہ یہ غیر ممکن ہے اور زیادہ تر مشکلوں میں مقید ہو جانا ہے چونکہ طبیعت کو انسان کے نیکی سے مناسبت  
 ہے کچھ عرصہ تک راہ نیک پر چلنے سے جو وقت ابتدا میں پیش آتی ہے وہ بمرور دفع ہو جاتی ہے۔ ابتدا میں  
 فضول اور مضر خواہشوں کو روکنا پڑتا ہے مگر بعد کچھ عرصہ کے اس قید اور روک کی ضرورت جاتی رہتی ہے  
 کیونکہ بد خواہشیں طبیعت میں پیدا ہی نہیں ہوتیں۔ نیکی طبیعت کا خاصہ ہو جاتی ہے بلکہ راہ بدر آنے میں ایک  
 قید معلوم ہوگی جب آدمی اس حالت پر پہنچ جاتا ہے۔ اگر اس نے ایک خاص طریق نیک و مفید اختیار  
 کر لیا ہے وہ اس طریق سے باہر نہیں جائیگا تو گویا ایک طریق نیک میں مقید ہے مگر اسکو یہ قید قید نہیں  
 معلوم ہوتی البتہ جو اصل خواہش انسان کو حاصل ہو سکتی ہے وہ اس سے ضرور حاصل ہوگی۔ اسکی طبیعت انہو  
 حال میں نہایت خوش و بخوف و رضا مند رہے گی۔ یہی انتہا سے آزادی ہے جو کہ انسان کو حاصل ہو سکتی  
 ہے۔ اس ضمن میں یہ بھی کہنا چاہیے کہ یہ قیدیں (یعنی خواہشوں کے خلاف وقوع میں آنا) اور مشکلیں اور تکلیفیں  
 تو ان میں خلقت میں انسان کے آلات میں عاقل تو تکلیف اڑھا کر تنبہ ہوتا ہے اور طریق مناسب اختیار کرنا ہو  
 مگر اکثر لوگ وقتیں اڑھاتے جاتے ہیں اور ان وقتوں کے اسباب سے باز نہیں آتے ہیں۔ بار بار انہیں  
 وقتوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ تمام عمر اس کشاکش میں صرف ہو جاتی ہے اور طبیعت راہ راست



## فضائل اربعہ کا بیان

حکما فرماتے ہیں کہ نفس انسانی کی دو قوتیں ہیں۔ ایک قوت ادراک بذات یعنی جاننا خود بخود۔ دوسری قوت محرک بدن بالآلات یعنی بدن میں تصرف کرنا آلہ کے وسیلہ سے (آلہ جیسے عصب و حواس وغیرہ) پھر ہر ایک قوت سے دو دشمنیں پیدا ہوتی ہیں۔ قوت ادراک سے قوت نظری اور قوت عمل یعنی قوت جاننے اور قوت برتنے کی۔ اور قوت محرک سے قوت دفعی اور قوت جذبی یعنی قوت دور کرنے ضرر اور قوت حاصل کرنے نفع کی۔ پس اس قوت سے چار قوتیں حاصل ہوئیں اگر بڑا دہر قوت کا اپنے موقع اور وضع سے جیسا کہ چاہیے اور جیسا کہ مناسب ہے بغیر کمی و بیشی کے ہو تو ہر ایک قوت سے ایک فضیلت پیدا ہوگی مثلاً قوت نظری کی تمذیب سے حکمت۔ اور قوت عمل کی درستی سے عدالت۔ اور قوت دفعی کی اصلاح سے شجاعت اور قوت جذبی کی ضبط سے عفت۔

## فروع فضائل اربعہ

پہلی خصلت صبر۔ صبر ایک عمدہ انسانی قوت ہے اور مصیبت کی حالت میں بیقرار نہ ہونا اسکے معنی ہیں۔ دوسری خصلت حیا۔ شرم کی اچھی خصلت جہان کے انتظام کی باعث ہے اور حیا اور ایمان دونوں تمام ہیں۔ یعنی حیا کے ساتھ ایمان اور ایمان کے ساتھ حیا ہے۔ اگر شرم دنیا سے اٹھ جائے شخص کج ایمانی سے جو چاہے سو کرے۔ پھر دنیا کے انتظام میں خلل پیدا ہو۔ شرم تین قسم کی ہے ایک شرم گناہ کی جیسے شخص کو اپنی خطا کے ظاہر ہونے سے ندامت ہوتی ہے۔ دوسری شرم ادب کی جیسے چوٹوں کو بڑوں سے لحاظ ہوتا ہے۔ تیسری شرم کرم کی جیسے سخی کو کسی کا سوال رد کرنے سے حجاب آتا ہے۔

تیسری خصلت ادب۔ اپنے تعین بڑی بول چال اور بڑے کاموں سے بچانا اور اپنی اور اور دیکھی حرمت رکھنا یعنی اپنے اور پرانے کو بے آبرو نہ کرنا ادب کے معنی ہیں اور عقل کی پیروی ہر حال میں کرنا اور



کا یا چوڑا کسی بری عادت کا بے مضبوطی قصد کی مدد کے مشکل ہے پس صحیح ارادہ مرادونکے حاصل ہونا  
 وسیلہ اور مشکلوں کی آسانی کا ذریعہ ہے مگر اسکے ساتھ یہ شرط ہے کہ جب انسان کسی اچھے کام پر متعین اور  
 متوجہ ہو پھر کسی وجہ سے باز نہ رہے اور ہرگز کاہلی نہ کرے۔ پانچویں خصلت عالی ہمتی۔ بلند ہمت ہونا  
 بزرگی اور سرداری اور کامیابی کا وسیلہ ہے بلکہ امیری اور بلند ہمتی میں ایسا پیوند ہے کہ جدائی دونوں  
 کی محال ہے چھٹی خصلت جد و جہد۔ جد کے معنی کوشش کرنا اور جد کے معنی تکلیف  
 سہنا اپنی کامیابی کی واسطے اور یہ دونوں بلند ہمتی کے تابع اور اچھے ارادہ کے ہمیشہ مطیع رہتے ہیں  
 یعنی ہر شخص اپنی ہمت اور حوصلے اور قصد کے موافق کوشش کر کے تکلیف گوارا کرتا ہے پس مناسب  
 ہے کہ آدمی پست ہمتی نہ کرے اور مطلب حاصل کرنے میں بہت تردد اور سعی کرے اگر حاصل ہوا تو مراد  
 پائی اور جو نہ ہوا تو کاہلی کے عیب سے اپنی جان بچائی۔ ساتویں خصلت ثبات اور استقامت  
 یہ ایک طرح کی مضبوطی اور قائم مزاجی ہے جس سے حاجتیں رفع اور بلائیں دفع ہوتی ہیں ثابت قدم  
 اور قائم مزاج وہ شخص ہے جو اپنے اچھے ارادے اور نیک کام کو کسی اندیشے اور شے سے نہ ہٹے ایسے آدمی  
 کی دو علامتیں ہیں ایک یہ کہ جب کسی اچھے کام کو شروع کرتا ہے پورا کرنا اور سکا اپنے اوپر فرض جانتا ہے  
 دوسرے یہ کہ خوب سمجھ کے بات کہتا ہے اور پھر اس کے خلاف نہیں کہتا۔ آٹھویں خصلت عفو و بزرگوئی  
 دینے کا موقع یا قابو پا کر کسی کا گناہ بخشنا عفو کے معنی ہیں عفو نہایت بزرگ خصلت ہے اس لئے  
 معاف کرنے والے کا درجہ بہت بڑا گنا جاتا ہے۔ نویں خصلت حکم۔ حکم یعنی بردباری اور تحمل و  
 برداشت سے عقل کا دشمن جسے غضب اور غصہ کہتے ہیں مغلوب ہوتا ہے پس نوع انسان میں وہ  
 بڑا بہادر ہے جو ایسے زبردست دشمن کو اپنا زیر دست بناوے۔ دسویں خصلت خلق اور  
 سفاق مراد خلق سے خوش خوئی اور غرض رفت سے نرمی اور دل جوئی ہے۔ گیارہویں خصلت سخاوت  
 اور احسان۔ سخاوت اور فیاضی کیا ہے۔ مستحقوں کی حق رسانی کرنا اور خوش ہونا سخاوت نیکنامی کا باعث



اور حرمت کا خیال رکھے۔ تیرھویں خصلت امانت و دیانت۔ امانت وہ امر ہے جو واقع ہو درمیان  
 دو شخصوں کے اور تیسرا اوس پر واقف نہ ہو سکے بغیر اطلاع کر نیکیے اور دیانت اوی امر کی نگاہبانی کا نام ہے  
 چودھویں خصلت ایفای عہد۔ عہد کو مضبوط اور وعدہ کو پورا کرنا انسان کی بزرگی اور سچائی کی دلیل  
 ہے یعنی جو شخص وعدہ کا سچا ہے وہ بیشک بہت باتوں میں اچھا ہے۔ پندرہویں خصلت صدا  
 راست گفتاری اور درست کرداری دنیا میں امن کی باعث اور عقبی میں نجات کا سبب ہے۔ بزرگوں کا  
 قول ہے کہ راستی کی سید ہی اور صاف سطرک ایسی چوڑی ہے کہ جھوٹ کے پیدار اونچے نیچے گلی کو چون میں  
 جانے کی کچھ ضرورت نہیں ہے گفتگو کے باغ میں رنگین اور خوشبودار پھولوں کے پودے لگانا  
 مناسب اور جھوٹ کے جھاڑ جنکاڑ اوکھاڑنا واجب ہے۔ سولہویں خصلت انجام حاجت  
 خلق کی حاجت روائی اپنی کار براری کا وسیلہ ہے کیونکہ خدا مدد کرتا ہے بندے کی جب تک کہ وہ مدد دیتا  
 ہے اوسکے بندوں کو پس پر آدمی کو مناسب ہے کہ اپنے مقدور کے موافق محتاج اور بیکس اور آباچ  
 کی حاجت روا کرے۔ سترھویں خصلت قائل۔ آہستگی اور سوچ اکثر امور میں نفع دیتے ہیں  
 اور جلدی اور بکی بہت کاموں میں نقصان پہونچاتی ہیں۔ اٹھارویں خصلت شورا اور اتفاق  
 مصالحت اور مشورے پر کام کا مدار رکھنا اور اتفاق رائے سے کام کرنا بہت پسندیدہ ہے فقط۔ انیسویں  
 خصلت حزم و دوراندیشی۔ حزم جسے احتیاط کہتے ہیں معنی اسکے ہیں سوچنا اور اندیشہ کرنا  
 کسی خیالی کام کا اور اسکے ضرر سے اپنی حفاظت کی تدبیر کرنی اور حزم اور احتیاط کی اصل بدگمانی ہے  
 اور حقیقت میں وہ دوراندیشی اور پیش بینی ہے۔ حکیموں کا قول ہے کہ بدگمانی روا ہے اور بد نفسی خطا  
 کیونکہ بدگمانی آنے والے نقصان سے حفاظت کرتی ہے اور بد نفسی اور اون کو ایذا پہونچانیکا سبب  
 ہوتی ہے۔ بیسویں خصلت غیرت۔ غیرت اور حمیت کی نگہبانی انسان کو واجب ہے کیونکہ دین  
 اور دنیا کے کام بغیر غیرت کی مدد کے پورے نہیں ہوتے غیرت دو قسم کی ہے دینی اور دنیوی۔ دینی غیرت  
 شہرہ کے حاکم سے نہانے کا اور دنیا کی غیرت شہرہ کے پورے نہانے کا ہے۔



بہتر اور بہید کا ظاہر کرنا نہایت بُرا امر ہے۔ بائیسویں خصلت دنیا اور آخرت کی نیکنامی حاصل کرنا۔ وانا اور نادان سب جانتے ہیں کہ ناپائدار زندگی اور سس شبنم کے قطرہ کی مانند ہے جو ٹپکنے والا ہے کسی پتے کی نوک سے جو دم آتا ہے عمر سے جاتا ہے اور زمانہ باقی ہے اسکا کچھ حال معلوم نہیں لیکن اسناد دریافت ہوتا ہے کہ جلد گزرنے والا ہے۔ لہذا عقل کا تقاضا اور انسانیت کا لازمہ ہے کہ ایسی ناپائدار زندگی اور گزرنے والے زمانہ میں جہان تک ہو سکے نیکنامی حاصل کرے کہ نیکنامی زندگی سے بہتر ہے اور باقی رہنا نام نیک کا ہمیشہ زندہ رہنے کے برابر ہے۔

## رزائل ہشتگانہ

حکیمون کا قول ہے کہ فضائل کے مقام مرکز کے نقطہ کی مانند دائرہ کے بیچون بیچ ہیں اور رزائل کے مقام بیچ سے منحرف ہیں۔ پس فضائل کے مقام محدود اور معین ہوئے اور رزائل کے غیر معین اور بیحد۔ اور جو فضائل کا حصر چار جنس میں ہے تو دوسری نظر سے رزائل کی بھی چار قسمیں معلوم ہوتی ہیں جیسے حکمت کے مقابلہ میں جہل اور عدالت کے مقابل جوہر۔ اور شجاعت کے مقابل جبن اور عفت کے مقابل شرہ مگر غور اور تحقیق کے بعد ثابت ہوتا ہے کہ انحراف کی دو طرفیں ہیں ایک افراط یعنی بیشی کی طرف دوسری تفریط یعنی کمی کی طرف۔ پس مقابل ہر فضیلت کے دو رزائل ہیں مقرر ہوئے اور اس حساب سے آٹھ رزائل ہیں چنانچہ حکمت کے مقابلہ میں دو صفہ اور بلاہت یعنی سفاہت اور بلاہت۔ سفاہت طرف افراط کے اور بلاہت جانب تفریط کے ہے سفاہت کے معنی فکر کرنا واجب یا واجبہ مقدار سے زیادہ فکر کرنا۔ جیسے فارسی میں گر پڑے کہتے ہیں بلاہت کی معنی باوجود اختیار اور قایم ہونے کو اس کے واجبہ امر میں فکر نہ کرنا۔ اور دو عدالت کے مقابلہ میں ظلم اور انظلام ظلم طرف افراط میں اور انظلام طرف تفریط کے ظلم کی معنی خلق کے حقوق اور مال و دولت میں ناجائز و بیجا دست اندازی کرنا اور انظلام







بہتر نہیں۔ اور اوسکے اچھے پیشوں میں سے وہ پیشہ ہے جو عدالت کے ساتھ پارسی دیانت و راست  
معاملگی رکھتا ہو۔ اور جو مال غصب یا بے عزتی اور کمینہ پن سے ہاتھ لگے اگرچہ بہت سا ہو تو ہٹا دیا اور بے کثرت  
ہے عقل اور حکم دین کی رو سے اوس سے احتراز کرنا لازم ہے اور جو کچھ اپنی قوت بازو اور مشقت اور حق حلال  
سے پیدا ہو اگرچہ تھوڑا ہی ہو تو بہت اور بابرکت ہے۔ لیکن مال کی بخشش اور اوسکے خرچ کرنے میں حد  
اعتدال کو ملحوظ رکھے زیادہ خرچ اور بخل سے بچا دے اور نمود و فخر کر نیکے لئے خرچ نہ کرے خرچ آمدنی سے  
کم کرے اور مال جمع کرنے میں اس امر میں ملحوظ رکھے کہ کچھ نقد ہو اور کچھ جنس اور قسم اثاث البیت اور  
کچھ ملک مثل باغ و مویشی وغیرہ تاکہ اگر ایک میں نقصان آدے تو دوسرے سے عوض اوسکا ہو سکے

**سیاحت تہذیب اخلاق کا باعث** | ارباب حذاقت کی لوح خاطر پر یہ بات منقش ہونے

لایق ہے کہ سیر و سیاحت اقلیم کو تہذیب اخلاق میں بدرجہ غایت دخل ہے۔ آدمی کو مہذب و خلیق ہو  
لیکن جب تک ظاہر گرفتار کی طرح قفس خانہ میں بند رہتا ہے اور گھر سے باہر قدم رکھ کر سیر و سفر مختلف  
ملکوں کا آزادانہ نہیں کرتا تب تک اپنے ہمجنسوں کے سوا دوسری قوموں کے طرز معاشرت و خوبی عادات  
سے نا بلدر رہتا ہے۔ ارباب بصیرت و اصحاب نیک سیرت غیر ملکوں کے سیر و سفر کی زحمت اس نیت سے  
برداشت کرتے ہیں کہ وہاں کے باشندوں کی تہذیب و حسن اخلاق سے آگاہی حاصل کر کے اپنے  
عیبوں کی درستی اور اپنی قوم کے عادات کی تہذیب میں تندہی کریں وہ گو ہر مرد وریاے خوش خلقی  
سے بمصدق السفر وسیلۃ النظر حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ چنانچہ اغراض سفر مختلف  
ہیں۔ پس توضیح اغراض و آداب سفر اس مقام پر ضروریات سے ہے۔

## سفر

پانچ اغراض کے واسطے سفر ہوتا ہے۔ اول طلب علم کے لئے پس جو علوم انسان کی واسطے ضروری  
ہیں ان کی تحصیل و تکمیل کے واسطے سفر اختیار کرنا ہی ضروری ہے۔ اگر سفر سے ایک نکتہ ہی ایسا ہاتھ



ایسا علم حاصل ہو جو انسان کے حق میں نافع ہو تو وہ سفر لغو اور بے سود ہے۔

دوسرے سفر اس منشا سے ہوتا ہے کہ آدمی اپنے عادات و اخلاق کو پہچانے کیونکہ جب آدمی دوسرے شہروں اور ملکوں کے باشندوں اور غیر قوم کے لوگوں سے ملتا ہے تو ان کی طرز و روش کو دیکھ کر اپنے اور اپنے اہل وطن کے عیب و صواب سے اطلاع پاتا ہے مگر جب تک انسان گہرین بند رہتا ہے اور اپنے اہل وطن کے سوا دوسروں کو نہیں دیکھتا اس وقت تک اپنی قوم اور اپنے وطن کی ہر ایک طرز و طریق کو سب سے بہتر خیال کرتا ہے۔ پس جو غفلت کا پردہ اس کے دل پر پڑا ہوا ہے وہ سفر کی برکت سے اٹھ جاتا ہے۔ انسان نے جب اپنے عیب کو سمجھ لیا تو گویا مرض کو دریافت کر لیا۔ پھر علاج کا کرنا چندان دشوار نہیں۔ اس ارادے اور اس نیت سے جو لوگ سفر کرتے ہیں وہ نیکی اور اخلاق کی دولت دوسرے ملکوں سے کمالاتے ہیں اور اس دولت سے صرف اپنی ہی ذات کو بہرہ مند نہیں کرتے بلکہ اپنی قوم کو بھی مالا مال کر دیتے ہیں نہایت مبارک ہے ایسا سفر اور نہایت متبرک ہیں ایسے مسافر۔

تیسرے سفر اس مقصد سے ہوتا ہے کہ انسان بزرگوں و بزرگواروں اور مختلف اقالیم میں عجائب صنائع الہی کا مشاہدہ اور جادات و نباتات و حیوانات کی انواع و اقسام کو نظر غور سے ملاحظہ فرمائے۔ اور ان کی خلقت میں قدرت کاملہ نے جو حکمتیں رکھی ہیں پہچانے۔ اس نیت سے سفر کرنا حقیقت میں اس قدرتی نوشتہ کا مطالعہ کرنا ہے جو ہر مخلوق کے چہرے پر مرقوم ہے اور وہ کسی قوم کی زبان اور کسی ملک کی رسم الخط کا پابند نہیں ہے اسی لئے ہر قوم و ہر ملک کا باشندہ جو دل دانا اور چشم بینا رکھتا ہو اس کو بے تکلف پڑھ سکتا ہے۔

چوتھے۔ تجارت اور حصول دولت کی غرض سے سفر کیا جاتا ہے۔ دولت کی خواہش اگر اہل و عیال کی پرورش اور اہل خاندان کی خبر گیری اور اہل وطن کی امداد اور قوم کی فائدہ رسانی کے لئے ہے تو سفر طا



کہ کہی طلب سے دل کو سیری حاصل نہوگی تمام عمر اسی رنج و کلفت میں کٹے گی اور جو مقصد ہے کہی پورا نہوگا۔ ایسا شخص اپنی عمر عزیز کو اس شے کی تحصیل میں کہوتا ہے جس سے نہ خود منتفع ہوتا ہے نہ دوسرے کو فائدہ پہونچاتا ہے۔

پانچوین۔ سفر سیر و تفریح کی غرض سے ہوتا ہے تاکہ آدمی کے دل سے وہ کدورت و کلفت مٹ جاے جو گوشہ نشینی سے پیدا ہوئی ہو اور وہ کسل و ماندگی رفع ہو جاوے جو کثرت کار و بار سے لاحق ہوئی ہو البتہ یہ سفر بھی سود مند ہے بشرطیکہ کہی کہی اور مناسب وقت ہو۔ ورنہ جن لوگوں کو خواہ مخواہ شہر شہر اور ملک بہ ملک پڑے پرنے کی لت پڑ جاتی ہے وہ سفر سے کچھ فیض و فائدہ حاصل نہیں کرتے بلکہ لگی آوارہ گردی کا باعث صرف کاہلی ہوتی ہے۔ وہ ایک جگہ جم کر بیٹھنا اور کسی مفید کام کے کرنے میں مشقت اٹھانا نہیں چاہتے۔ وہ وحشی جانوروں کی مانند روز نیا و دن نیا پانی پسند کرتے ہیں ایسے لوگ اپنے آپ کو مفت اذیت دیتے ہیں اور دوسروں کو بھی ناحق تکلیف پہونچاتے ہیں۔ جہاں جاتے ہیں کسی سخی کریم مسافر نواز کو تلاش کرتے ہیں اور جب کچھ ہاتھ نہیں لگتا تو فاقہ کشی کی نوبت پہونچتی ہے۔ پس ایسے مسافر حقیقت میں مسافر نہیں بلکہ آوارہ گرد خانہ بدوش ہیں۔

**آداب سفر** آدمی جس وقت عزم سفر کرے تو واجب ہے کہ اول معاملات و اوستد وغیرہ جو لوگوں کے ساتھ ہوں ان کا فیصلہ کر دے اس طرح ہرگز نہ چلا جاوے کہ اس کے جانے سے کسی کا ہرج ہو یا کسی کے کام میں خلل پڑے۔ اگر کیسی امانت اس کے پاس ہو تو پہونچا دے یا اس کا مناسب انتظام کر دے۔ اگر صاحب اہل و عیال ہے تو اہل و عیال کے اخراجات کا معقول بندوبست کر جائے اور نیز اپنے واسطے اپنا سرمایہ بہم پہونچالے جو معمولی اور اتفاقی خرچ کے لئے کافی ہو۔ کیونکہ سفر میں ایسا ہی موقع آ پڑتا ہے کہ ہم سفر دن کے ساتھ سلوک کرنیکی ضرورت ہوتی ہے۔

۲۔ مسافر کو چاہیے کہ ایک لائق رفیق پیدا کرے تاکہ اثنائے سفر میں کوئی مصیبت و آفت پیش آئے



۳۔ جب آدمی آمادہ سفر ہو تو مقتضائے اذیت یہ ہے کہ اپنے احباب اور اعزہ اور بزرگوں سے مل جل کر سلام و دعا کے بعد رخصت ہو۔ اگر ایسے لوگوں سے رخصت ہوتا ہو جسے پہر ملنے کی توقع نہ ہو تو اپنی تقصیرات کی معافی چاہے۔ نہ اون کو اپنی جانب سے ناخوش چھوڑے نہ خود اون کی طرف سے آزدگی و لین بیکر چلے۔

۵۔ اگر جاندار سواری پر اتفاق سفر ہو تو مسافر کو چاہئے کہ جانور کی بہوک پیاس اور رنج و راحت کا ایسا پاس و لحاظ رکھے جیسا کہ خود اپنا۔ اس کی طاقت سے زیادہ کام نہ لے جتنا بوجھ وہ خوشی سے اٹھا سکتا ہو اس سے زیادہ نہ لادے۔ جتنا تیز وہ چل سکتا ہو اس سے زیادہ تیز قدم چلانے کے لئے اس قدر زور دے کہ جانور کو درد و اذیت پہنچے نہایت ظلم و بیرحمی کی بات ہے۔ اگر مسافر کو کشتی یا ریل پر سفر کرنے کا اتفاق ہو تو دوسرے مسافروں کے حقوق لحاظ رکھنا واجب ہے۔ چڑھنے اور ترے اور جگہ لینے میں ایسا طریقہ نہ برتے جس سے اوروں کو تکلیف پہنچے۔ بلکہ شریف آدمی ہم سفر کی آسائش کا خیال اپنی آسائش سے زیادہ رکھتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ اپنے حق سے دوسروں کو فائدہ اٹھانے

وے تو معنایقہ نمبر الاول و کلمہ حق و علی بن ابی طالب و خاتم النبیین و



اور اس لحاظ سے دنیا کے شروع عروج اور شایستگی سے آج تک یہ امر تمام عقلا اور فلاسفہ کے  
 نزدیک بہت زیادہ قوت اور زور سے بیان کئے جانے کے قابل خیال کیا گیا کہ تہذیب اخلاق  
 انسان کی محدود عمر کا ایک نہایت ضروری اور واجبی حصہ ہے موجودہ زمانہ سے اگر رفتار زمانہ  
 کی گذشتہ حرکتوں کی طرف رجوع کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ یہ دلچسپ لفظ اس سے کچھ پیشتر بہت  
 ہی کم موقع پر استعمال کیا جاتا تھا۔ نسل انسان کی زبانیں اس لفظ سے کچھ ایسی مانوس نہ تھیں کہ اپنی  
 تمام پسند و نصح میں بکثرت استعمال کرتے ہوں اس وصف کے لئے ایک معمولی طور کا استعمال  
 ضروری خیال کیا گیا تھا۔ اس امر کے وجہ اگر دریافت کئے جائیں کہ کیوں گذشتہ رفتار میں  
 کو تہذیب کا لفظ اس قدر زیادہ دلچسپ اور ضروری نہ معلوم ہوا اور حال کے اہل خرد اسکی توصیف  
 میں رطب اللسان ہیں تو ایک یہ وجہ بھی نظر پڑے گی کہ اگلے وقتوں میں دراصل تہذیب ہی کم تھی جبکہ  
 دیکھتے غیر تہذیبی کا اندہ ہر چہ پایا ہوا تھا۔ جمالت و مانعون پر حکومت کر رہی تھی اور چند لوگ جنکو کس قدر سچی  
 شایستگی حاصل کرنے کا شوق تھا وہ تہذیب کو بالکل بھولے ہوئے تھے۔ پہر ایک وہ زمانہ آیا کہ  
 تہذیب کے سوج نے ایشیا میں چمک کر یورپ کو روشن کر دیا اور پہر ایک جہان کو اپنی روشنی سے نور  
 کر دیا۔ لیکن فی زمانہ ہندوستانی طبائع یک بیک کچھ ایسے پلٹے کہ اپنے ملک کی تہذیب کو جو اعلیٰ درجہ  
 کی تہذیب ہے خیر باد کہہ بیٹھے اور یورپین تہذیب کو عمدہ سمجھ کر اس درجہ والد و شعیبہ ہو گئے کہ اب  
 اون کو کوئی کام عمدہ ہی نہیں معلوم ہوتا سو اسکے کہ وہ اپنے تئیں ایک مجسم پورپین ثابت کر دین بہت  
 لوگ ایسے نظر پڑیں گے جنکو خاک لیاقت نہیں ہے۔ جنکی ذات میں کوئی پاکیزہ جوہر قابلیت پایا نہیں جاتا  
 کوئی خوبی اونکے حرکات سے استنباط نہیں کیا جاسکتی مگر وہ اپنی اس نقلی تہذیب کے اس درجہ معتقد ہیں  
 کہ اپنے تئیں مجسم تہذیب سمجھتے ہیں۔ ہمدردی قومی اونکے دلون سے ایسی دور ہو گئی کہ اپنے خیال  
 میں وہ اپنے ہم وطنوں کے ہم قوم نہیں ہیں۔ ہندوستانیوں سے ملنا جلنا اس لئے چھوڑ دیا کہ



رائے میں وہ مذہب ہونا کیا معنی سراسر غیر مذہب بلکہ تہذیب کے جانی دشمن ہیں۔ کوئی ہندوستانی  
 اپنے تئیں کسی حیثیت سے یورپین نہیں ثابت کر سکتا یہ امر ایسا خلافِ معجز ہے کہ کسی ولی کی کرامات  
 میں بھی نہیں پایا گیا کہ انہوں نے اپنی اعجازِ نمائی سے ایک ملک والے کو دوسرا ملک والا کر دیا ہو  
 تہذیب کا اثر اکثر مواقع پر اگرچہ ایسا ہی پڑا جیسا کہ ہم بیان کر آئے۔ مگر اسکے ساتھ ہی جس کا نام تہذیب  
 ہے اور جو انسان کا ذاتی اور مقدس نور کما جا سکتا ہے نہایت ضروری اور واجبی شے ہے ایسے ایسے  
 خراب نتائج خود لوگوں کے ذاتی عدم صلاحیت اور ذاتی نالائقی پر محمول کئے جائینگے۔ یہ نہیں ہو سکتا  
 کہ اس خوف سے تعلیم و ترقی اور تہذیب کا سلسلہ ختم کر دیا جاوے۔ یہ سلسلہ شاید بڑی مضبوطی کے ساتھ  
 شروع ہوا ہے اور اسکی مضبوطی کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہماری شائستگی و ترقی عنقریب دنیا میں  
 ضرب المثل ہوگی اگر ہم اپنی تہذیب کو ہاتھ سے نہ دیں۔

ایک صاحب اپنی کتاب سیر و سیاحت میں ایک نقتل جو اخلاقِ عرب کا نمونہ ہے اس طرح  
 رقم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عرب کے لوگوں نے لڑائی میں کسی لشکر کے سپہ سالار کا تعاقب کیا وہ  
 اپنے لشکر کا راستہ بھول کر عرب کے لشکر کے قریب دشمن کے خیمہ گاہ کی طرف جا پہنچا۔ رات کا وقت  
 ہو گیا چونکہ وہ سپہ سالار تھکا ہوا اور پیاسا تھا خیمہ کے دروازہ پر پہنچا اور سنے گھوڑا روکا اور کچھ مدد  
 کا خواستگار ہوا خلیقِ عرب نے اپنے مہمان کو خیمہ کے اندر شوق سے چلے آنے کی اجازت دی اور  
 اوس کے ساتھ ایسی مہمان نوازی اور توقیر سے پیش آیا کہ جس کے واسطے اوسکی ہمعوم علی العموم مشہور ہے  
 ہر چند کہ یہ دونوں شخص لڑائی میں ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے تاہم اس موقع پر وہ کمالِ محبت  
 سے گفتگو اور اپنے اپنے عزیزوں اور اگلے گذرے ہوؤں کے معر کے بیان کرنے لگے۔ ناگاہ  
 صاحبِ خانہ کے چہرے پر زردی چھا گئی اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور تھوڑی دیر میں اپنے  
 مہمان کو پیغام بھیجا کہ آپ کے واسطے بستر تیار اور ہر شے آسائش کی مہیا ہے میں علیل ہو گیا ہوں



ایک عمدہ گھوڑا معہ ہر قسم کے ساز و سامان کے درخیمہ پر جہان میں رخصت کرنے کیواسطے ملونگا آپ کے  
 واسطے طیار رہیگا۔ مسافر اپنے مہماندار کے سلوک سے از حد ممنون ہو کر آرام کرنے لگا۔ روانہ ہونے  
 سے پہلے کھانا کھانے کے واسطے جو اس کے لئے تیار تھا جگایا گیا۔ بعد تناول طعام اس نے درخیمہ  
 پر ہونچ کر صاحب خانہ کو دیکھا کہ گھوڑے کی باگ اس کے چڑھنے کیواسطے پکڑے ہوئے حاضر ہے  
 جسوقت وہ مسافر گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر کی جانب روانہ ہونیکو تیار ہوا اس کے مہماندار نے  
 فوراً پکار کر کہا کہ اب میرا تم سے زیادہ دشمن تمام لشکر میں ایسا کوئی نہیں ہے کہ جس سے مجھ کو خوف جان  
 ہوش گذشتہ کو پہنچنے اپنے گذشتہ عزیزوں کا باہم تذکرہ کیا اس سے تم میرے باپ کے قاتل  
 معلوم ہوئے۔ پس میں نے اس کا انتقام اور اس کے قاتل کی جان لینے کی فکر طلوع سے غروب آفتاب  
 تک کے درمیان کرنیکی قسم کھالی ہے۔ آج مہنوز طلوع نہیں ہوا ہے آفتاب طلوع ہونے سے پہلے  
 میں تمکو رخصت کر دوں گا۔ یہ بات ہمارے مذہب کے خلاف ہے کہ جس حالت میں کہ تم میرے مہمان ہو  
 ہم تمکو ضرر پہنچاویں۔ مگر جسوقت تم رخصت ہو جاؤ گے جملہ وجوہ رفع ہو جاویں گے اور اس کے بعد مجھ کو  
 اپنا جانی دشمن اور اپنی تخریب و تباہی میں ہمہ تن مستعد سمجھنا۔ تم جس گھوڑے پر سوار ہو وہ اس گھوڑے  
 سے جو میرے واسطے کھڑا ہے کم نہیں ہے اسکی تیزی پر ہم میں سے ایک کی یاد و نون کی زندگی کا  
 مدار ہے۔ یہ کہہ کر وہ عرب اپنے مہمان سے رخصت ہو کر گھر واپس آیا اور پھر اس کے تعاقب میں جاتا  
 بحفاظت دشمن کے لشکر کے قریب پہنچ سکتا تھا اس کے قتل کے ارادہ سے گیا آخر کار کچھ دیر میں  
 وہ مہمان اپنے تعاقب کرنیوالی کی تیغ خوئخوار کی زد سے جان بچا کر اپنے لشکر میں داخل ہو گیا۔  
 حکایت کسی شخص کے درجے تھے۔ اہلکائیت صاحب جمال تھا اور لڑکی ایسی نہ تھی اتفاق  
 سے ایک دن دونوں نے کیلتے کیلتے اپنے چہرہ آئینہ میں دیکھے۔ لڑکا اپنے چہرہ کی خوبصورتی  
 دیکھ کر نہایت محظوظ ہوا اور اپنی بہن سے بولا کہ تمہارا دل بھی مجھسا خوبصورت ہونیکو چاہتا ہوگا۔ اس



بنائی سے کہہ دیا کہ یہ پورا پورا عین مددگار ہے۔  
 فی الفور رط کے کو فرمایا کہ اے بچہ میں چاہتا ہوں کہ تم روز اپنا چہرہ آئینہ میں دیکھا کرو۔ اول لڑکے سے کہا  
 کہ اے لخت جگر تو اپنے چہرہ کو خوبصورت دیکھے تو مناسب ہے کہ او سکوبرے چال چلن سے سیاہی  
 نہ لگا دے اور پہر رط کی سے ارشاد کیا کہ اے جان پدر تو اگر کسی طرح کا اپنی صورت میں نقص پاوے  
 تو لازم ہے کہ اس نقص خلق کو خوبی خلق و نیک سیرت سے رفع کرے۔ کیونکہ حسن خلق کو خلقت دیکھتی ہے  
 اور حسن خلق کو خالق دیکھتا ہے۔ نکتہ۔ آدمی کو چاہیے کہ روز صبح کو آئینہ میں مومنہ دیکھے اگر صورت اچھی  
 پاوے سیرت کو بھی نیک بناوے تاکہ دو نیک جمع ہوں اور اگر صورت بُری دیکھے تو بھی سیرت کو شائستہ  
 کرے کہ دو برائیاں جمع نہوں۔ **حکایت**۔ قیصر روم نے اپنے فرزند کا نکاح بادشاہ مصر کی  
 دختر سے اور عزیز مصر نے اپنے فرزند کا عقد سلطان روم کی بیٹی سے کیا۔ دو بہرے رشتہ  
 کے سبب سے طرفین کی محبت دو بالا ہوئی اور آپس کی اتفاق رائے سے ملک کی بہتری کی تدبیر اور  
 سلطنت کے مشورے ہونے لگے ایک مرتبہ عزیز نے قیصر کو لکھا کہ فرزند زندگانی کا شرمہ اور باپ  
 کا ولیعهد اور نشانی ہے۔ پس اس کی آسائش اور معاش کی فکر واجب ہوئی۔ لہذا بندہ نے نقد و جنس  
 و ریاست و ملک بندہ زادوں کے لئے مہیا کیا ہے۔ آپ تے شاہزادوں کے واسطے کیا تجویز فرمایا ہے  
 قیصر نے جواب لکھا کہ دنیا کا مال و متاع بیوفا اور فانی ہے اس پر اعتبار اور تکبر کرنا محض  
 ناوالی ہے۔ لہذا ہم نے فرزندوں کو ادب سکھایا اور مذہب بنایا۔ یعنی ادب کی دولت اور تہذیب کی  
 سلطنت اونکے حوالہ کی کیونکہ مال یا مال اور علم و ادب بے زوال ہے۔ **عزیز** نے اس  
 رائے کو بہت پسند کیا۔

**حکایت**۔ حبشہ نے اپنے وزیر سے پوچھا کہ بادشاہ کیواسطے کونسی خصلت بہت بہتر ہے وزیر نے  
 کہا نرمی۔ دلجوئی اور ملنساری۔ کیونکہ اس صفت کے ہونے سے رعیت دعا گو اور فوج  
 رضا جو ہوتی ہے اور رعیت اور لشکر کی دعا گوئی اور رضا جوئی سے سلطنت کا بندوبست قائم رہتا



حکما فرماتے ہیں کہ بنی آدم باعتبار قول و فعل کے چار قسم کے ہوتے ہیں۔ اول وہ کہ جس کام کو کرنا ہوتا ہے اسکو کئے سے پہلے کرتے ہیں۔ بعد اس کے زبان پر لاتے ہیں یہ صاحب ہمت اور اول العزم کہلاتے ہیں۔ دوسرے قبل ارادہ کے شہرت دیتے ہیں لیکن کرتے نہیں تیسرے کہتے بھی ہیں اور کرتے ہی ہیں چوتھے نہ کہتے ہیں اور نہ کرتے ہیں یہ دو قسم تو وسط کا درجہ رکھتی ہیں۔ ۲۔ کسی کے پیٹھ پیچھے ایسی بات نہ کہنا چاہیے جو اس کے موہ پر نہ کہہ سکو اگر اس نصیحت پر لوگ عمل کرتے تو غالباً غیبت وغیرہ بری باتیں نہ ہوا کرتیں انسان اکثر ایسی باتیں اور وہ کی نسبت کہا کرتا ہے کہ اگر دوسرا شخص اس کی نسبت کہے تو وہ ناپسند کرے گا۔ ممکن ہے کہ وہ شخص جس کی نسبت تم برائی یا بھلائی کرو نہ سنے خدا ہر بات کو سنتا ہے اور جس حالت میں کہ یہ باتیں اس کی مرضی و حکم کے خلاف ہیں تو ایسی برائیوں سے وہ کس طرح رضا مند ہوگا۔ بدظنیت آدمی اکثر غیبت کرنے اور سننے میں مخطوط ہوتے ہیں ہر کام لازم ہے کہ اور وں کی غلطی اور عیبوں کو فراموش کریں اور اپنے گناہوں کی بخشش کی جناب باری میں دعا مانگیں۔ اکثر آدمی غیبت کر کے عذر کرتے ہیں کہ ہم نے سچ کہا ہے اس میں ہمارا کیا قصور تھا۔ فرض کیا کہ سچ کہا لیکن یہ عذر نہیں ہو سکتا۔ کس واسطے کہ تم ہی اپنے عیبوں اور غلطیوں کا تذکرہ جو شاید درست و صحیح ہو دوسرے کی زبان سے سننا پسند نہ کرو گے۔ آدمی اگر اپنے عیب جانے تو دوسروں کے عیب بیان نہ کرے۔ دوسروں کے عیب وہ ظاہر کرتا ہے جو اپنے تئیں بے عیب جانتا ہے۔ اور جو شخص اپنے تئیں بے عیب سمجھتا ہے وہ زمرہ بشریت سے خارج خیال کر نیکی لایق ہے۔ عیب جوئی کام عیب داروں کا ہے۔ ضرورت سے بات کرنا اور فضول گوئی سے بچنا کام عاقلوں کا ہے۔ دوسروں کے حال سے عبرت حاصل کرنا کام نیک بختوں کا اور اپنے حال سے دوسروں کو عبرت پہنچانا کام بد بختوں کا ہے۔ ۳۔ قول ہی میں حکیم نہ رہنا چاہئے۔ بلکہ قول و عمل دونوں میں اس لئے کہ حکمت قولی اس جہان میں رہیگی اور حکمت عملی اس جہان تک پہنچے گی اور وہاں باقی رہیگی۔ اگر نیکی کی واسطے کوئی شخص تکلیف اٹھاوے تو رنج و درد ہو جاوے گا اور نیکی نہ رہے گی اور کسی بدی کی واسطے لذت اٹھاوے تو لذت نہ رہے گی مگر بدی رہے گی۔ ۴۔ نیکی کرنے میں دیر نہ کرنا چاہئے



نے کہا ہے کہ بد آدمی لوگوں کی نیکی چپا تا ہے اور بدی ظاہر کرتا ہے۔ جیسے لکھی اچھی جگہ نہیں بیٹھتی اور گندی جگہ بہت بیٹھا کرتی ہے۔ ۷۔ کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کے پاس اول بار عقل آئی پونچھا کہاں رہ سکی عرض کیا سر میں۔ دوسرے بار شرم آئی اوسنے دریافت پر جواب دیا آنکھوں میں رہو نگلی۔ تیسرے مرتبہ محبت آئی اوسنے بیان کیا دل میں۔ چوتھے مرتبہ تقدیر آئی اوسنے اپنا مقام سر میں بتایا۔ فرمایا سر میں عقل رہتی ہے بولی تقدیر آئی عقل بہاگی۔ پانچویں بار طمع آئی دریافت پر اوسنے اپنا مقام آنکھوں کو بتایا۔ فرمایا آنکھوں میں جیا کے رہنے کا مقام ہے۔ کہا طمع آئی جیا نے کوچ کیا۔ چھٹے مرتبہ حرص آئی اوسنے اپنے رہنے کا مقام دل بتایا۔ فرمایا وہ محبت کی قیام گاہ ہے۔ جواب دیا حرص آئی محبت رخصت ہوئی۔ ۸۔ کہتے ہیں کہ مہانی تین قسم کی ہوتی ہے۔ اعلیٰ قسم یہ ہے کہ اپنے مہمان کے پاس در نقد بیچدے اوسکو اختیار ہے جس طرح چاہے خرچ کرے۔ اوسط قسم یہ ہے کہ مہمان کے پاس جنس اور لوازمہ بیچدے جس وقت جو شے منظور ہو کام میں لاوے۔ ادنیٰ قسم یہ ہے کہ گھر سے کھانا پکوا کر مہمان کے پاس بھیجے اوسے جس وقت دل چاہے تناول فرمائے یا گھر پر بلا کے کھلاے۔ ۹۔ آدمی کے تین گروہ ہیں۔ ایک اولیا جنکا باطن ظاہر سے اچھا ہے۔ دوسرے عالم جنکا ظاہر و باطن یکساں ہے۔ تیسرے جاہل جنکا ظاہر باطن سے بہتر ہے۔

۹۔ دو چیزیں خوب ہیں مگر دو اونسے بھی خوب تر۔ چنانچہ خلعت بادشاہی خوب ہے مگر اپنا پرانا جامہ اوس سے خوب تر ہے کیونکہ یہ بے منت ہے اور وہ بامنت۔ دوسرے خوان ارباب قدرت کا بہت لذیذ ہے لیکن پس خوردہ اپنی اولاد کا اوس سے بدرجہا مزہ میں بڑھ کر ہے کیونکہ وہ با احسان ہے اور یہ بے احسان۔ ۱۰۔ تین باتیں خطرہ سے خالی نہیں ایک بساط سلاطین پر قدم رکھنا۔ گو کیسی ہی شفقت کرے۔ دوسرے تنہا عورت کے پاس بیٹھنا اگرچہ کیسی ہی پارسا ہو۔ تیسرے مزار امیر کا سنا خواہ کیسا ہی متقی ہو۔ ۱۱۔ کسی کے تنگ و ناموس پر بد نظرت ہو تاکہ تیرے تنگ و ناموس پر بد نظرت نہ ہو۔



کائنات دینا بہتر دشنام کا۔ کہانا بہتر غضب کا نہ کہانا بہتر حرام کا۔ ۱۴۔ حکیم ابو علی سینا نے کہا ہے  
 کہ خصلتیں نیکی اور خلق کی معدن ہیں۔ راہ حق میں صدق۔ خلق خدا کے ساتھ انصاف۔ اپنے نفس  
 کے ساتھ قہر۔ عالموں کی صحبت۔ بزرگوں کی عظمت رکھنا۔ چوٹوں پر شفقت کرنا۔ دوستوں کے ساتھ  
 موافقت۔ دشمنوں کے ساتھ حلم۔ درویشوں کے ساتھ کرم۔ جاہلوں کو نصیحت کرنا۔ نیک کام میں  
 کسی سے مخالفت نہ کرنا۔ کسی کے عیب کی تلاش میں نہ رہنا۔ ہر بات کی اچھی وجہ پیدا کرنا۔ گنہگار  
 کا غدر قبول کرنا۔ محتاجوں کی حاجت روائی کرنا۔ دوسرے کے آرام کے واسطے آپ تکلیف سہنا۔  
 اپنے عیبوں کو جانچنا۔ ہر شخص سے کشادہ پیشانی کے ساتھ ملنا۔ عموماً سب سے اچھی بات کہنا۔

## ناموری

انسان کے تمام عمدہ افعال کا وہ عام نتیجہ جو دنیا ہی میں حاصل ہو جاتا ہے ناموری ہے سلف سے اس وقت  
 تک اکثر لوگ اس ناموری پر اپنی پیاری جان تک فدا کرنے کو موجود ہیں۔ اگر ناموری کی ایسی  
 کوئی عمدہ عزت کی امید نہ ہوتی تو شاید دنیا کے لئے بہت کم ایسے موقع ہاتھ لگتے کہ کسی قسم کی  
 ترقی کر سکتے۔ سرسبزی ملک اور عروج قوم اسی ناموری کی امید کے ساتھ وابستہ ہے۔  
 شاید بہت جلد زمانہ ملک کی سرسبزی اور قوم کے اوج و عروج کو مٹا دیتا مگر جسکو نہیں مٹا سکتا ہے  
 وہ صرف ناموری ہے۔ سقراط کو زہر کا جام پئے ہوئے مدین گذر گئیں مگر نصیحت اور اہسکا پیارا  
 نام کہی نہ بھولے گا۔ مسلمانوں کے قافلہ اور لشکر بڑا عظیم اور فیکہ کوٹے کر کے اسپین کے عالی شان  
 مقبروں میں سو رہے لیکن نقش قدم آج تک باقی ہیں۔

ناموری اور دائمی زندگی میں توڑا ہی فرق ہے لیکن جس قدر فرق ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ زندگی  
 دائمی جس آب حیات سے حاصل ہوتی ہے وہ ناموری کے سرچشمہ سے لیا جاتا ہے۔ کیونکہ  
 یہ پسند نہ ہو گا کہ اوسکا نام دنیا کو ہمیشہ یاد رہے اور زمانہ اوسکو بھول جائے۔ ہر شخص اس فکر



وہ انگون کی ناموری اور سوانح عمری سے عجب دلچسپ لطف حاصل کر سکتا ہے اور وہ لطف اوس کے سینہ میں جوش زن ہو کر خود اوس کو ناموری کا کسی قدر حصہ اپنے لئے حاصل کرنے کی توجہ دلاتا ہے۔ علاوہ اس کے یہ انسان کا ایک نیچرل شوق ہے کہ وہ اپنی قوت - طاقت - بہادری - لیاقت - استعداد کو نذر کر کے ایک عمدہ نیک نامی حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے مگر نیک نامی اور ناموری اوس کو حاصل ہوتی ہے جس نے اپنے زور بازو سے کوئی عمدہ کام کر لیا۔ گو عام انسان کی کوششیں صرف اپنی نیکنامی کے لئے زمانہ کو ترقی دے رہی ہیں اور دنیا کو سربسز کر رہی ہیں مگر پھر بھی عام طور پر کسی کو ناموری نہ حاصل کر سکنے کی یہی وجہ ہے کہ ہر ایک شخص وہ طریقے نہیں جانتا جسے وہ دنیا اور دنیا کی آبادی کا سچا محسن ثابت ہو۔

ہندوستان کی اگلی تواریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی طرح کے لوگوں کو نیکنامی حاصل ہوئی یا تو اون لوگوں کو جو باوجود بالکل وحشی اور ہیکارہ ہونے کے ہندوستان کی پہلی آبادی کے بانی تھے۔ اوس کے بعد والون میں سے اونہیں راجاؤں کو جو بڑی جرات و بہادری کر کے زمانے کے لئے جرات اور اولوالعزمی کی نظیر ہو گئے ہیں یا اون راجاؤں کو جو ترقی تہذیب و سولائزیشن اور عقلا و فضلا کی بہت بڑی جماعت جمع کرنے میں علم و فضل کو زندہ کرنے کے باعث اپنے نام کو زندہ کر گئے ہیں۔ علاوہ اون کے عقلا اور حکما کی بھی بہت بڑی جماعت نظر پڑے گی جن کے سینوں میں علوم و فنون کی روشنی ابتداء یا بعد مگر کسی نئی جہلک کے ساتھ چمکتی ہے۔ ان سب لوگوں نے اپنی ناموری کے لئے اس قدر محنت کی کہ کل سامان اور اسباب ناموری کو لے گئے۔ ہم اگر اپنے لئے کوئی چیز ڈھونڈیں تو ہرگز نہ ملے گی۔ اب اگر کوئی ذریعہ باقی ہے تو یہ کہ قوت ایجاد پر زور دیکر کسی نئی چیز کو ایجاد کریں جس کے استعمال سے ہرگز زیادہ محنت نہ لگنی پڑے۔



کو بغیر اس کے کہ اوس ہماری ایجاد کو فروغ دے اور لچہ بھی بن نہ پڑے۔ لیکن ان سب  
 باتوں کے ساتھ یہ بھی ہے کہ جس قدر زمانہ گزرتا جاتا ہے اسی قدر دقتیں اور مشکلات  
 بڑھتی جاتی ہیں۔ اس وقت دنیا اوس مرتبہ پر پہنچ چکی ہے کہ اوس کو ادنیٰ ادنیٰ ایجادوں  
 اور ہر ایک شخص کی کوششوں کی پرواہ ہی نہیں ہے۔ اسی طرح ناموری کا حاصل  
 ہونا فردما کے لئے نہایت آسان تھا۔ جو جو زمانہ کی عمر زیادہ ہوتی گئی اور ابنا کے زمانہ  
 کی کثرت ہوتی گئی اسی قدر ناموری کا حاصل ہونا مشکل ہوتا گیا۔ یہی نہیں بلکہ ہر قسم کی  
 ترقی کا خاصہ ہے کہ اوس کے ادنیٰ زمانہ میں لوگوں کو اوس کے ذریعہ سے بہ آسانی ناموری  
 حاصل ہو سکتی ہے مگر بعد والوں کو روز بروز دقتیں بڑھتی جاتی ہیں۔ جو علم زمانہ میں پہلی پہل  
 ایجاد ہوا اوس کے ذریعہ سے ابتدا میں جلد جلد لوگوں کو بڑی ناموریاں حاصل ہوئیں مگر  
 اخیر میں یہ کیفیت ہو گئی کہ گویا ناموری کا دروازہ بند ہو گیا۔ یہ ایک مسلم مسئلہ ہے کہ ترقی  
 کا سلسلہ کبھی ختم ہونے کو نہیں آتا اور جس قدر بڑھتا ہے اسی قدر خود بخود قدرت کی جانب  
 سے وسعت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ آپ شاعری ہی کو ملاحظہ فرمائیے خصوصاً اردو شاعری کو  
 جو صرف ایک سبجکٹ (مضمون) محسن و عشق کا بیان ہے اس وقت تک کقدر  
 مضامین سلسلہ نظم میں ظاہر کئے گئے مگر پہر ہی جب کوئی غور کرنے کو بیٹھتا ہے تو کوئی نہ کوئی  
 عمدہ پڑھتا ہوا مضمون ہاتھ لگ ہی جاتا ہے۔ اسی طرح سلسلہ ترقی کسی وقت ختم نہوگا۔ اور  
 اب تک بالاتصال یوں ہی نئی نئی نیلنگیاں ظاہر کرتا چلا جائے گا۔ مگر اوس کے بعد یہ بھی ضرور ہے  
 کہ گو ترقی پسند دنیا کبھی سر بر آوردگی کا پہاٹک بند کرنا نہیں چاہتی لیکن اوس پہاٹک میں داخل  
 ہونے والوں کے لئے شرائط اور لوازم اس قدر کثرت سے بڑھاتی جاتی ہے کہ بہت ہی کم لوگ  
 داخل ہونے کی جرات کر سکتے ہیں۔ اگلے زمانہ والوں کے لئے نیک نامی کا حاصل ہونا کون مشکل  
 امر تھا۔ اول تو وہ لوگ بانے خاندان تھے نامور ہوا ہی چاہیں۔ پہر وہ لوگ ذرا سی بھی کوشش  
 کی بدولت کہ ان کے لئے اس قدر آسان تھا کہ وہ نامور ہوا ہوا مالک فطرتی حالت رہتا وہ اگر کوئی



کس کو ہو۔ ہمارے یہ کیفیت ہے کہ اگر لاکھ باتیں بھی مہینوں غور و فکر کے زبان سے نکالیں تو مقصد  
ہی رہینگے موجد نہ کہے جاسکیں گے۔ قدر سے گو کہ ہکو نہایت اعلیٰ ترقی کے زمانے میں پیدا  
کیا ہے مگر افسوس کہ اوس وقت جب نیکنامی قریب محال ہو گئی ہے فقط





# جوہر نوان

## سخاوت و احسان کے پیمانے

سخاوت اور فیاضی اپنی خوشی اور دل سے مستحقوں کے حق ادا کرنے کو کہتے ہیں۔ انسان کی واسطے کوئی صفت سخاوت سے بہتر نہیں ہے۔ سخاوت مثل ایک درخت کے ہے کہ پہلے اوسکا دنیا کی نیک نامی اور پہلے اوسکا عاقبت کی نجات ہے۔

سخاوت عیب کو چھپاتی ہے۔ کنجوسی ہنر کو عیب بناتی ہے۔ سب آدمی احسان کے بندے ہیں جو کوئی سخاوت یا احسان کرتا ہے تمام خلق کو اپنا دوست اور تابعدار بناتا ہے۔ مراد کے دروازے اپنے لئے کھولتا ہے۔ جو کوئی سخی کے احسان سے شرمندہ بھی نہیں ہوا ہے وہ بھی اوسکو اچھا کہتا ہے سخی کتنی ہی دور ہو جو لوگ فقط ذکر ہی اوسکا سنیں بیشک دل اور زبان سے اوسپر افرین کریں گے خواہ وہ زندہ ہو یا مر گیا ہو۔ چنانچہ حاتم طائیؓ کے زمانہ سے بارہ سو برس پیشتر تھا اور راجہ کرن ہندی کو قریب پانچ ہزار برس کے گزرے کہ دنیا سے گذرا مگر اب تک اوسکا نام لے کر غیر سے زندہ ہے اور قیامت تک رہیگا۔ سخاوت کی سیدھی راہ یہ ہے کہ اول اپنے اور اپنی اور دو مان باپ کے مصارف کو اچھا رکھے۔ اسکے بعد عزیزوں اور دوستوں کی خبر لے اوس کے پیچھے محتاج اور ایاہج وغیرہ کی پرورش کرے اور دشمن کو دوست بناوے۔ سخاوت اور احسان کا پڑا فائدہ یہ ہے کہ دشمن دوست ہو جاتے ہیں۔ بعض آدمی ہوا و حرص و فضول خرچی میں مال کو لٹا دیتے ہیں مگر ان کے لئے



کس مقام میں خرچ کرنا چاہئے۔ یہ حالت اکثر لوگوں میں پائی جاتی ہے جنکو اتفاقاً بہ سبب میراث کے یا کسی  
 اور سبب سے مال مفت ہاتھ لگ جائے۔ وہ احمق اور سکے پیدا کر نیکی مشقت سے بے خبر ہیں نہیں  
 جانتے کہ آمد بہت مشکل اور خرچ کرنا آسان ہے۔ ایسے لوگ بقول شخصے مال مفت دل بے رحم۔  
 بیجا خرچ کرتے ہیں۔ حکیموں نے کہا ہے کہ دولت جمع کرنا ایسا ہے کہ جیسے بڑے پتھر کو پہاڑ کے اوپر  
 لیجاتا اور خرچ کرنا ایسا ہے جیسے اوس پتھر کو وہاں سے نیچے چوڑ دینا۔ اس واسطے کسب حلال سے  
 جو مال حاصل ہو اوسکو حفاظت سے رکھنا اور عقلمندی سے صرف کرنا اور ضائع نہونے دینا چاہیے  
 جسکے یہاں آمد نہوا اور خرچ ہوتا رہے یا آمد سے خرچ زیادہ ہو تو وہ شخص محتاج ہو کر انواع صعوبت  
 میں گرفتار ہوگا۔ اگر خرچ آمد کے برابر ہو تو بھی مضائقہ نہیں۔ بلکہ آمد سے خرچ کم کرنا کام عقل کا ہے  
 دوسرے یہ کہ اہل مال میں دست اندازی نہ کرے اور اوسکے فائدہ سے بہرہ مند ہو۔ اگر سرمایہ میں  
 مداخلت کی جائے تو چند روز میں اہل برباد ہو جائے گا۔ اگر منفعت ہو تو نفع کے استعمال میں اسراف  
 سے پرہیز اور طریق اعتدال اختیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ بخشش اگرچہ سب جگہ پسندیدہ ہے مگر جو بجا ہو  
 وہ درست ہے ورنہ نادرست۔ چنانچہ آدمی باعتبار خرچ و دخل کے تین قسم پر پائے جاتے ہیں۔  
 ایک وہ کہ آمدنی قلیل رکھتے ہیں اور خرچ زیادہ۔ اگر بجا مصرف میں صرف کرتے ہیں تو اخوان الشیاطین  
 ہیں اور اگر بجا نہیں صرف کرتے تو بھی کم کرنا لازم ہے تاکہ قرض اور دیگر آفات سے محفوظ رہیں۔ دوسرے  
 وہ کہ جس قدر آمدنی رکھتے ہیں اوسی قدر خرچ کرتے ہیں۔ اگر بجا نہیں صرف کرتے تو متوسط ہیں ورنہ  
 فضول خرچ۔ تیسرے وہ کہ آمدنی کثیر رکھتے ہیں اور خرچ قلیل کرتے ہیں۔ یہ بات اگر بہ سبب بخیلی کے  
 ہے تو نہایت مذموم ہے ورنہ بغایت خوب اور نزدیک خرد مرغوب۔ سچی سخاوت کی تعریف نہایت مشکل  
 ہے۔ بہت سے کام جو لوگوں نے ظاہر اسخاوت کے مشابہ کئے ہیں اگر غور کیا جاوے تو باعث  
 اول کا صرف خواہش حصول نیکنامی و شہرت و نمود پائی جاوے گی۔ اگر کوئی شخص حصول نام و عزت کے  
 واسطے اپنا گھر بار لٹا دے تو داخل خود غرضی ہے نہ سخاوت و فیاضی۔ نہ وہ سخی بالذات ہے بلکہ



اپنی شہنی دشوکت دکھانیکونہ ازراہ ترس و ترحم۔ اسواسطے اگر نیت خالص ہے تو جب کہانا اس کام کیلئے  
 پکواؤ تو اپنے دوستوں اور بھائیوں اور رشتہ داروں اور دو لقمہ ہمسایوں کو مت بلاؤ ورنہ  
 شاید اس کے عوض وہ لوگ بھی تمہاری دعوت کریں۔ لیکن محتاج و ابلہ و لنگڑے و اندھوں کی ضیافت  
 کر دو کہ وہ اس کا عوض نہ دے سکیں اور بعض اوس کے اجر تکویر و جزا ملیگا۔ الحاصل سخاوت اوس عطا کا  
 نام ہے جو بے طمع ارق و بے خود غرضی و خود ستائی کے صرف خدا کی محبت اور اپنے ہمجنسوں کی  
 ہمدردی کے باعث بلا طلب کیجاوے۔ کیونکہ مانگنے پر دینا عوض ہے سائل کی خواہش کا بعض  
 لوگ امور ممنوع میں تو ہزاروں روپیہ صرف کرتے ہیں اور نفع میں ملامت زمانہ کی سنتے ہیں اور  
 محتاجوں اور سالکوں سے رنجیدہ ہو کر سخت و سخت کہتے ہیں۔ اسواسطے وہ لوگ جتنے محتاجوں  
 سے رنجیدہ ہو کرتے ہیں اوس بقدر حکم الحاکمین ظالموں کو ادنیٰ تسلط کرتا ہے۔ تین امر جو انفرادی  
 کے اوصاف میں داخل ہیں۔ اول جو ان سے قطع محبت اور بے مروتی کرتا ہے وہ اوس سے نہایت  
 الفت کے ساتھ ملتے جلتے ہیں اور اوسکی دلجوئی کرتے ہیں۔ دوسرے جو اوس سے نا امید ہوتا ہے  
 اوس کے ساتھ وہ نیکی اور ہر طرح کے سلوک سے پیش آتے ہیں۔ تیسرے جو اوس کے ساتھ بدی  
 سے پیش آتا ہے وہ بجائے بدی کے نیکی کرتے ہیں۔ سکندر نے ارسطو سے پوچھا کہ سلاطین  
 دین کی کس چیز میں ہے اور ایسا کون ہنر ہے جس سے سب عیب چپ جاوین کہا جو دو کرم۔ پہر سوال  
 کیا ایسا کون عیب ہے جس سے سب ہنر چپ جاوین۔ جواب دیا بخل۔ سخاوت ایک ایسا ختم ہے  
 کہ ایک جگہ بویا جاوے اور دو جگہ سے اوگے۔ یعنی دنیا میں ناموری اور عقبیٰ میں ثواب ہو۔ حکماء  
 سخاوت کو چار نوع پر تقسیم کرتے ہیں۔ ایک سخاوت مالی۔ دوسرے بدنی۔ تیسرے جانی۔ چوتھے دلی  
 مومن مال دیتا ہے اور آخرت میں لیتا ہے۔ مجتہد اپنا بدن خدمت میں دیکر ہایت کرتا ہے اور  
 ثواب لیتا ہے۔ عابد اپنی جان راہ خدا میں نثار کرتا ہے اور حیات ابدی پاتا ہے۔ عارف



کھاوے اور دوسرے کو نہ کھانے دے۔ تیسرے سخی جو آپ کھاوے اور دوسرے کو نہ کھلاوے۔ چوتھے کرم جو آپ کھاوے اور دوسرے کو نہ کھلاوے۔ آدمی کو چاہیے کہ دل میں سوچے کہ جب میں پیدا ہوا تھا تو میرے پاس کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پیدا کیا۔ قوت دی۔ رزق دیا اور حکم کیا کہ میرے محتاجوں پر احسان کیا کرو کہ بعض اوسکے میں تم پر رحم کرو لگا۔

سخی لوگ آپ کم کھاتے ہیں اور دیکھو زیادہ کھلاتے ہیں اور غیر دیکھے کھلا نیکو غنیمت شمار کرتے ہیں۔ بلکہ اُنکے ممنون منت ہوتے ہیں اس واسطے کہ وہ جانتے ہیں کہ خاطر داری تھان کی مفت کا کرم ہے کیونکہ تمام مخلوق اپنی قسمت کا کھاتی ہے اوسکی روزی کا کفیل پروردگار ہے اور نیک نامی اور مزد کا پانے والا خاطر دار ہے

اپنی قسمت کے سوا کھانا نہیں کوئی بشر	اپنے گھر میں بیٹھ کر وہ کھائے یا اور دیکھے گھر
اوسکا تو مرہون احسان ہو جو کھاؤ نہ کھاتا	یعنی کھانا ہے وہ اپنا تیرے دسترخوان پر

اگلے لوگ جو کچھ دیتے بہت چپا کر دیتے بلکہ اندھوں کو تلاش کر کے دیتے تھے تاکہ لینے والے نہ جانیں کہ کس نے دیا اور اکثر فقیر دنگی راہ میں ڈال دیتے تھے کہ بے منت و احسان اوٹھالیں اور بعضے اور شخص کے ہاتھ سے دلواتے غرض اس سے یہ تھی کہ ریا کو دخل نہ ہو اور خیرات لینے والے کا احسان ماننے سے اوپر اپنا احسان نہ کرتے تھے اور اپنے تئیں صدقہ لینے والے سے زیادہ محتاج صدقہ دینے کا جانتے تھے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کرم کر کے احسان مت کر کیونکہ ٹمراہ اوسکا ملے گا بلکہ شکر کر کہ خدائے کرم نے تجھ کو اس لائق کیا۔ پس خیرات ہر صاحب دولت پر واجب ہے کیونکہ ایسے اعمال کہ جن سے بعد حیات آثار فیض و برکت کے روح عامل پر پہنچیں صدقہ و خیرات ہیں اور تعمیر مسجد و مسجد مدرسہ و خانقاہ و بیل و تالاب و چاہ وغیرہ بھی اسی میں داخل ہیں۔ خیال کرنا چاہیے کہ ایک چوٹا سا جانور کتہ بمنزلہ ایک گار دسلح و مستعد کے پالنے والے کے مال و مکان کی حفاظت کیواسطے ہوتا ہے ہر چند کہتے ہیں یہ وصف ذاتی و جوہر طبعی ہے لیکن تاہم یہ وفاداری اوس سے ضرور کسی



کہ احسان اور نگوئی او کی بنیاد ہے۔ پس جب کہ ایک جانور احسان کو ایسا کچھ مانتا ہے تو فرقہ انسان  
 کا شرف المخلوقات ہے احسان مند ہو کر کیا کچھ وفاداری اور جان نثاری نہیں کر سکتا۔ پس آدمی کو احسان  
 کی طرف توجہ رکھنا شرط ہے۔ محتاج کا مال ہنگام خرید کرے اور اس کے ہاتھ جو کچھ بیچے تو سستا  
 دے۔ لیکن تو انکروں سے گران خرید کرنا نہ منفعت ہے نہ احسان بلکہ اپنا مال ضائع کرنا ہے اگر  
 شخص سے ارزان لینا یا پیر دینا بہتر ہے۔ حکم نے فرمایا ہے کہ سات چترین صدقہ کو رونق اور درجہ  
 قبولیت کا دیتی ہیں۔ اول مال حلال سے دینا۔ دوسرے رکھوڑے مال میں صدقہ دینا۔ تیسری صدقہ  
 دینے میں دیر نہ کرنا۔ چوتھی خوشی سے دینا۔ پانچویں چپا کر دینا۔ چھٹی دیکر احسان نہ جتانا۔  
 ساتویں جو خوشی واقربا محتاج ہوں اونکو دینا۔ چھ فرمایا ہے کہ صدقہ دینے میں پانچ فائدے ہیں۔  
 اول صدقہ مال کو پاک کرتا ہے۔ دوسرے گناہوں کو مٹاتا ہے۔ تیسرے امراض کو دور کرتا ہے  
 چوتھے قلب کو فرحت ہوتی ہے۔ پانچویں مال کو بڑھاتا ہے۔ دینے والے کو چاہیے کہ سائل  
 کو اپنے حوصلہ کے موافق دے یا اس کے مرتبہ کے مطابق۔ اس طرح سائل کو موافق اپنے مرتبہ  
 یا مطابق حوصلہ مسؤل عنہ کے سوال کرنا چاہیے تاکہ دینے لینے میں دریغ نہ ہو۔ سائل تین قسم کے  
 ہوتے ہیں۔ ایک سائل طامع یعنی لالچی اس کے سوال پر کم التفاتی چاہیے تاکہ اپنی بری عادت سے  
 باز آئے۔ دوسرے سائل محتاج۔ محتاج کے سوال کو جانتک ہو سکے روزہ کرے بلکہ ہمیشہ خلیا و سح  
 او کی مدد کرے۔ تیسرے سائل شفیع یعنی سفارش کرنے والا اور شفیع اکثر ذی رتبہ اور عالی قدر و شریف  
 ہوتا ہے۔ پس رعایت ایسے شخص کی اور اس کی بات ضرور مانتا چاہیے۔ حکایت۔ کرمان کا  
 ایک بادشاہ بڑا سخی و ہمان نواز تھا جو کوئی اس کے شہر میں وارد ہوتا تو دن وقت اس کے باورچیخانہ  
 سے کھانا پاتا ایک مرتبہ عضد الدولہ نے اس پر چڑھائی کی ملک کرمان کو مقابلہ کی تاب نہ نہتی  
 قلعہ بند ہوا تمام روز عضد الدولہ کے لشکر سے خوب لڑائی ہوتی اور شام کو کھانا بادشاہی چھینا  
 سرے۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس کے لشکر کے ہاتھ لڑائی اور رات کا دعوت



ہمارے دشمن ہیں مگر ہمارے شہر میں مسافرانہ تشریف لائے ہیں مروت سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ  
 ہمارے گہرائے اور اپنی گرہ کا کھائے عہد الدولہ کا دل او کی مروت اور جو انگریزی سے نرم ہوا  
 فوراً شکر اٹھا لیا اور کرمان کا ملک چھوڑ دیا۔ حکایت ایک امیر ہالکی پر سوار چلا جاتا تھا کسی مفلس  
 نے اسے ڈھیلے مارا اس نے اپنے آدمیوں سے کہا اسے دو روپیہ دیدادو انہوں نے کہا یہ  
 کیا ساوے ڈھیلے مارا آپ روپیہ دیتے ہیں بولا اس نے مجھے درخت بارور سمجھ کر ڈھیلے مارا ہے اور  
 میرا پہل روپیہ ہے حکایت۔ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر اور میر بخش سے صلاحاً پوچھا کہ مال  
 اور لشکر کے جمع کرنے میں میری عقل کچھ کام نہیں کرتی اگر مال جمع کروں تو لشکر نہیں اور جو فوج رکھوں  
 تو دولت نہیں رہتی وزیر نے عرض کی کہ خداوند آپ دولت جمع کیجئے اگر فوج نہ ہے گی تو کچھ نقصان  
 نہیں کیونکہ جب ضرورت ہوگی رکھ لیجئے گا اور جو میری بات کا آپ کو اعتبار نہ ہو تو ایک برتن میں  
 تھوڑا شہد رکھو اور بجئے فوراً ہزاروں مکھیاں جمع ہوں گی۔ بس شہد رکھو یا لاکھوں مکھیاں جمع  
 ہو گئیں۔ میر بخش نے کہا اگر میری عرض سنے تو فوج رکھئے کہ وقت پر کام آوے اور سوقت مال  
 ہرگز کام نہ آوے گا اگر یقین نہ ہو تو ایک ہانڈی میں شہد اسی جگہ رات کو رکھو اور بجئے اگر مکھیاں آجائیں تو میں  
 جھوٹا وزنہ سچا ہوں ایسا کیا گیا ایک مکھی نہ آئی۔ عرض کیا جان بیاہ اپنی فوج جب قبضہ سے  
 نکل گئی تو پھر روز سیاہ میں مال ہی خرچ کیجئے گا تو میر نہ آوے گی نقل ہے کہ ایک سخی بادشاہ  
 نے کسی مغرب سے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ دس دس لاکھ روپیہ ایک ایک آدمی کو بخشوں تیری کیا  
 رائے ہے کہا اس قدر بہت ہوتا ہے فرمایا اگر نصف دوں کہتا ہاں بہت ہے فرمایا تھائی کہا زیادہ  
 ہے القصہ دس حصہ قرار دیا۔ بادشاہ نے کہا اے بے دولت میرا وہ یہ سب دولت تجھے دینے  
 کا تھا تو نے اپنے تئیں محروم کیا اور مجھے سخاوت سے باز رکھا وہ روئے لگا اور عرض کیا کہ بادشاہ سلا  
 میں نے خطا کی مگر تو اپنے کرم و عطا سے باز مت رہ بادشاہ نے فرمایا تو سفلہ ہے نہ لایق عقوبت نہ قابل  
 عطیت تو نے اپنے تئیں اور مجھے دو زبان کہ نقصان کر گئے



محمود رہنا۔ پس اب لاکھ روپیہ کہ تو نے خود قرار دیا ہے لے اور آئندہ میرے حضور میں ایسی سفلی ہرگز  
 نہ کرنا حکایت ایک روز ملک جرمس کے بادشاہ کو مقام دنیا کے راستہ میں ایک لڑکا قریب  
 دہائی برس کا ملا اور کہنے لگا کہ میری ماں بہت بیمار ہے اور بغیر روپیہ کے ہر طبیب مل نہیں سکتا ہے  
 امید دار ہوں کہ کچھ حضور عنایت فرما دیں میں نے آج تک کہی کسی سے نہیں مانگا اگر میری ماں ابھی ہو جائے  
 تو بہت اچھا ہو بادشاہ نے نام اور مقام اوس غریب عورت کا دریافت کر لیا اور اس وقت ایک فلورن  
 (ایک سکہ قیمت میں برابر قریب ایک روپیہ کے) اوس لڑکے کو دیکر رخصت کیا وہ نہایت مشکور ہو کر اوسے  
 جلد لئے دوڑتا چلا گیا۔ بادشاہ تھوڑی دیر بعد اپنے نوکروں میں سے کچھ کے پڑے پنکر اوس غریب  
 عورت کے گھر گیا وہ عورت سمجھی کہ طبیب جسے اوس کے لڑکے سے اسکی بیماری کی خبر پائی تھی آبلے  
 اوس سے بخوبی اپنا حال بیان کیا اور قلم و دوات کی طرف اشارہ کر کے کہا ایک نسخہ میرے واسطے لکھو  
 بادشاہ نے تسلی دیکر صحت کی امید دلائی اور کاغذ پر کچھ لکھ کر رخصت ہوا جس وقت بادشاہ وہاں سے  
 چلا گیا اوس عورت کا لڑکا معہ طبیب کے آہو پنا وہ بیمار عورت نہایت جبرت زدہ ہو کر بولی کہ ایک  
 طبیب تو ابھی بیان ہو گیا ہے اور اپنا نسخہ میر پر رکھ گیا ہے اوس طبیب نے نسخہ دیکھنے کی اجازت لیکر  
 اوسکو دیکھا تو بڑا تعجب ہوا کہ وہ کاغذ بادشاہی دستخطی رقعہ بنام خزانچی دینے پانچ سو روپیہ کے اوس  
 غریب عورت کو تھا چنانچہ وہ عورت اوس رقعہ کے ذریعہ سے روپیہ پا کر خوش و خرم اوقات بسر کرنے لگی  
 حکایت - نوشیروان عادل سے اراکین سلطنت نے عرض کیا کہ فلان طرف کے عامل نے  
 لاکھ درہم خزانہ خاص سے لیکر بے حکم سرکار محتاجوں کو تقسیم کر دئے جواب دیا کہ یہ امر مبارک ہمارے دائرہ  
 فرمان سے باہر نہیں ہے یعنی فقیر اور مساکین کو دینا خاص میرا حکم ہے۔ یہ بات مثل اس کے ہے جو عہد  
 میں نورالدین جہانگیر شاہ خلف بادشاہ جلال الدین اکبر بادشاہ صاحبقرانی کے واقع ہوئی  
 چنانچہ مشہور ہے کہ لوگوں نے عرض کیا کہ آج کل چند تلبیس منٹوں نے پیشہ مکر و تلبیس اختیار کر کے



درخیز تحصیل کیا ہے اس صورت میں یہ مناسب ہے کہ مجرموں کی آنکھیں لٹکالی جائیں اور ہاتھ قطع ہوں  
 بلکہ قتل ہوں اور شکم چاک کئے جائیں۔ بادشاہ نے کمال شفقت و احسان سے فرمایا کہ انہوں نے جو  
 ہماری مہر کو اپنی روزی کا وسیلہ کیا ہے گویا ہمارے حکم سے زر تحصیل کیا ہے اور اب جو یہ ثابت ہوا کہ  
 انہوں نے بوجہ اشتہار ضرورت اور غلبہ محتاجی و اضطرار و پریشانی کے یہ امر اختیار کیا پس بعد تنبیہ  
 و تادیب۔ اور ظہور توبہ ہر ایک کے نام سہ کار عالی سے مبلغ معین بطور مدد معاش مقرر کر دئے جائیں کہ بہر  
 ایسی حرکت نہ کریں حکایت ایک آدمی امیر افریقہ کے حاکم کا اندر و کلیس نام ایک غلام تھا  
 اوسنے کوئی قصور کیا کہ جس کے سبب سے اوسکے آقا نے اوسکے مار ڈالنے کا قصد کیا لیکن وہ سزا کے  
 ڈر سے بہاگ گیا اور ملک نو میدیہ کے جنگلون میں جا رہا وہاں ایک پہاڑ میں اوسکو ایک غار نظر آیا وہ  
 اندر وہ آرام کرنے کے واسطے جا بیٹھا کچھ دیر بعد ایک شیر وہاں آیا وہ اوسکو دیکھ کر بہت ڈرا اور جانا کہ اب  
 اس سے میں جانبر نہیں ہو سکتا مگر جب شیر نے اوسکو دیکھا تو اوسکے پاس آکر اپنا پنجہ اوسکے آگے بڑھایا  
 اور گڑگڑا کے اور آگے بڑھا جب اندر و کلیس کا ڈر کچھ کم ہوا تو اوسنے دیکھا کہ شیر کے پنجہ میں ایک  
 بڑا کانٹا لگا ہے جس کے سبب سے وہ سو جا ہوا ہے اور رو کر تا ہے اوسنے فوراً اوس کانٹے کو نکال  
 لیا اور اوسکے پنجہ کو آہستہ آہستہ دبایا جب پیپ نکل گئی اور درد بھی کم ہوا شیر باہر گیا اور تھوڑی دیر کے بعد  
 ایک ہرن شکار کر کے اوس کے پاس لے آیا اور اوسے اندر و کلیس کے قدم کے پاس رکھ کر پھر شکار  
 کو چلا گیا اوس شخص نے اوس ہرن کا تھوڑا گوشت لیکر کباب بنا کر کھایا جب وہ گوشت تمام ہو گیا تب  
 شیر دوسرا ہرن لے آیا۔ اسی طرح وہ غلام بہت روز تک اس جنگل میں رہا اور شیر نے اوسکو کھانا  
 کھلایا آخر کو ایسے میب جانور کے ساتھ رہنے سے اوسکا دل پریشان ہوا آدمیوں کی محبت کے سبب  
 جنگل کو چھوڑ کر شہر کی راہ لی اور آخر کار پہر اپنے آقا کے پاس گرفتار ہو کر لایا گیا اوسکا آقا حبشہ  
 افریقہ کے حاکم کے بڑے بڑے شیر و نگو جمع کرتا تھا کہ روم میں رومیوں کے دیکھنے کے لئے بھیجے۔  
 جب غلام آیا اوسنے حکم کیا کہ اوسے روم میں بھیج دیا جائے۔







حکایت - خسرو پرویز کی سلطنت میں ایک فوج کا سردار جسکی رائے پر سلطنت کی تدبیر منحصر تھی بڑا نامی گرامی تھا۔ خسرو کو اسکی طرف یہ شبہ پیدا ہوا کہ اگر وہ باغی ہو جاوے تو یقین ہے کہ سپاہ اور رعیت اسکے قریب ہوگی اور سلطنت ہاتھ سے جانی رہے گی۔ مصاحبوں کو بلا کر صلح پوچھی سب کی رائے یہ مہل کی کہ اسکو قید کرنا مناسب ہے بعد اسکے ایک روز خسرو نے اسی سردار کو یاد کیا اور بہت مہربانی سے اسکا منصب بڑھایا اور خلعت و جاگیر دیکر اسے رخصت کیا مشورہ دینے والوں نے عرض کی کہ حضرت نے مشورہ کے خلاف کیوں عمل فرمایا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میں ہرگز تمہاری رائے کے خلاف نہیں کیا یعنی اسکا قید کرنا جو رائے غالب میں تجویز ہوا تھا وہ جسم سے تعلق رکھتا تھا میں نے اسکے دل کو قید کیا اور جسم دل کا تابعدار ہے۔ مشورہ دینے والوں نے بادشاہ کی رائے پر آفرین کی چنانچہ وہ سردار بادشاہ کے احسان سے تمام عمر بغاوت سے باز رہا بلکہ پہلے سے زیادہ خیر خواہی کرنے لگا۔

حکایت - ایک اعرابی جو کبھی گھر سے باہر نہ نکلتا تھا قحط کی مصیبت کا مارا بغداد کے نواح میں دھونڈا ہوا اتفاقاً ایک گڈ ہے چربین برسات کا پانی بھرا ہوا تھا اسکی نگاہ پڑی چونکہ وہ بیچارہ بہوکا اور پیاسا تھا پانی پر ٹوٹ پڑا وہ ہمیشہ سے ~~سیر~~ کے ریگستان میں کھاری پانی پیا کرتا تھا میٹھے پانی کا نام ہی نہیں جانتا تھا دیر تک حیران رہا بہت غور کے بعد اسکے دل میں یہ بات سمائی کہ خدا نے میری پریشانی اور بھوک پیاس کی مصیبت پر رحم فرما کر چشمہ بہشت کا پانی بھیجا ہے پہر سو جا کہ تھوڑا پانی تحفہ خلیفہ بغداد کی خدمت میں لیجاؤں تاکہ مفلسی کی بلا سے نجات پاؤں۔ آخر اسنے ایک مشکیزہ میں جو اسطرف کے لوگ ہمیشہ ساتھ رکھتے ہیں پانی بھر کر خلیفہ کی ملازمت کی تمنا میں بغداد کا راستہ لیا قضا کاراوس میں مامون خلیفہ شکار کیلئے کو سوار ہوا تھا جب اسکی سواری آتے دیکھی اعرابی جلد ایک ٹیلے پر چڑھ کر چلایا خلیفہ یا خلیفہ میں تیرے واسطے ایک نادر تحفہ بہشت کا لایا ہوں خلیفہ نے گھوڑا روکا اور نہایت مہربانی سے اسکو پاس بلا کر پوچھا کہ تو کون ہے کہاں سے آیا اور کیا تحفہ لایا وحشی نے اپنی



کہ بہت احتیاط سے اوس مشکیزہ کو رکھو اور اعرابی کو ہزار روپیہ دیکر کہا کہ اسی مقام سے وطن کو واپس  
 چلا جا جب خلیفہ شکار کھیل چکا مصاحبون نے دریافت کیا کہ پانی کی اس قدر احتیاط کیوں فرمائی  
 اور اعرابی کو فوراً رخصت کیوں کیا جواب دیا کہ احتیاط اس واسطے کی کہ اگر کیفیت پانی  
 کی قیصر ظاہر ہوتی تو شاید کوئی اوس سے ذکر کرتا۔ اور رخصت اس غرض سے کیا کہ اگر وہ بغداد میں  
 جاتا تو میٹھا پانی سب جگہ پاتا۔ پس دونوں صورتوں میں شہر مندہ ہوتا اور انعام اسلئے دیا  
 کہ مجھے سوال کے رد کرنے سے شرم آئی حکایت۔ بہرام گور کو اوس کے باپ یزدجرد نے  
 علم کی تحصیل کے بعد لغمان مندر کے ہمراہ ملکوں کی سیر کیو واسطے بھیجا تا وہ ایک روز شکار  
 کھیلتا ہوا ہرن کے پیچھے پڑا ہرن گھبراہٹ کا مارا بھاگتا بھاگتا قبیضہ نام ایک عرب کے خیمہ میں گھا  
 قبیضہ نے اوس کو پکڑ کے باندھا بہرام ہی تلاش اور پیچھا کرتا ہوا آ پہونچا اور کان کہینچک بہت غصہ  
 سے لکارا کہ اے عرب ہمارا شکار اپنے خیمہ سے جلد نکال دے قبیضہ نے کہا کہ آپ کا شکار  
 بندے کی پناہ میں آیا دینا اوس کا مردت سے بعید ہے۔ بہرام نے کہا اے عرب خیر اسی میں  
 ہے۔ قبیضہ نے کہا آپ بھی بات کو نہ بڑھا دین اور اپنی جوانی اور میرے بڑھاپے پر رحم فرما کہ ہرن کا نام  
 زین اور وہ عربی گھوڑا جو حضور کے سامنے بندھا ہے معطلائی زین اور لگام کے قبول فرما دین  
 اور خیریت گم قشریف لیجا دین بہرام کو بہادری اور حق پسندی اوسکی پسندائی گھوڑا نہ لیا اور شکار چھوڑ کر  
 چلا گیا جب بادشاہ ہوا قبیضہ کو یاد فرمایا اور ہرن پناہ خطاب عنایت کر کے بہت جاہ و منصب  
 عطا کیا نقل ہے کہ جب آوازہ جو انمردی و سخاوت حاتم کا عرب و یمن و روم و شام میں  
 پہونچا بادشاہ وہاں کے اوس سے حسد کرنے لگے اور اپنی سخاوت کے مقابلہ میں لاف زنی کر کے  
 کہتے تھے کہ حاتم ایک مرد صحرائین ہے نہ مرتبہ ملک داری نہ منصب فرمان روائی اوسکو ہے  
 نہ قوت جہانگیری پس ظاہر ہے کہ اوسکی کیا کرم و سخاوت ممکن ہے اور سوائے چند شتر اور گوسفند  
 اور گھوڑوں کے کہ اوسکے پاس ہر روز وہ اور کس چیز کو بخش سکتا ہے ہر لوگ ایک سال کی آمدنی ایک



روز میں سنا میں کوٹھاروں کے ہیں۔ اعلیٰ سام کے اوس اور اسیس کرنا چاہی اور پھر اپنی  
 بیجک اوس سے درخواست کی کہ تنو اونٹ جنکے بال مسخ آنکسین سیاہ کو مان بلند ہون معہ  
 دیگر شرایط کیاب کے کہ اوس قسم کے اونٹ وادی عرب میں بہم نہ آسکتے تھے مطلوب ہیں ایلچی  
 نے حاتم کو پیغام شاہی پہونچایا ہر چند کہ حاتم کے گلہ میں اوس قسم کے اونٹ موجود نہ تھے  
 مگر اس درخواست کو بسر و چشم قبول کیا اور ایلچی کو بڑی خاطر داری سے رکھا اور منادی کرادی کہ جو کوئی  
 اس قسم کے اونٹ لاویگا جو کچھ مانگے گا اوس قیمت پر میں خرید لوں گا اور وہینے میں قیمت ادا  
 کر دوں گا۔ غرض اس طرح تنو اونٹ قرض لیکر سلطان شام کو بھیج دئے جب بادشاہ کو اس  
 حال کی خبر ہوئی نہایت متعجب ہو کر کہا کہ میں اس اعرابی کو آزماتا تھا اور اس نے میرے واسطے قرض  
 کی پس اونہیں اونٹوں کو مسخر کا مال لے دیا اور اسی ایلچی کے ہاتھ لوٹا دیا۔ جب اونٹ واپس آئے  
 حاتم نے پھر منادی کرالی کہ جس شخص نے مجھ کو اونٹ دئے تھے اوسے اور اپنے اونٹ مال  
 لے لے ہوئے لیجاوے۔ پس سب اونٹ معہ مال کے حوالہ کر دئے اور آپ اوس میں سے کچھ نہ لیا  
 جب بادشاہ شام کو یہ خبر ایلچی نے پہونچائی تو کہا کہ یہ تمام شہرت سخاوت واقعی حاتم کے واسطے  
 ہے نقل ہے کہ ایک دانشمند کسی شہر میں گیا اور سنا کہ یہاں ایک سخی رہتا ہے اور مسافروں کو  
 کھانا کھلاتا ہے۔ دانشمند پہلے روز پرانا اور میلا کپڑا پہن کر اوسکے یہاں گیا اوسنے اس پر کچھ التفات  
 نہ کیا اور بیٹھنے کو جگہ بھی ندی دانشمند شرمندہ ہو کر اپنے گھر واپس گیا۔ دوسرے روز عمدہ صاف  
 کرایہ کا لباس پہن کر گیا مالک خانہ نے اوسکی بڑی تعظیم کی اور اپنے قریب بٹھایا اور نہایت نفیس  
 کھانا منگوایا دانشمند جب کھانے پر بٹھیا تو ایک ایک لقمہ اپنی آستین میں رکھنے لگا۔ مالک نے وجہ  
 دریافت کی جواب دیا کہ کل کے روز میں یہاں پرانے کپڑے پہن کر آیا تھا کینی میری توقیر نہ کی نہ کھانا دیا  
 آج میں عمدہ پوشاک کر کے آیا تو عزت ہوئی اور کھانا بھی لذیذ ملا۔ پس کھانا کپڑوں کے واسطے نہاں  
 میری خاطر۔ صاحب خانہ یہ سن کر نہایت شرمندہ ہوا اور غدر کیا۔ اس سخاوت کو مشتبہ کہنا چاہیے۔

صرف دولت نظارہ مال و دولت کا حاصل کرنا مقصود سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ غرور کرنا تو



۲۔ دولت پیدا کرنے کے بہت طریقے ہیں مگر اون میں سے تین اصول ہیں اور باقی انکی شاخیں یا انکے ماتحت ہیں۔ پہلا طریق کاشتکاری۔ دوسرا صنعت۔ تیسرا تجارت ہے۔ انکے علاوہ جتنے پیشے اور کام ہیں وہ سب انہیں تین اصول کے لوازم ہیں۔

۳۔ ہر ایک طریقہ کے اختیار کرنے سے پیشتر اوسکا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ علم کے بعد اوسکے عمل کی مشق واجب ہے ہر ایک شخص انہیں طریقوں میں سے کسی نہ کسی کا علم و عمل سیکھتا اور دولت کماتا ہے مگر بہت کم ایسے ہیں جو مصارف کے اصول و قواعد بھی جانتے ہیں اسی لئے اکثر آدمی باوجود دولت پیدا کرنے اور کماتے کی بہت مصیبتیں اٹھاتے ہیں۔ پس ہر انسان پر واجب ہے کہ بقدر ضرورت مصارف کے طریقوں کا بھی علم حاصل کرے۔

۴۔ پہلا ضروری مصرف یہ ہے کہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے خوراک لباس۔ اور مسکن مناسب حال بہم پہنچائے۔ اگر کوئی شخص اپنی ذات خاص کے لئے مقدار قلیل پر قناعت کرے تو مضائقہ نہیں بالآخر متعلقین کو اپنی پیروی پر مجبور کرے اونسکے ضروری مصارف مناسب حال با فراغت و سہاسی کا نام سیرجہی ہے۔

۵۔ دوسرا ضروری مصرف یہ ہے کہ عزیزوں قریبوں اور دوستوں کو ہدیہ و تحفہ دے اور انکے ساتھ سلوک کرے اگرچہ وہ دولت مند ہوں کیونکہ اس طریقہ سے محبت اور اتحاد کو ترقی ہوتی ہے اسی کو مروت کہتے ہیں۔

۶۔ تیسرا ضروری مصرف یہ ہے کہ جس قدر ہو سکے محتاجوں اور بیکسوں کی امداد اور دستگیری کرے اسی کا نام سخاوت ہے۔

۷۔ چوتھا مصرف یہ ہے کہ اون لوگوں کا واجب حق ادا کرے جو اوسکی خدمت کرتے اور کاروبار میں مدد دیتے ہوں کیونکہ آدمی اپنے تمام کام اپنے ہی ہاتھ سے نہیں کر سکتا۔ پس جو خادم اوسکا دقت بجاتے ہیں وہ مستحق



و غیر بنائے جس سے عامۃً خلائق کو نفع پہونچے۔ غرض مال کا استعمال مناسبت اور اعتدال کے ساتھ ہو تو حسن اعمال اور حصول کمال کا وسیلہ ہے اسی کو کفایت شعاری کہتے ہیں ورنہ کمی بیشی کی صورت میں مال آفت و وبال جی کا جنجال اور باعث زوال ہے۔

**کفایت شعاری** بعض آدمیوں کو اپنے بزرگوں کی میراث اس قدر مل جاتی ہے کہ وہ اس کی آمدنی سے بغیر محنت کے اپنا گذارہ بخوبی کر سکتے ہیں لیکن دنیا میں زیادہ تر ایسے آدمی ہیں جو اپنی ذاتی محنت کی اجرت سے اوقات بسر کرتے ہیں۔

۲۔ میراث کی آمدنی یا اپنی محنت کی اجرت سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو نیک چلن پروردگار پر ہوتے ہیں کیونکہ نیک چلنی انسان کو معاش پیدا کرنے پر آمادہ کرتی اور دوزخ پروردگار کی خوشی پر کھڑے کرنے کا طریقہ سکھاتی ہے۔

۳۔ دوزخ پروردگار آدمی آمد و خرچ کو اپنی نظر میں رکھتا ہے وہ بے ضرورت خرچ کرنے کو سخت گناہ جانتا ہے اگر آمدنی کم ہوتی ہے تو اپنی ضرورتوں کو مختصر کر دیتا ہے حتی الامکان کچھ نہ کچھ بچاتا ہے۔ تاکہ بیماری، قحط اور اتفاقی ضرورتوں کے وقت کام آئے وہ موقع پر دوسروں کی دستگیری کرتا ہے ایسا آدمی کفایت شعار کہلاتا ہے۔

۴۔ جو شخص کم فہم و کوتاہ اندیش ہیں وہ آگاہی کچھ نہیں دیکھتے نہ آمد کی خبر رکھتے ہیں نہ خرچ کی۔ وہ ضرورت اور فضول کا مومن کچھ تمیز نہیں کرتے۔ صرف موجودہ حالت کو دیکھتے ہیں بچوں کی طرح اپنی ہوا و ہوس کے پورا کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ اتفاقی ضرورتوں کے واسطے کچھ نہیں بچاتے اس لئے بہت جلد مصیبتوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ فضول خرچ یا مفسد کہلاتے ہیں۔

۵۔ کفایت شعاری اختیار کرنے اور فضول خرچی سے بچنے کے لئے چند باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں اپنی آمد و خرچ کا حساب رکھو۔ بیجا خرچ سے فوراً ہاتھ روک لو۔ کوئی شے (کیسی ہی ارزان ہو) بلا ضرورت ہرگز نہ خریدو۔ جو خرچ محض شہی جتانے، فخر کرنے اور ترائے کا غرض سے کئے جائے۔



رہ کر دیکھا دیکھا ہی لگاؤ ہو۔ جو پہلے خرید و نقد داموں سے خریدو۔ فرض کے طور پر ہرگز کوئی چیز نہ لو اگرچہ  
تھوڑی دیر کے واسطے ہو۔

۶۔ غریب آدمی جو اپنی محنت کی اجرت سے گزران کرتے ہیں اگر وہ کفایت شعاری کے طریقہ پر چلتے اور اپنی  
آمدن سے کچھ پس انداز کرتے ہیں تو ایک دو نسلوں کے بعد انکی اولاد اچھی خاصی دولت مند بن جاتی ہے۔  
اسی طرح جو دولت مند فضول خرچی کی بلایں مبتلا ہو جاتے ہیں وہ بہت جلد تہید ست ہو کر گداگری یا بد معاشی  
کرنے لگتے ہیں۔

**بخیل** مصارف ضروری میں کمی کرنا بخل کہلاتا ہے اور زیادتی کرنا اسراف ہے۔ دونوں صورتیں  
اگرچہ ظاہر ایک دوسرے کی ضد ہیں الا مال دونوں کا ایک ہے اسلئے کہ مال خود اصلی مقصود نہیں ہے بلکہ  
اصل مقصود وہ حاجات ہیں جو مال کے ذریعہ سے پورے ہوتے ہیں اور انکا پورا ہونا بخل و اسراف دونوں  
میں معلوم ہیں یہ بھی بڑا اور وہ بھی مذموم ہے۔

بخیل اور مسرف ہیں محروم و دونوں	کہ دولت کو کرتے ہیں معدوم و دونوں
<p><b>فرق بخل و کفایت</b> ان دو چیزوں کا فرق معلوم کرنا بہت مشکل بات ہے ظاہر میں تو یہ دونوں چیزیں ایک ہی سی نظر آتی ہیں لیکن حقیقت میں ان دونوں چیزوں میں سخاوت اور اسراف کی طرح زمین و آسمان کا فرق آپڑا ہے کیونکہ بخل سے بڑھ کر دنیا میں کوئی عیب نہیں۔ اگر تمام ہنر سے آدمی بہرہ اور وہ بخیل ہو تو اس کے سب ہنر خاک میں مل جائیں گے اور کفایت سے بہتر اس جہان میں کوئی دوسری چیز نہیں۔ کیسی ہی آمدنی کسی شخص کی کم ہو اگر وہ کفایت کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرے تو یقیناً ہے کہ اس کے دل کو ہر دم آرام اور خاطر جمعی رہے گی۔ پس جاننا چاہیے کہ بخیل تو اس آدمی کو کہتے ہیں کہ جو اپنے مال کو کسی کسی کام میں خرچ کرنا نہ چاہے اور ہمیشہ سانپ کی طرح اپنے خزانے پر بیٹھا رہے۔ اور کفایت شعار وہ شخص ہے کہ جو اپنا مال اس کام میں لگا دے جس کا کرنا بہت ضرور ہے ظاہر ہے کہ بخیل ہونیکے واسطے تو انسان کو کسی طرح کی عقل و ہوشیاری درکار نہیں بلکہ جو لوگ نادان اور بیوقوف ہوتے</p>	



شخصوں سے بھل کرانا برا ہے بادشاہوں سے - دلی دوستوں سے - صاحب کمال درویشوں سے - شاگردوں اور استادوں سے - نکتہ بھیل کی تین خصلت ہیں - ایک سائل کی صورت سے ڈرے - دوسرے بھوک سے کانپے - تیسرے راہ میں کسی ملاقاتی کو دیکھے تو آنکھ پڑا کے لنگھائے کہ مبادا وہ کچھ مانگ اوٹھے - قول - افلاطون حکیم نے کہا ہے کہ بھیل کو بہ نسبت بگی کے تھما بدلا دینے کے کسی کا قصور معاف کرنا آسان معلوم ہوتا ہے - نکتہ احسان کہ جس پر چاہے تو تو حاکم اور سکا ہے اور انہی جس سے چاہے تو تو قیدی اور سکا ہے اور بے پرواہ ہو جس سے چاہے تو تو برابر اور سکے ہے -

## سعدی کا مباحثہ امیری و فقری کے بیان میں

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب گلستان میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص فقیر صورت مگر اونکی سیرت سے خالی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا امیر وکی شکایت اور مذمت کر رہا تھا کہ فقیر دن کو تو مقدر نہیں ہے اور امیر دن کو حوصلہ کرم نہیں - مجھ کو کہ پروردہ نعمت بزرگون کا ہون یہ بات سخت ناگوار معلوم ہوئی - میں نے اوس سے کہا - اے یار عزیز دولت مند غریبوں کی آمدنی اور گوش نشینوں کی سرمایہ زائر و سکنے مقصد اور مسافروں کی آسائش گاہ ہیں دوسرے دن کی راحت کے واسطے خود تکلیف برداشت کرتے ہیں کہانا کھاتے کہ ہاتھ اوس وقت بڑھاتے ہیں کہ جب متعلقین اور غربالوگ کہا چکیں بیوہ عورتوں بڑھوں اور اقرباد ہمسایہ کو اونکی بخشش پہنچتی ہے دے لوگ وقف و نذر و مہمانی و زکوٰۃ و صدقہ دیتے اور بندہ آزاد کرتے ہیں - سخاوت کا مقدور با عبادت کی طاقت امیر دن ہی کو اچھی طرح میسر ہوتی ہے کیونکہ مال اور نکاح و زکوٰۃ دیا ہوا لباس پاکیزہ آبرو محفوظ دل فارغ ہے اور طاعت کی طاقت حلال روزی میں اور عبادت کی صحت پاک لباس میں ہوتی ہے کیونکہ جسکا پیٹ خالی ہے اوس سے کیا طاقت اور جسکا ہاتھ خالی ہے اوس سے کیا سخاوت اور جسکا پاؤں بندہ ہے اوس سے کیا سیر اور جو بھوکا ہے اوس سے کیا اغلا -



عبادت اور لوگوں کی قبولیت کے نزدیک ہے۔ کیونکہ دلجمعی اور حضور قلب سے ہوتی ہے نہ کہ پریشانی  
 اور پرانگندہ خاطری کے ساتھ اسباب زندگی سب درست ہے عبادت اور وظیفے میں مشغول ہیں  
 حدیث میں وارد ہے کہ محتاجی دونوں جہان کی رو سیارہی ہے۔ وہ بولایہ تو تم نے سنا اور وہ  
 نہیں سنا کہ فرمایا ہے کہ فقیری میرا فخر ہے۔ میں نے کہا کہ چپ رہ سید عالم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا اشارہ اذنی طرف ہے کہ جو لوگ مرد میدان رضا اور نشانہ تیر حکم خدا کے ہیں نہ یہ لوگ  
 کہ لباس تو نیکون کا سا پہنے ہیں اور ٹکڑے لنگر کے بیچتے پہرتے ہیں بے معرفت فقیر جب تک  
 کہ کھڑا کام نہ کر لے تب تک چین نہیں لیتا اور بجز دولت مند کے کسی ننگے کو کپڑا پہنا دینا یا کسی قیدی  
 کی رہائی کرانے میں کوشش کرنا ممکن نہیں۔ پس اونکے مرتبہ کو ہم لوگ کیسے پہونچیں اور اونچا  
 ہاتھ (دینے والے کا) نیچے ہاتھ (لینے والے) سے کب برابر ہو سکتا ہے۔ جس وقت میں نے  
 یہ بات کسی فقیر کو طاقت برداشت کی نہیں رہی زبان کھولی اور بدگوئی شروع کی۔ کہنے لگا اذنی تعریف  
 میں اتنا مبالغہ تو نے کیا اور فضول باتیں کہیں کہ خیال گزرے کہ گویا یہ لوگ دہر مہرہ یا خزانہ روزی  
 گنجی ہیں۔ نہیں نہیں یہ لوگ ایک فرقہ اترانے والے۔ مغرور۔ نفرت کرنے والے نعمت و مال میں  
 مشغول۔ ثروت و جاہ پر فریفتہ کہ سوا بیہودگی کے کسی سے بات نہیں کرتے اور سبکی طرف نہیں  
 دیکھتے مگر حقارت کے ساتھ عالموں کو گدائی کا الزام لگاتے ہیں۔ فقر کو محتاجی کا طعنہ دیتے ہیں مال  
 و دولت عزت و جاہ کے باعث جو انکو حاصل ہے سب سے اوپر بیٹھتے ہیں۔ دماغ میں کچھ ایسی سالی  
 ہے کہ سبکی طرف سر اٹھاتے ہی نہیں۔ حکیموں کے قول سے بے خبر ہیں کہ کہا ہے کہ جو شخص عبادت  
 میں اور دن سے کم اور نعمت میں زیادہ ہے تو بظاہر امیر اور باطن میں فقیر ہے۔ میں نے کہا ان لوگوں کی  
 مذمت مت کر کہ خداوند کرم ہیں۔ کہا غلط ہے بندہ درم۔ بہلا فائدہ کیا کہ اساطہ کی گھٹاکی طرح ہیں اور  
 برستے نہیں اور چشمہ آفتاب ہیں مگر کسی پر روشنی نہیں پہونچتی اور مقدور کے گھوڑے پر سوار ہیں مگر اس سے  
 روکے ہوئے ہیں۔ انکے لئے نہ انکے لئے اور انکے لئے نہ انکے لئے مسافر احسان و اذیت کے



ہیں۔ چنانچہ بزرگوں نے کہا ہے کہ بخیل کا مال زمین سے اوسوقت اوکھڑتا ہے کہ جب وہ زمین میں گر جاتا ہے۔  
 یعنی جواب دیا کہ خداوند نعمت کے بخل پر تجھ کو آگاہی بسبب گدائی کے ہوئی ہے ورنہ جو شخص طمع چھوڑ دے  
 اوسکو کریم اور بخیل یکساں معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ زندہ کا حال کسوٹی اور بخیل کو فقیر جانتا ہے۔ کہا میں اس  
 تجربہ سے کہتا ہوں کہ غریبوں کو دروازہ پر روک دیتے ہیں سخت دل پاسبان مقرر کرتے ہیں کہ مساکین  
 کو آنے نہیں اور ظلم کا ہاتھ نیک لوگوں کے سینہ پر مارین۔ یعنی کہا سبب اسکا یہ ہے کہ امید داروں کے  
 ہاتھ اور فقیروں کے رقعہ سے تنگ آئے ہیں اور عقل میں نہیں آتا ہے کہ اگر جنگل کی بالو موتی ہو جائے  
 تو بھی فقیر کی خواہش پوری ہو جس طرح شبنم سے کنواں نہیں بہتا اسی طرح لالچی آدمی نعمت دنیا سے سیر  
 نہیں ہوتا۔ مصیبت زدہ اور آفت رسیدہ کو جہان دیکھو حرص کے سبب سے خطرناک کاموں میں اپنی  
 مبتلا کرتا ہے عذاب سے نہیں ڈرتا اور حلال و حرام میں فرق نہیں کرتا۔ گتے کو جو ڈھیل مارو تو سمجھتا ہے  
 کہ ٹڈی ہے اور اگر کندہ ہے پر لاش لوگ لئے جاتے ہوں تو کنگال جانتا ہے کہ کھانیکا خان ہے  
 لیکن صاحب زرعنایت الہی سے حلال مال کے سبب حرام سے محفوظ ہے۔ سوائے علت  
 فقری و محتاجی کے کہ کسی کسی دعا باز کی مشکین بندہ ہی کوئی قیدی جیلخانہ میں مقید۔ کھیکا ہاتھ پہنچے  
 پر سے گٹا ہوا تم نے دیکھا ہے جو اس احتیاج کے سبب سے سینہ کرتے ہوئے لوگ پکڑے گئے اور مقید  
 ہوئے۔ اور اگر فقیروں کا نفس امارہ کوئی خواہش رکھتا ہو اور اوسکے پورا کرنے کا مقدور نہ ہو تو احتمال ہے  
 کہ گناہ میں مبتلا ہو جائیگے۔ اور جمع سامان دہلی میں سے کہ جو امیروں کو میسر ہوتے ہیں ایک یہ ہے  
 کہ ہر وقت ایک مصاحب خوش اتفاق کی صحبت میں رہتا ہے کہ اوسکی من طلعت کے آگے کسی گناہ میں  
 مبتلا ہونا اور عقل میں فتور آنا محال ہے مفلس کا دامن عصمت اکثر معصیت سے آلودہ ہوتا ہے۔ اکثر پارسا  
 عورتیں بسبب فقری کے فساد میں پڑ گئی ہیں اور بابر و برباد کر کے بدنام ہوئی ہیں۔ بہو کہہ کے سامنے پرہیز کی  
 طاقت نہیں رہتی اور مفلسی تقویٰ کو ہدایتی ہے۔ اور یہ جو تم نے کہا غریبوں کو آنے نہیں دینے۔ خیال کرو  
 کہ حاتم طائی کہ بیابان نشین تھا اگر شہری ہوتا تو کثرت فقر اسے لاچار ہو جاتا فقیر اسکے کپڑوں کے ٹکڑے



پر حسرت آتی ہے۔ ہم دونوں غرض اسی تکرار میں تھے جو بحث وہ کرتا اداسکی میں تردید کرتا تھا حتی کہ وہ ہمت  
ہار گیا اور سب طرح دلیلین کر چکا آخر کار جب کوئی دلیل باقی نہ رہی مینے اسے دلیل کیا زیادتی کرنے اور  
بیہودہ کہنے لگا اور جاہلونکا قاعدہ ہے کہ جب تقریر میں ہار جاتے ہیں تو لڑنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

اوسنے مجھے گالی دی مینے بھی بہلا برا کہا میرا اگر بیان پکڑا مینے ہی اس کا کلمہ دبایا۔ وہ مجھے پٹامین

اوسے اور خلقت ہمارے پیچھے پیچھے دوڑتی چلی سب کو ہماری باتوں سے ایک حیرت تھی۔ قصہ ہم  
اسکی نالش قاضی پاس لیگئے اور انصاف کی حکومت پر راضی ہوئے کہ قاضی براہ مصلحت فقیروں اور  
امیروں کا فرق بیان کرے۔ قاضی نے جو ہماری کیفیت دیکھی اور گفتگو سنی متامل ہوا اور دیر کے بعد میر

اٹھایا اور کہا کہ اے شخص تو نے جو امیروں کی تعریف اور فقیروں کی تحقیر کی تو یاد رکھ کہ گل کے ساتھ خار اور  
نمر کے ساتھ خار اور گنج کے اوپر ازدا اور لذت عیش دنیا کے ساتھ دغدغہ اجل ہوتا ہے اسی طرح

زمرہ امرا میں شکر کرنے والے بھی ہوتے ہیں اور ناخکے بھی اور گروہ فقرا میں صبر کرنے والے بھی

ہیں اور بے صبرے بھی۔ مقرب جناب احدی تو نگر ہیں درویش سیرت اور درویش ہیں تو نگر ہمت اور

بہتر امیروں میں وہ ہے کہ خبر گیری فقیروں کی کرے اور بہتر فقیروں میں وہ کہ تو نگروں سے الگ رہے

قاضی نے اس کے بعد روئی عتاب میری طرف سے فقیر کی طرف پیر کر کہا کہ اے شخص تو نے جو کہا کہ

تو نگر کار دنیا میں مشغول مت۔ چوٹی ہمت والے۔ کفران نعمت کرنے والے کہ لیجاوین اور رکھ چھوین

کساوین اور نہ دیوین اور اگر مثلاً مینہ نہ برے یا طوفان آجاوے اپنے مال کے آگے فقیر کا حال نہ

پوچھیں اور خدا سے نہ ڈریں۔ کہنے لوگ جو پانی میں سے اپنی کلی نکال لین تو کہتے ہیں کچھ غم نہیں چاہئے

تمام عالم ڈوب جاے۔ ہاں کوئی کوئی تو ایسے ہیں جیسے تو نے سنا ہے اور بعضے بعضے ایسے ہیں کہ

کرم کا ہاتھ پیلاے اور دسترخوان نعمت کا بچھائے مغفرت اور نام کے خواہاں ہیں۔ قاضی نے جو

نوبت کلام یہاں تک پہنچائی اور ہماری عقل سے زیادہ بات چیت کی ہم موافق حکم قضا کے راضی ہوئے



مجھ کو جو دل و دست قدرت حاصل ہے تو کہا اور کہا کہ دنیا اور عقبی کا یہی فائدہ ہے۔

## دولت

ستار عیوب و قاضی الحاجاتی

اے زر تو خدا نہ دے لیکن بخدا

کیا یہ صحیح ہے کہ روپیہ انسان کے حق میں ستار عیوب اور قاضی الحاجات ہے اگرچہ ایک پرانا شعر موجود  
زمانے میں لوگوں کی زبانوں پر بطور ایک ضرب المثل کے رائج ہے مگر شاید مذہبی مہذب سوسائٹیاں ہرگز صاف  
زبان سے اجازت نہ دے گی کہ عوام اس مقولہ پر ایمان ملا دین اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک سچے توکل کو اس  
خیال سے بہت بڑا صدمہ پہنچنے کی امید کی جاتی ہے اور انسان کے لئے جو کسی نورانی خیال سے ہر قسم کے  
ریخ و راحت میں دائمی سرور کے ساتھ زندگی بسر کر نیک سامان مہیا کر دیا گیا ہے وہ اس شعر سے بالکل  
نیا نیا ہو جاتا ہے لیکن پہر ہی ہم کہیں گے کہ یہ شعر ایک نہایت ہی سچے اور واقعی مضمون کی خبر دے رہا ہے  
عدم دولتندی انسان کے لئے اگر وہ اپنی عمر کو کسی اعلیٰ درجہ کے مہذب زندگی کی مثل ثابت کرنا چاہے  
تو بڑی خوفناک حالت اور سرداپا مایوس و ناکام محسوس نقشہ دکھلا دیتی ہے۔ اس لئے یقیناً دولت کو انسان  
کے حسن و قبح اور تہذیب اور عدم تہذیب میں بہت بڑا دخل ہے۔ یہ خیال عام طبیعتوں میں بڑی  
مضبوطی کے ساتھ مرکز ہو گیا ہے کہ شایستگی اور تہذیب انسان کا ایک ذاتی جوہر ہے اور وہ  
اوسکی اصلی طبیعت کی کیفیتوں سے زیادہ تر متعلق ہے۔ کسی شخص کی لیاقت کی نسبت کسی نہیں کہا  
جاسکتا کہ اوس کا کوئی حصہ مال و دولت پر منحصر ہے یہ خیال اس زیادتی کے ساتھ دماغوں میں  
ملو ہو چکا ہے اور اسی جو شش و خروش سے دل و پیر ہجوم کئے ہوئے ہے کہ تمام لوگ یہی کہتے ہیں کہ  
دولت کا انسانی طبیعتی جوہر سے کوئی تعلق نہیں اور کسی قسم کی بید و لیتی کا اثر اخلاق پر نہیں پڑ سکتا  
مگر ہم کہتے ہیں کہ دولت کو انسانی فطری حالت میں کسی نہج کا اختیار نہیں ہے مگر تہذیب اخلاق اور شایستگی  
کا جزو اعظم دولت ہی سے متعلق ہے ایک کسی رتبہ اور کسی حیثیت کا آدمی دولتندی کے وسائل سے



لوگ غور فرمائیں گے تو شاید نہایت آسانی سے معلوم ہو گا کہ زرضرور انسان کے لئے ستار عیوب ہے۔  
 کوئی شخص ہزار عیوب اور بدتمیزیوں میں مبتلا ہو لیکن دولت ایک خوشامبرہ نہیں بلکہ عجیب جامہ ہے  
 کہ ان عیوب کو ہمیشہ خلقت کی عام نگاہوں میں غمہ اور مہذب ہی ثابت کرے گا۔ عدم تمہذیب سے  
 گو تمام دنیا کو صدمہ پہنچ جائے مگر وہ غیر مہذب کی جو کسی دولت مند کی کے ساتھ اگرچہ فی نفسہ تمہذیبی  
 مگر عام زبان میں شاید ہرگز اقرار نہ کرے گی کہ وہ شخص غیر مہذب ہے۔ زمانہ کی معمولی خواہش ہے کہ دولت  
 کو علی الدوام تمہذیب کا خطاب دیا جائے غالباً ہمارے ہم عصروں نے ایسی صحبتیں بکثرت دیکھی  
 ہونگی جہاں ایک جاہل امیر کی غلط رائے چند مختلف آوازوں کی ہان ہان اور بجا بجا سے مسلم ثابت  
 کر دی گئی اور دوسرے لائق و فائق فلسفی کی صحیح رائے کی نسبت حاضرین نے نا اتفاقی ظاہر  
 کی۔ دولت کا خاصہ ہے کہ وہ بطور ایک سچی تسخیر کے تمام لوگوں کو اپنی طرف جذب کر لیتی ہے جو اسے  
 محبت کے باعث اس نگاہ سے نہیں دیکھ سکتے جو عیوب کو تلاش کرتی ہے وہ نگاہ صرف محاسن  
 ہی کی جانب زیادہ رجوع کرتی ہے اور صرف اس طرح نہیں کہ ان محاسن کو اس قدر دیکھے کہ جس قدر  
 وہ ہیں بلکہ اس طرح کہ اگر حسن کسی کم مرتبہ کا ہے تو وہ اپنے رتبہ اور حالت اصلہ سے بدرجہا زیادہ عمدہ  
 نظر پڑے شاید سب لوگ تسلیم کرتے ہوں گے کہ مسخر اور مطیع اور دوست بنالینے کی قوت روپیہ میں ضرور  
 پائی جاتی ہے اور اس قوت کے اثر کو لوگوں نے اپنے دہنوں بلکہ خود اپنے اوپر دیکھا ہو گا اگر اسی  
 موقع پر وہ لوگ غور کرتے کہ کیا وجہ ہے جو یہ سچا اور زیر دست قوت ہو کہ دولت مند کا ایسا والہ و شیدا  
 بناتی ہے کہ ہم دولت مندوں کے عیوب سے واقف نہیں ہو سکتے اور خوبہ کی اصلیت سے زیادہ تر  
 بہتر سمجھنے پر مجبور کر دئے جاتے ہیں تو ضرور کوئی نہ کوئی دلچسپ نتیجہ حاصل ہوتا۔ دولت میں ہی  
 مذکورہ قوت ایسی پائی جاتی ہے کہ روپیہ کی نسبت نہایت سچائی اور صفائی سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ  
 ستار عیوب ہے اور انسان کیسا ہی بداظہار ہو مگر دولت مند کی اوکو دنیا میں بہتر ہی ثابت کرنے کی  
 کوشش کرتی ہے۔ ہماری نگاہیں ایک دولت مند چہرے کی جانب جاتے وقت وہاں دولت کی



صرف نور ہی نور نظر پڑتا ہے جس کے ہم والد و شیر اور دل سے خریدار ہو جاتے ہیں۔ اس مذکورہ شعے کے  
دوسرے دعوے پر بھی غور کیجئے۔ کہا گیا ہے کہ دولت سنا عیوب ہونے کے علاوہ قاضی الحاجات  
بھی ہے یعنی وہ بڑی بڑی حاجتوں کو رفع کر دیتی ہے۔ غالباً وہی قوت جسکو ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں اس  
دوسرے دعوے کے ثبوت میں بھی بہت بڑا دخل رکھتی ہے۔ کیونکہ وہی قوت مسخرہ تمام ان لوگوں  
کے دلوں کو جن پر اوکا اثر پڑا ہے گو کیسی ہی سنگین مین موم بنا دیتی ہے۔ شاید ان مین  
اکثر وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جن پر حاجت روائی منحصر ہے۔ یہ امر ضرور اس موقع پر ظاہر کئے جانے کے  
قابل ہے کہ دنیا میں دولت ہی ایسی چیز پائی گئی ہے جو بڑی کامیابی کے ساتھ دشمنوں کے  
تابع بنا سکنے پر فتح حاصل کر سکتی ہے اور یہ نتیجہ اسی قوت تسخیر سے حاصل ہوتا ہے جبکہ دولت  
و دشمن ہر ایک شخص دہمندی کا عاشق زار ہو سکتا ہے تو کوئی ایسی وجہ نہیں پائی جاتی جو دولت کی  
قاضی الحاجات کا ارادہ کرنے میں مانع ہو سکے۔





# چند سوال

## عفو کے بیان میں

باوجود سزا دینے کے اختیار کے قصور دار کے تصور معاف کرنا عفو کہتے ہیں خداوند عالم کی صفوں میں سے جو صفت گناہ بخشنے کی ہے جس کے سبب اس کا نام عفو ہے اسی کا نمونہ اس کے بندوں میں عفو تقصیر کی خصلت ہے۔ اس مضمون سے تو قیر اس برگزیدہ وصف کی ظاہر ہو سکتی ہے اور اسی وجہ سے اس کو صفت یزدانی سے مشابہ اور موصوف کرنا بیجا نہیں۔ ایک شخص نے ایک عالم سے دریافت کیا کہ یہ کام انسان کا ہے یا نہیں کہ جو کوئی جیسی برائی ہمارے ساتھ کرے ہم قیابو پا کر اس سے بدلا لیں۔ جواب دیا کہ بے شک یہ کام انسان کا ہے۔ مگر یہ کام فرشتوں کا ہے کہ قیابو پا کر قصور معاف کر دے اور کینہ کو سینہ سے نکال ڈالے اور نیکی کرے رباعی

آنکس کہ گنہ نکر چوں زیست بگو  
پس فرق میان من و تو چیست بگو

ناکردہ گناہ در جہان کیست بگو  
من بد کنم و تو بد مکافات دہی

تقصیر کے عوض لینے میں صرف عوض لینے والے کا دل خوش ہوتا ہے اور معاف کر دینے میں صاحب  
تقصیر خوشنود اس دنیا میں نیک نامی و شہرت اور اس دنیا میں ثواب حاصل ہوتا ہے۔ عفو کرنا والے  
کی فضیلت تصور کی عظمت پر منحصر ہے۔ یعنی جتنا بڑا تصور اور سیقدر اس کے عفو کرنے والے کی فضیلت  
سمجھنا چاہیے۔ صاحب عفو کو اس قابلیت کے واسطے شکر اکرام الحاکمین کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے



اوس شخص کا حال ہے کہ جویسے شخص سے طلبگار معافی ہو جو قابلیت سے اسکی محروم ہو۔ اور لائق حسرت و دُشہر ہے کہ اختیار عفو و تقصیر رکھتا ہو اور موقع پاوے اور کسی کی خطا کی معافی سے درگزر کر کے فضیلت دنیا اور سعادت عقبی کی حاصل کرنے میں دریغ کرے۔ چنانچہ ارباب طریقت جب کسی قصور دار کو معافی کا خواہشمند پاتے ہیں تو اس موقع کو غنیمت تصور کر کے اونکی درخواست کو نہ دل سے منظور کرتے ہیں اور علاوہ اونکے ممنون ہونیکے پروردگار کا شکر بجالاتے ہیں۔ اگر اصحاب مرتبت جنکو بادشاہ حقیقی نے اپنے فضل بے غنا مسند جاہ و حکومت پر جلوہ افروز فرمایا ہے۔ اس مضمون فصیح مشحون کو ذہن نشین کر کے حاجت کرم و موقع ترحم پر عمل درآمد فرما دیں تو کچھ عجب نہیں کہ بسطرح وہ عفو و تقصیر خلائی کرینگے اسبطرح خدائے بے نیاز اونکے گناہ معاف فرما کر جزائے خیر عطا فرماوے گا۔

**نقل** ہے کہ خراسان سے کسی بڑے دشمن نے بادشاہ صیاطلمہ پر حملہ کرنے کا قصد کیا اوسنے بھی فوج آراستہ کی ارکان دولت نے اسکی عاقبت اندیشی کر کے دشمن کو خطوط لکھے اور خیر خواہی اپنی اپنی ظاہر کرنے لگے دشمن کو یہ بات بہت پسند آئی سب خطوط ایک تھیلی میں بند کر کے خزانہ میں رکھوا چھوڑے قضا را لڑائی میں بادشاہ صیاطلمہ کی فتح ہوئی دشمن بہاگ گیا خزانہ اور سامان اسکا سب بادشاہ کے ہاتھ لگا تب وہ تھیلی بھی جسمیں وہ سب خطوط بند تھے بادشاہ کو علی حسرت معلوم ہوا کہ اوس تھیلی میں اس قسم کے خطوط ہیں بجنسہ بند رکھ چھوڑے اور دل میں سوچا کہ اگر ان خطوط کو بڑھونکا تو ضرور اپنے ارکان دولت سے بدگمان ہو جاؤنگا اور جب وے لوگ یہ حال معلوم کرینگے تو مجھے ہراسان ہونگے اور اپنے نقصان کے رفع ہونیکے واسطے میری ہلاکت کا قصد کرینگے پہرہ فتنہ فرو نہو سکے گا۔ پس اپنے مقربان درگاہ کو بلا کر وہ تھیلی سپرد کی اور کہا یہ خطوط کسی نے از رو عاقبت اندیشی میرے دشمن کو لکھے تھے اور اوسنے ان سب کو اس تھیلی میں رکھ کر تھر کر کے رکھ چھوڑا اور اب بھی ویسے ہی بند ہیں بخدا بنے انکو نہیں کہو لانا اب تک معلوم کہ ان میں کیا لکھا ہے اور ان کا لکھنے والا کون ہے اور حکم دیا کہ آگ میں اسیوقت جلادے حادون خانہ ارکان دولت نے جب



دفعہ کسی شخص نے ایک آدمی کو تنگ کیا اور ستایا اتفاقاً کسی زمانہ میں اوس آدمی کو بھی اختیار ہوا اور اوس  
 اپنے دشمن سے اپنا عیوض لینا چاہا چنانچہ ایک روز وہ آدمی اس کام کے لئے اپنے باپ سے  
 صلاح پوچھنے لگا کہ یہ کام انسان کا ہے یا نہیں کہ جو کوئی جیسی برائی ہمارے ساتھ کرے ہم قابو  
 پا کر اپنا اوس سے بدلہ لیں۔ یہ سن کر اوس کے بڑے باپ نے جواب دیا کہ اے بیٹا یہ کام بیشک  
 انسان کا ہے کہ دشمن سے دلیمن کینہ رکھے اور قابو پا کر اوس سے اپنا بدلہ لے لے مگر یہ جانتا چاہئے  
 کہ یہ کام فرشتوں کا ہے کہ قابو کی وقت تصور معاف کر دے اور کینہ دل سے نکال ڈالے اور بہلائی  
 کرے غرض اوس شخص کے دل پر اس کلام نے ایسا اثر کیا کہ اوس نے اپنے دشمن کا گناہ بخش دیا اور  
 عیوض مطلق نہ لیا فقط حکایت کسی بیباک جاہل نے ایک بادشاہ عرب کے کئی عزیزوں کو  
 قتل کیا باوجود ایسے سنگین جرم کے بادشاہ کی کچھری میں آپ حاضر ہوا بادشاہ نے فرمایا کہ تجھے قصاص  
 کا کچھ خوف نہیں ہے جو میرے سامنے آیا عرض کی کہ بادشاہ کی سیاست سے نہ ڈرنے کا سبب یہ  
 تھا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ کا عفو بندے کے گناہوں سے بڑا ہے۔ بادشاہ نے یہ لطیفہ پسند  
 کیا اور اوس کا گناہ بخشا۔ وزیر نے سوال کیا کہ شاید حضور اوس کی چرب زبانی پر فریفتہ ہوئے جو قابو پا کر  
 ایسے مجرم کو رہا کیا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ خیال آیا کہ اگر بدلاؤں تو  
 فقط میرا دل خوش ہوگا اگر معاف کر دے تو اوس کا دل راضی اور مجھے دنیا میں نیکنامی اور عقبی میں ثواب  
 ہوگا۔ حکایت۔ ایک بادشاہ نے فتح پانچے بعد اپنے دشمن کو قید کیا اور پوچھا کہ اب بتا تجھے  
 کیا سزا دوں دشمن نے کہا کہ خدا عفو دوست ہے اور تو فتح کا آرزو مند تھا چونکہ خدا کی درگاہ سے تیری  
 سزا حاصل ہوئی یعنی فتح۔ تو بھی خدا کی مرضی بجالا یعنی عفو کر بادشاہ کو یہ بات پسند آئی قصور اوس کا  
 معاف کیا۔ حکایت۔ ایک شخص کسی گناہ میں ملزم ہو کر مدت تک قید رہا کسی شخص نے جو نہایت  
 حق شناس و با وفا تھا حاکم کو اوس کی سفارش میں رقعہ لکھا کہ معاف کرنا گناہ کا اختیار کی وقت سعاد



وجہ تھے اور وجہ ہے تو ہماری سفارش پر التفات فرمائے فقط حاکم نے عبارت کے لطف اور شفا  
 کی خوبی کو ملاحظہ فرما کر جواب لکھا کہ ہم اس قیدی کے کردہ اور ناکردہ گناہ سے درگزرے اور رہا کیا۔  
**نقل** ہے کہ جب سکندر نے کسی شہر پر فتح پائی اور اپنی شمشیر کو غلاف نہ کیا ارسطاطالیس  
 نے اسے ایک خط عنایت آمیز اس مضمون کا لکھا کہ اگرچہ تجھ کو ظفر پانے سے پہلے مخالف کے  
 قتل کرنے کی ضرورت تھی اب بعد فتح تجھے ان بیچاروں کے مار ڈالنے میں کیا نفع ہے اور عفو کرنا بادشاہان  
 اولوالعزم کی خصلتوں میں سے ہے اور شاہد اقبال کا موجب زینت سلطنت ہے اور باعث استحکام  
 قواعد جاہ و شمت کیونکہ زور و قوت کیسا ہی زیادہ ہو مگر حسن عفو بیشتر ظاہر کرنا چاہیے **نقل** ہے  
 کہ سکندر بادشاہ کی خدمت میں ایک بیوقوف شوخی اور عیب جوئی کرنے لگا تا بعد ارون میں سے کسی نے  
 عرض کی کہ اگر بادشاہ اسکو تنبیہ کریں تو اس حرکت سے باز رہے اور اور دہلی عبرت کا موجب ہو بادشاہ  
 نے فرمایا کہ یہ بات رائے صحیح اور عقل صریح کے برخلاف ہے کیونکہ ہمے اب تک اسکو کچھ ایذا نہیں پہنچی  
 ہے پس جو شخص اس معاملہ سے واقف ہوگا اسکو برا کہے گا اور جو میں اسکو ایذا دوں تو بے شبہ میری  
 مذمت اور عیب جوئی میں مبالغہ کر لیا اور داناؤں کے نزدیک اسکے لئے عذر کا مقام ہوگا اور کہتے ہیں  
 کہ کسی وقت میں ایک شخص سبب نافرمانی کے اسیر ہوا سلطان سکندر نے اسکی سزا سے درگزر کی اور  
 اس کو آزاد کیا۔ حضور میں سے ایک شخص نے بہت طیش کہا کہ کہا کہ اگر میں تمسا ہوتا تو اسے  
 مروا ڈالتا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ چونکہ میں تجسا نہیں ہوں اسواسطے میں نے اسکو قتل نہ کرایا۔  
 پس جس قدر گناہ بزرگ تر ہوگا فضیلت عفو کرنے والی کی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔

**نقل** ہے کہ معن بن زایدہ کے دشمنوں میں سے تین ہزار آدمی گرفتار ہو کر اس کے  
 حضور میں آئے۔ چاہتا تھا کہ ان کی گردن کشی کا حکم دیوے کہ اتنے میں قیدیوں میں سے ایک  
 اسکا اڈھا اور بولا کہ اے امیر تجھ کو خدا کی قسم مجھ کو پانی پلوادے اور پیاسا نہ مار حکم ہوا کہ پانی پلا دینا  
 پھر بولا کہ اے امیر یہ تو خود کو قتل کرنے کی تیاری کر رہا ہے



ہم سب تیرے مہمان ہوئے۔ مہمان کا اکرام کرنا واجب ہے اور مہمان کشی رسم اہل کرم نہیں ہے  
امیر نے اسکی فصاحت سے متعجب ہو کر سب کو معاف کر کے چوڑ دیا فقط





# جوہر کیا ہواں

## فوائد میں شورہ و صلاح کے

مصاحت اور شورے پر کام کا مدار رکھنا اور اتفاق رائے سے کام کرنا بہت پسندیدہ ہے کیونکہ ایک شخص کی رائے کو جماعت کی رائے سے وہ نسبت ہے جو اکہرے دھاگے کو سوت کی رتی سے ہے بلکہ جماعت کا ہر ایک شخص آپس کی مدد سے مثل ایک جماعت کے ہے عقلا کی مصاحت اور اتفاق رائے سے درست تدبیر حاصل ہوتی ہے اور اچھی تدبیر کا نتیجہ ہمیشہ اچھا ہوتا ہے مشکل کام صلاح سے آسان ہو جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر بے صلاح کوئی کام کیا جائے اور درست نہ ہو تو لوگ زبان طعنہ کھولتے ہیں اور اگر صلاح سے کیا جائے اور کچھ خرابی ہو تو اس کو معذور رکھتے ہیں۔ ہندی مثل ہے پانچ پنچ مل کیجے کاج ہارے جیتے آوے نہ لاج۔ تیسرے یہ کہ ایک شخص کے خیال میں کسی کام کے سب پہلو بخوبی نہیں آسکتے اور جب بہت لوگ کسی بات میں ملکر فکر کریں گے تو کسی نہ کیے خیال میں ایسی تدبیر معقول آجائے گی یا سب کی رائے ملکر ایسی عمدہ بات قرار پاوے گی کہ جو فی الحقیقت قابل پسند عقل سلیم ہو سلائے اگلے بادشاہ حکما اور علما سے ہمیشہ صحبت رکھتے تھے چنانچہ اسکندر رومی کی خدمت میں ارسطو وغیرہ موجود تھے اور نوشیروان کا مشیر بزرگ پھر تھا اور یونانیوں کا یہ طریقہ تھا کہ حاکم اسی شخص کو کہتے جو خود حکیم ہوتا اور حکیموں کے شورہ اور صلاح پر بخوبی عمل کر سکتا تھا اور اہل سنہ کا بھی یہی طرز تھا کہ حکیموں اور عالموں کو وزیر اور مشیر کرتے چنانچہ حکیم شمس الدین راجہ جیسر تھا اور راجہ رام چندر کے اور حکیم سہکم ستامہ راجہ جیسر تھا اور راجہ جیسر کے وزیر اور مشیر تھے



جواب صفحہ تاریخ میں ملنا دشوار ہے اور حال کے زمانہ میں بھی دیکھو کہ اہل یورپ کے کام کا مدار جمع افضل  
 یعنی کونسل اور پارلیمنٹ پر ہے۔ صلاح کاموں میں عقلمندوں سے لینا چاہیے اور ان کی رائے  
 سے امداد طلب کرنا چاہیے جس قسم کا مشورہ ہو اس کے واقف کا اور اس قسم کے تجربہ کار سے مشورہ  
 بہتر ہوگا۔ قول حکیم بقراط نے کہا ہے کہ مشورہ جو شخص اپنے سے زیادہ عقلی شخص سے  
 کریگا وہ رسوائی سے محفوظ رہے گا اور مشورہ دشمن سے بھی کرنا چاہیے تاکہ اس کی دشمنی کی حد  
 معلوم ہو جاوے۔ حکایت۔ ایک مرتبہ قیصر روم اور عزیز مصر کی آپس میں لڑائی کی  
 تیاری ہوئی ایک جاسوس مصریوں کا روم کے لشکر میں رہتا تھا کہ عزیز مصر اس کی خبر کو بہت  
 معتبر جانتا تھا قیصر نے بعد معلوم ہونے اس راز کے اپنے لشکر کے افسروں سے مشورہ کیا  
 سب کی رائے اس مصلحت پر متفق ہوئی کہ جب لڑائی کا دن قریب آوے اور مخبر دستور کے موافق دربار  
 میں حاضر ہو حضور اس کے سامنے ہم سب سے یہ ارشاد کریں کہ مصر کی فوج کے افسروں نے آپس میں  
 اتفاق کر کے لکھا ہے کہ ہم عین لڑائی میں عزیز مصر کو گرفتار کر ادینگے آپ دلجمعی سے بہت جلد لڑائی  
 شروع کیجئے جب طرفین سے مقابلے کا دن قرار پایا قیصر نے اس تدبیر پر عمل کیا مخبر نے دربار برضا  
 ہوتے ہی اپنے مالک کو اطلاع کی عزیز اس خبر کے سنتے سے ایسا گھبراہٹا کہ اس سے کچھ بن نہ آیا  
 اور مقابلے سے پہلے ہوا قیصر نے غلط جمعی سے پیچھا کر کے لشکر کو پریشان کر دیا۔ سبحان اللہ  
 مشورے اور اتفاق کا کیا مرتبہ ہے کہ جسکی ہیبت اور خوف سے غنیمت بے مقابلہ ہوا لگتا ہے۔





# چوبارہ جوان

## کتمان اسرار کے بیان میں

رازداری بہت بہتر اور بید کا ظاہر کرنا نہایت بُرا امر ہے حکم کا قول ہے کہ انسان کی دلی بات دوام سے خالی نہیں ہوگی راحت یا رنج شادی یا غمی اور یہ دونوں قابل چپانیکے ہیں۔ اگر راحت یا شادی ہے تو ماسد و نئے اور خام طبع لوگوں سے چپانا چاہیے تاکہ ضرر سے محفوظ رہے اور اگر رنج یا غم ہی تو یہی پوشیدہ رکھنا مناسب ہے تاکہ دوستوں کے ملال اور دشمنوں کی خوشی کا سبب نہ ہو۔ بید گھٹنے کے بہت سبب ہیں اُن میں سے چند یہ ہیں۔ طبع۔ خوشی۔ بیوقوفی۔ اعتبار۔ سہل انکاری۔ اور اپنی بڑائی جتنا یعنی عقلی۔ اگر انسان کو منظور ہو کہ راز دانا تو لازم ہے کہ کسی سے نہ کہے حتیٰ کہ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ دوست صادق سے بھی مخفی رکھے۔ کیونکہ جیسے اس شخص نے اپنے دوست کا اعتبار کر کے بید اس سے کد یا ویسے ہی اس کا دوست بھی اپنے کسی دوست کا اعتبار کر کے وہ راز کدے اور ایسی طرح وہ اور کسی سے کدے تو کی طرح بید پوشیدہ نہیں رہ سکتا ہے اور بزرگوں نے کہا ہے کہ جو بات چمکان تک پہنچ گئی وہ نہیں چپ سکتی۔ اور چار چیز کا بید دینا بُرا ہے دولت و مال کا۔ دل کے احوال کا۔ محبت کا۔ اپنے عیب کا۔ حکایت۔ سکندر نے کسی شخص کو اپنے راز سے آگاہ کیا وہ چپا نہ سکا بید کھل گیا۔ بلیا اس حکیم سے پوچھا کہ ایک شخص سے اپنے راز کا تہاؤ سننے فاش کر دیا مجھے نہایت رنج ہے اس کو کیا سزا دینا چاہیے۔ حکم نے کہا رنجیدہ نہو اور



کیون چھپاتا پس تو نے اپنا راز آپ ظاہر کیا اوسکا کچھ تصور نہیں ہے نقل ایک شخص کرام ویل  
نامی بڑا ایماندار تھا اوسکی ایک پوتی تھی بیت

برس ساٹ کا اوسکا تھاسن سال	بہت عقل و دانش میں تھی بمثال
----------------------------	------------------------------

اوسکی تعلیم اسطرح ہوئی تھی کہ کرام ویل اوس لڑکی کو ہمیشہ اپنے ہمراہ رکھتا تھا یہاں تک کہ جب  
دربار میں جانا وہاں بھی اوسکو ساتھ لیجاتا لڑکی کچہری میں جا کر بیٹھتی ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ کرام  
ویل اور تین سردار ایک جگہ شہر سرکاری کاموں میں کچہ گفتگو اور مصلحت کرنے لگے تو ان  
میں سے ایک شخص بولا کہ اس لڑکی کو یا ہر بٹھا دو تو بہتر ہے اوسوقت کرام ویل نے کہا کہ یہ لڑکی  
بڑی عقل مند اور معتبر ہے اسکی امانت اور دیانت کا مجھ کو اسقدر یقین ہے کہ ہم اس سے کوئی بات نہیں  
چھپاتے اور جس قدر سمجھو تمہارا اعتبار اور اعتقاد ہے اوسی قدر اس لڑکی کا بھی بہرہ دیا ہے۔

اسمیں کچھ شک مت کرو وہ تینوں سردار یہ بات سن کر خاموش ہو رہے پھر دو تین دن کے بعد  
وہی تینوں سردار اوس لڑکی کو کچہ کمانے اور کھیلنے کی چیز کی طرح دیکر اوس سے پوچھنے لگے کہ تو  
پرسوں کے دن دربار میں گئی تھی وہاں کیا مصلحت اور صلاح ہوتی تھی ہمسے کدے اوسنے انکار  
کیا تب ان لوگوں نے بہت خوشامد اور چا پوس کی توہی اوسنے نہ بتلایا آخر کو اوسکو مارنے کا خوف  
دلایا تب بھی اوسنے کچہ نہ کہا ابیات

جو پاسبند ہے اپنے ایمان کا	اگر اوس کو خط رہے ہی ہو جان کا
کوئی دے طمع لاکھ دے سیم دوز	صداقت سے تاہم نہ ہو درگزر

نقل ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے نوکر سے کہا کہ میں ایک بید تجھے کہتا ہوں کسی سے کہ نہیں  
اوسنے کہا کہ نہنگا بادشاہ نے کہا مجھ سے بھائی سے اندیشہ ہے اور قبل اس سے کہ اوس کی  
جانب سے کوئی قصد ہو میں اوسکے دروغ کرنے کی فکر میں ہوں تو ہمیشہ میری محافظت کیا کرو جو میرے  
بھائی کے ہاتھ ہمارے سے محفوظ رہا کرتا ہوں اور شخص نے وقت ماکر یہ حال بادشاہ کے بھائی سے



خبر کر دی تھی مگر کیا اور سلطنت اوس کے ہاتھ آئی فوراً اپنے بہائی کے نوکر کو جس نے اوس کا بید دیا تھا  
 طلب کر اوس کا سر کاٹنے کا حکم دیا۔ اوس نے عرض کی کہ میرا کیا قصور ہے۔ کہا یہی کہ تو نے مجھے میرے  
 بہائی کا بید ظاہر کیا اور اوس انعام پر درویش قدیم پر کچھ خیال نہ کیا۔ پس میرے ساتھ کیا دفا کر گیا  
 مجھ کو گزائیے تک حرام کا اعتبار نہیں۔ پس اوس کو قتل کر ڈالا۔ **نکستہ** جس نے غیر کا حال  
 کہادہ تیرا حال غیسے کر گیا۔ **نکستہ**۔ تنگ ظرف سے راز نہ مان رہنا امر و شوار ہے۔ پند  
 کو چاہیے کہ جاہل عورت کو ہر گز اپنے راز سے مطلع نہ کرے اور مال اور دینہ اوس سے پوشیدہ رکھے  
 کیونکہ کم عقل اوسکی باعث نسا دہوتی ہے چنانچہ **نکستہ** ہے کہ حجاج کا ایک دربان تھا اوسکو وہ  
 بہت چاہتا تھا۔ کیونکہ بات چیت کرنے میں حجاج نے اوس سے کہا کہ اپنا راز جو رو سے نہ کہنا چاہیے  
 اور اوس پر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ دربان نے کہا میری جو رو بہت دانا اور مہربان ہے میں اوس پر اعتماد  
 کرتا ہوں کیونکہ بار بار کے تجربے سے اوس کے حال کو میں نے دریافت کر لیا ہے اور اوسکو مجھ سے اسرار جانتا  
 ہوں **حجاج** نے کہا یہ طریقہ خلاف ہوشیاری کے ہے پہر فرمایا کہ ہزار دینار کا توڑالا میں اوس پر  
 کئے دیتا ہوں اوسکو لیجا میں نے تجھے بخشا مگر میری مہر اوپر ہے اوسکو گھر لیجا کر اپنی جو رو سے کہہ کہ اس توڑے  
 کو بادشاہی خزانہ سے چرا کر تیرے لئے لایا ہوں۔ دربان نے ویسا ہی کیا **حجاج** نے چند روز کے  
 بعد ایک لونڈی اوس کے واسطے مرحمت فرمائی وہ اسے گھر میں لایا اوسکی جو رو نے کہا کہ میری خاطر اس  
 لونڈی کو بیچ لاؤ وہ بولا کہ جس کنیز کو بادشاہ نے بخشا ہے اوسکا بیچنا کس طرح رہا ہے۔ اس بات پر عورت  
 اوسکی خفا ہو کر بہرات گئے **حجاج** کی مجلس کے دروازہ پر جا کے نگہبان سے کہنے لگی کہ بادشاہ کو خبر  
 کر کہ فلان دربان کی جو رو آئی ہے حضور میں کچھ عرض کیا چاہتی ہے۔ غرض جب اجازت بادشاہ کے  
 رو رو جا کر عرض کرنے لگی کہ شوہر میرا دولت خداوندی کا پلا ہوا ہے اب ایک خیانت اوس سے خزانہ  
 میں سرزد ہوئی ہے اور چونکہ قسمت سلطانی کا حق اس لونڈی پر واجب ہے لہذا اوسکو پوشیدہ نہیں  
 رکھ سکتی ہوں یہ کہہ کر توڑالا مہر بادشاہ کے رو رو کر گیا اور کہہ اگلا خاندان الگ اتھا دیکھے آئی



دانا مشفق اور پردہ نشین ہے اگر میں سہ گزشت سے واقف نہ ہوتا تو مارا جاتا۔ حکایت۔  
ایک شخص اپنی عورت سے بہت محبت رکھتا تھا اور وہ اس کی مشیر اور راز دار تھی۔ ایک دوست اس شخص  
کا عقلمند تھا ہمیشہ یہی نصیحت اس کو کرتا رہتا تھا کہ جاہل عورت ناقص العقل ہوتی ہے اس سے اپنا بید  
کھنا اور امید خفائے راز رکھنا دانشمندی کے خلاف ہے۔ وہ شخص جواب میں اپنے دوست  
سے کہا کرتا تھا کہ میری عورت میری جان نثار رفیق و خیر خواہ ہے جان دیدگی مگر افشائے راز گواہ  
نہ کہے گی۔ ایک روز اس کے دوست نے کہا کہ اگر تجھ کو میرے قول کا یقین نہیں ہے تو عورت کو  
اس تدبیر سے جو میں بتاتا ہوں آزمائے اگر وہ راز داری میں ثابت قدم رہے تو تیرا کلام صحیح ہے  
ورنہ میرا۔ تو سر بکری کا ایک کپڑے میں خون آلودہ لپیٹ کر اپنی عورت کے روبرو مکان کے ایک  
گوشہ میں گاڑ دے اور عورت سے یہ کہہ دے کہ یہ سر میرے ایک دشمن کا ہے جس کو میں قتل کیا  
ہے اور اپنے مکان میں بخیال افشائے راز میں دفن کرتا ہوں اس راز سے سوائے تیرے کوئی  
آگاہ نہیں ہے اور راز کے مخفی رہنے کے وقت تک میری زندگی ہے تو ہرگز افشائے راز کسی سے  
نہ کرنا۔ اس شخص نے اسی موافق سب کارروائی کر کے اپنی عورت کو سخت ممانعت افشائے راز  
کی کر دی عورت اس واقعہ کی واقفیت کے بعد بسبب کمال الفت اپنے شوہر کے شب و روز ایک  
عالم کلفت میں مبتلا رہنے لگے۔ اگر کوئی شخص سبب پریشانی دریافت کرتا تو کچھ جیلہ کر دیتی تھی۔ ایک روز  
ایک عورت ہمسایہ نے جو اس سے بہت مانوس اور اس کی معتمد و ہمراز تھی باصرہ تمام اس اسرار کا  
کیا۔ عورت نے بمقتضائے کج عقلی و نادانی جو زمرہ نسوان میں زیادہ تر ہے اپنی ہمسایہ عورت سے  
افشائے راز کر دیا اس نے جا کر اپنے شوہر سے کہہ دیا۔ اس نے بخوف الزام اخفائے واردات پولیس  
میں خبر کر دی اہالیان پولیس نے مکان کا محاصرہ اور مالک مکان کو گرفتار کر لیا۔ اس شخص نے  
ہر چند انکار اور لاعلمی ظاہر کی کچھ سود مند نہ ہوئی۔ آخر الامر مجبر نے اپنی عورت کی زبانی دریافت حال کرنا



جیسا کہ دفن کیا گیا تھا ایک سر پار چرخون آلودہ مین لپٹا ہوا برآمد ہوا کپڑا علحدہ کرنے پر وہ سر بکری کا  
 سر پایا گیا۔ ملزم نے اظہار کیفیت واقعی اور اداسے شہادت کے واسطے اپنے دوست کو طلب  
 کرایا اور جب اس نے حقیقت اعلیٰ جکی کارروائی بغرض امتحان رازداری عورت کے عمل میں آئی تھی  
 بیان کی تب گرداب بلا سے نجات حاصل ہوئی۔ اس کے دوست نے بہت لعنت و ملامت کی اور  
 کہا کہ آئندہ کسی اس کی نصیحت فراموش نہ کرے کیونکہ اگر یہ واقعی واقع ہوتا تو قیری عورت جیسے تجربہ کو  
 جو شہا اعتبار تھا اپنی ناقص العقل کے سبب آج قیری ہلاکت کا باعث ہوتی۔

حکایت۔ سلطان محمود کے غلاموں نے حسن مہیندی اس کے وزیر سے پوچھا کہ آج بادشاہ  
 نے فلان مقسے میں کیا کیا۔ جواب دیا تم سے بھی وہ بات مخفی نہیں ہے۔ کہا جو بات بادشاہ  
 آپسے کہتا ہے ہم سے نہیں کہتا۔ کہا اس سبب سے کہ جانتا ہے کہ میں کسی سے نہ کہوں گا۔ پس تمہارا پوچھنا  
 فضول ہے۔





# چوتھا حصہ

## فہم و فراست کے بیان میں

دانشمندی اور زیر کی کو فراست کہتے ہیں تحقیق وغور و تامل اسکے رکن ہیں۔ انسان کو واجب ہے کہ ہر کام کا آغاز و انجام عقل کی آنکھ سے دیکھ کر جو مقتضائے عدل ہو اسکے موافق کرے اور جس امر کا سر ظاہر نہ ہو اسکو براہ فراست تحقیق و دریافت کرنا چاہیے۔ صرف کہنے والوں کے قول پر اعتبار نہ کرنا چاہیے بعض آدمی کا دل ایسا ہوتا ہے کہ اگرچہ کیسے ہی تعجب کی بات سُننے میں آوے مگر وہ اوپر اعتبار کرتا ہے بلکہ جو بات جس قدر زیادہ قیاس سے بعید اور عقل سے خارج ہوتی ہے اتنا ہی جلد وہ اسکا یقین کر لیتا ہے اور یہی سبب ہے کہ اکثر عقلمند جس قدر بیان کسی چیز کا خلقت کی زبان سے سنتے ہیں وہ دیکھتے یا آزمائش اور تحقیقات کے وقت اس قدر نہیں پاتے کیونکہ جب کسی انجان آدمی کی عقل اصل حال کو دریافت نہیں کر سکتی تو اس کے دل میں جو کچھ آتا ہے وہ باتیں بنا کر کہنے لگتا ہے اور خلقت اسکو سچ جان لیتی ہے کیونکہ انسان جو کچھ اپنے علم و یقین کے مطابق ظاہر کرتا ہے کچھ ضرور نہیں ہے کہ وہ امر حقیقت میں نبی راست و درست ہو ایسا اکثر ہوتا ہے کہ امر خلاف واقع کا یقین حاصل ہو جاتا ہے اور وہ یقین جسطرح صاحب یقین کو دہو کے میں ڈالتا ہے اویسی طرح دوسروں کو گمراہ کرتا ہے اگرچہ بیان کرنے والا اسکا اپنے قول میں سچا ہوتا ہے مگر حقیقت اسکا مقولہ محض باطل اور خلاف واقع ہے۔



ہاتھ لگ گئے ہیں کہ بازو اور پانوں اور نکلے پرندہ کے طور سے دو دو ہیں لیکن آنکھوں پر گوشت اور چہرہ پر بڑی بڑی ڈاڑھیان ہیں اور زبان عربی بولتے ہیں مگر اونکی بولی سمجھی نہیں جاتی۔ اگرچہ میں راستہ کا تھکا ہوا تھا اور راہ خراب اور برف سے ڈھک رہی تھی اُن جانوروں کے دیکھنے کا شوق ایسا دامگیر ہوا کہ وہاں سے آدمیوں کو ساتھ لئے فوراً اس گانوں میں جا پہنچا۔ جب وہ مکان جس میں عربی خوان جانور بند تھے کھولا گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جڑا فیل مرغ کا جسکو لوگ پیرو کہتے ہیں موجود ہے کاکھنکھ کا قوہ دل میں اس کے دیکھنے کے واسطے اتنی تکلیف اٹھانے سے بہت شرمندہ ہوا بلکہ جھنجھلایا لیکن اس وقت سوائے ہنس دینے کے اور کچھ نہ بن آیا۔ پس کیا عجب کہ شیراز میں کسی شخص نے اپنی کتاب میں یہ بات لکھ دی ہوگی کہ قرون میں فلان سال میں اسطرح کے جانور دن کا ایک جوڑا آیا تھا جن کے سر پر بال نڈار اور ڈاڑھی لمبی تھی اور عربی بولتے تھے اور پانوں اور پر اوں کے چڑیوں کے سے تھے اور مصور نے بھی ٹھیک اونکی تصویر اسی بیان کے موافق چڑیوں کا ساوڑا آدمی کا سا سر بنا کر کہینچ دی ہوگی۔ اسلئے انسان کو واجب ہے کہ جب کہی کوئی عجیب یا بعید القیاس بات دیکھے یا سنے تو جب تک اسکی اہل کو دریافت نہ کر لے تب تک اس پر عقائد نہ لاوے اور اسکا یقین نہ کرے۔

**عقل** جو قوت میں حکیم مطلق نے انسان کو عطا فرمائی ہیں اون میں عقل کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے ہمارے جتنے کام ہیں وہ عقل ہی کی امداد سے پورے ہوتے ہیں جسم کی حفاظت۔ دلی پاکیزگی۔ عادتوں کی اصلاح۔ معاش کا انتظام۔ معاملات کی درستی۔ ان میں سے ایک کام ہی بغیر عقل کی مدد کے نہیں چل سکتا۔ وہ پوشیدہ اسرار جو اس کے ذریعہ سے ہم کو معلوم نہیں ہو سکتے عقل ہی کے زور سے ہمارے دل پر منکشف ہوتے ہیں۔ اگر انسان میں عقل کا نورانی جوہر نہ ہوتا تو وہ وحوش و طیور یا شجر و حجر کے مانند ایک ذلیل مخلوق ہوتا اسکو جو عظمت و حکومت تمام مخلوقات پر حاصل ہے وہ عقل ہی کی بدولت ہے۔ ہمارے حواس اکثر دھوکا کھاتے اور ہم کو مغالطہ میں ڈال دیتے ہیں۔ کبھی بڑی چیز چوٹی نظر آتی ہے۔ کبھی ساکن چیز متحرک اور متحرک ساکن معلوم ہوتی ہے۔ ان تمام غلطیوں کی اصلاح



اوسکو کام میں لانیکی راہ بتاتی ہے بغیر عقل کی رہبری کے ہم اپنے علم سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ عقل  
 ان کاموں میں بھی ہماری رہنمائی کرتی ہے جو اس زندگی میں ہمارے واسطے کارآمد ہیں اور ان  
 کاموں میں بھی ہمکو ہدایت کرتی ہے جو انیوالی حالت کے لئے ہمکو اختیار کرنی چاہئیں۔ خدائی احکام  
 کی تعمیل اوس زمانہ سے شروع ہوتی ہے جبکہ عقل کامل ہو جاتی ہے اور اویسوقت تک جاری رہتی  
 ہے جب تک کہ عقل سلامت ہے۔

حکما فرماتے ہیں کہ آدمی تین قسم کے ہیں۔ ایک عاقل۔ دوم نیم عاقل۔ سوم جاہل۔ عاقل وہ جو کسوقت  
 کے آنے سے پہلے ہوشیار ہو جائے اور اوسکا علاج کرے۔ نیم عاقل وہ کہ کوئی آفت آنے پر  
 استقلال کے ساتھ اوسکو دفع کرے۔ جاہل وہ کہ آفت آنے پر حیران و پریشان ہو کر علاج سے ہاتھ  
 دھو بیٹھے۔ عقلمند اور بیوقوف دونوں ایک ہی کام کرتے ہیں مگر فرق اتنا ہے کہ دانشمند پہلے کر لیتا  
 ہے اور احمق بعد خواری و خرابی کے۔

**تحقیق** دنیا کے ہر معاملہ کی جب تک تحقیق و تفتیش کامل طور سے نہیں ہوتی انسان کی واقفیت  
 ناکامل اور اوسکا علم ناقص رہتا ہے کچھ یہ ضرور نہیں کہ امر حق کی معرفت اوسی شخص کو حاصل ہو جو  
 لکھنا پڑھنا جانتا ہو بلکہ حصول علم اور حصول یقین جن طریقوں سے ہوتا ہے ان میں خواندہ و  
 ناخواندہ دونوں مساوی ہیں دونوں کے طور واقفیت میں سب موافقت نہیں۔ صحیح صحیح علم و  
 آگاہی جس کی کو حاصل ہو وہی عالم اور محقق ہے۔

تجربہ و مشاہدہ جس سے انسان کے علم کو ترقی حاصل ہوتی ہے اوسکے عمل میں لانے کا کوئی عجیب و غریب  
 طریقہ نہیں ہے بلکہ سچے بوڑھے جو ان عوام خواص سب اوسی ایک طریقہ کو کام میں لاتے ہیں۔ جو  
 بچے کو جب کھلونا یا کوئی شے ہاتھ لگ جاتی ہے تو اوسکے اوصاف و خواص کو بار بار کی آزمائش سے  
 اوسی طرح دریافت کرنا چاہتا ہے جس طرح کوئی بڑا لائق منشی۔ البتہ اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسے آدمی بہت کم  
 ہیں جو صرف اس کے لئے تیار ہوں۔ اور اوسکا بار بار دہرائی کے سلسلہ کو صحت و درستگی کے



عادت نہیں ہے یا تو اظہار واقعہ کے سلسلہ میں سے وہ ایسی بات کو فرو گذاشت کر دیتے ہیں جو حقیقت  
 واقع ہوئی تھی یا کوئی اور غیر واقع جسکو انہوں نے اپنے توہم سے واقعی سمجھ لیا ہے اس سلسلہ میں اضافہ  
 کر دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے دنیا کے معاملات میں صد ہا قسم کے مغالطے پڑ جاتے ہیں اور نادان  
 آدمی ان دیکھی باتوں کو دیکھی اور ان ہوئی باتوں کو ہوئی سمجھ کر ان پر اپنے یقین کی بنیاد قائم کر لیتے ہیں  
**تامل** آہستگی اور سوج اکثر امور میں نفع دیتے ہیں اور جلدی و سبکی بہت کاموں میں نقصان  
 پہونچاتی ہے۔ جس مطلب کی ابتدا آہستگی اور سوج سے ہوگی وہ غالباً پورا ہوگا اور جو کام سبکی اور  
 جلدی سے شروع ہوگا وہ اکثر ادھورا رہیگا۔ جلدی تو پکا گولہ ہے کہ چھوڑنے کے بعد اختیار کا نہیں اور  
 آہستگی کمر کی تلوار ہے کہ ہر دم اپنے قبضہ میں ہے۔ آہستگی ہمیشہ درکار ہے اور جلدی ہر وقت بیکار  
 خصوصاً غضب کے وقت کہ اوسمین دوراندرشی باقی نہیں رہتی اور دوراندرشی بہت ضرور ہے نہیں  
 تو حسرت اور شرمندگی ہوتی ہے پس انسان کو لازم ہے کہ تامل کی عادت کرے نصیحت پر ویز  
 نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ اے جان پدر جس طرح تو رعیت کا حاکم ہے عقل تیری حاکم ہے  
 اگر رعیت کو فرمانبردار چاہتا ہے تو تو بھی عقل کا محکوم رہ یعنی جو کام پیش آوے اوسمین تامل فرما اور عقل  
 سے مشورہ لے خصوصاً جس کام میں رعیت کی جان یا مال کا نقصان متصور ہو۔ حکایت۔ کہتے  
 ہیں کہ احمد سامانی کی وفات کے بعد اوسکا بیٹا نصر کہ آٹھ برس کا تھا تخت نشین ہوا۔ ارکان دولت  
 کا رملکت انجام دینے سے جب وہ لڑکا سن بلوغ کو پہونچا خود حکمرانی کرنے لگا اور طرح طرح کی خوبیاں  
 حاصل کیں مگر بسبب نو عمری اور ناتجربہ کاری کے جلد غضبناک ہو جاتا اور بے تامل حکم دیدیتا اور تھوڑے  
 قصور پر بہت سزا دیدیتا تھا ایک روز اپنے وزیر سے کہا کہ مجھ میں کوئی عیب تجھکو معلوم ہوتا ہے کہ  
 اوسکے دور کرنے میں میں سعی کر دن وزیر نے کہا فضل الہی سے ذات عالی آراستہ ہے انواع خوبوں  
 سے اور حضور نے خاص و عام کے واسطے ہر طرح کا فائدہ اور نعمتائے لطیف مہیا فرمادی ہیں۔

مگر اس طعام میں نمک کم ہے اور بے نمک کھانا کیا مزہ نہیں ہوگا کہ اوس کا نمک کھائے۔ جواب دیا کہ



نصر نے کہا کہ یہ عیب مجھ کو بھی معلوم تھا کہ مجھ میں ہے لیکن چونکہ اسکی عادت ہو گئی ہے اور طبیعت اسکی  
 خوگر ہو چکی اب کیا تدبیر کرنا چاہیے۔ وزیر نے کہا کہ حکم دیتے وقت حضور خود تامل اور سوچ کر لیا کریں  
 اور شتابکاری کو کام نہ فرمادیں اور آپکی خدمت میں بزرگان پاکیزہ اخلاق رہا کریں کہ غصہ کے وقت  
 شفاعت کر سکیں۔ پس امیر نے حکم دیا کہ جب میں حکم سنا دیا کروں تین روز تک حکم کی تعمیل  
 میں توقف کیا کرو اور تین مرتبہ مجھے عرض کیا کرو اور جو لوگ تمہارے نزدیک قابل عضو ہوں انکی شفاعت  
 مجھے کیا کرو جب امور حکومت اس تدبیر سے ہونے لگے چند روز میں بددبہ عدالت اور طنطنہ سیاست  
 اس امیر کا عالم میں مشہور ہو گیا۔

## فرق چالاکي و شتابکاری و تامل و صبر و کاہلی و سستی کا

جس قدر تامل اور بردباری پسندیدہ ہے اور سستہ رکاہلی و سستی نیکو چیدہ اور جتنی چالاکي چستی بہتر ہے  
 اتنی ہی جلدی و شتابکاری بدتر۔ لیکن بہت لوگوں کو فرق اسکا کم معلوم ہے بعضے تو تامل کے بہانے  
 سے کاہل ہو جاتے ہیں پہاڑوں سے کچھ کام نہیں نکلتا اور بعضے چالاکي کے نام سے شتابکاری کر بیٹھتے  
 ہیں کہ انجام کو خرابی ہوتی ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ ان الفاظ کے معنی ضرور سمجھ کر کہے۔  
 شتابکاری یعنی جلد بازی اسکو کہتے ہیں کہ جس کام کا انجام سوائے تمام روز کے ممکن نہ ہو  
 اسکو گھڑی بھر میں تمام کرنا چاہتا۔ چالاکي اسکو کہتے ہیں کہ جو کام گھڑی بھر سے کم میں نہیں ہو سکتا  
 اسکو سوا گھڑی میں نہ کریں بلکہ ایک ہی گھڑی میں کر ڈالنا چاہیے۔ اسی طور سے تامل اسکو کہتے ہیں  
 کہ جو کام دن بھر میں تمام ہو نہ والا ہے اسے دن ہی بھر میں ہونے دین اضطراب کر کے خراب نہ  
 کریں۔ سستی یعنی کاہلی اس کا نام ہے کہ جس کام کی درستی ایک روز میں ہو سکے اسے کئی روز  
 میں پورا کرنا اور کوئی ایسا کام کرنے پر جس سے اپنا یا دوسرے کا بھلا ہو سکے باوجود قادر ہونے کے  
 اس کو سستہ کہتے ہیں۔



ہوتا ہے کہ جس نے یہ کام کیا لیکن جلد باز کو نہایت ندامت ہوتی ہے کہ ہاے جس نے ایسا کام کیا کیونکہ  
 جس کو خدا تعالیٰ نے قائل اور چالاک اور دونوں عطا کی ہیں اور اسکی ذات مستحق شناسی ہے اور ہر ایک  
 ہوشیار کو اسکی ہوس ہے۔ تعجیل کار شیطان اور ناپسندیدہ ہے لیکن پانچ جگہ جائز اور ضرور ہے  
 پہلے گناہ ہونیکے بعد تو بہ جلد کرنا لازم ہے۔ دوٹکے اداے قرض میں۔ تیسرے تجیز و تکفین  
 میت میں۔ چوتھے جب لڑکی حد بلوغ کو پہنچے اور اسکی شادی کرنے میں۔ پانچویں جب کوئی مہمان  
 اپنے گھر آوے اور اسکے کھانا کھلانے اور خدمت میں۔ بہت آدمی ایسے نظر آتے ہیں کہ جانوروں  
 کی طرح کھانا پینا اور سونا تو اچھی طرح جانتے ہیں لیکن اگر اونے کچھ محنت کر نیکو کما جاوے تو وہ بھی  
 جواہر پتے ہیں کہ ہم صبر کا امرت پہل کما کر بیٹھے ہیں اور فکر ساش خلاف توکل کے ہے کیونکہ روزی جو  
 مقرر ہو چکی اور اسکی تلاش میں کوشش نہ کیجاوے تب بھی پہنچے گی اور جو مقدر میں نہیں ہے اور  
 جستجو میں ہر چند سعی عمل میں آوے ہرگز میسر نہ ہوگی۔ پس جو چیز ملنے کی نہیں ہے اور اسکے واسطے  
 درخ اور ٹھکانا بحث ہے۔ چنانچہ کسی بزرگ کا قول ہے کہ جو میری روزی تھی اس سے میں ہر چند  
 بہا کا مگر وہ مجھے لپٹی اور جو چیز میرے نصیب کی نہ تھی جس قدر اسکے ملنے کی کوشش کی وہ  
 مجھے دور بہاگی۔ یہ لوگ نہیں جانتے کہ مدار زندگی کا زر ہے مفلسی کے سبب سے فضیلت دہنر  
 بے رونق ہوتے ہیں حکمت تو نگری سے زندہ ہو جاتی ہے اور مفلسی سے مر جاتی ہے۔ دانا کے  
 پاس اگر زندہ ہو کوئی شخص اس سے فائدہ نہ پاوے بلکہ وہ خود افلاس کے گرداب میں ڈوب کر کمالات  
 سے محروم رہ جاوے ۵

مجھے یہ تجربہ حاصل ہوا کہ اگر خسر کو	ہو قدر مردہنر سے ہنر کی زر سے ہو
--------------------------------------	----------------------------------

یہ دنیا عالم اسباب ہے اسکے کار و بار اسباب و ذریعہ پر موقوف و منحصر ہیں غور کرو کہ غذا جو پرورش اور  
 بقا حیات بشر کا وسیلہ ہے کس کس اسباب و تردد سے حاصل کی جاتی ہے تباقلہ آدمی کے موند میں پڑتا ہے اس طرح  
 اسباب معیشت و ذریعہ روزی کے واسطے کوشش لازم اور فضل مسبب الاسباب پر توقع رکھ کر



اہل کسب کی دریا دلی سے مزایع قلوب خلائق سب جزو شاداب اور ارباب ہمت دریا ضت کے چشمرہ کرم  
 سے اصحاب حاجت فیضیاب ہوتے ہیں۔ ایسے پست ہمت کاہل وجود آدمی توکل کے پردہ میں کمانے  
 پینے اور سونے کے بعد عمر عزیز کو ہمیشہ لہو و لعب میں کاٹتے ہیں اور جب خچ کی ضرورت پڑتی ہے  
 تو اپنے محنتی دوست و اقربا کو ستاتے ہیں۔ بعض تو چوری اور جوا بھی عیب نہیں سمجھتے اور بعض  
 صاف بے غیرت بن کر گھٹے خزانہ بیک مانگتے ہیں۔ ایسے آدمی نہ تو اس دنیا میں کہیں سسر خروئی حاصل  
 کرینگے نہ اس جہان میں۔ صبر کر نیوالا وہی شخص ہے کہ جو رات دن اپنے یا دوسرے کے بلے  
 کے واسطے محنت کرتا ہے اور اگر اسکی وہ محنت ضائع بھی ہو جائے یا اسپر کوئی آفت آ پڑے تب  
 بھی ناگوار نہیں گذرتا بلکہ اگر اس کام کا کچھ پہل ہی نہ ملے تو بھی وہ صبر سے ہاتھ نہیں اٹھاتا ہے  
 یہاں تک کہ جسطرح چاند اور سورج گردش سے نہیں ٹھکتے اسی طرح یہ محنت کش بھی جب تک جیتا رہتا ہے  
 تب تک اس نیک محنت میں غرق رہا کرتا ہے۔ **یوستان** میں شیخ سعدی نے بھی  
 اسی موقع پر ایک نصیحت آمیز نقل بیان کی ہے **نقل**۔ ایک رو ایک بادشاہ شکار کیلئے گیا وہ  
 جنگل میں گیا دیکھتا ہے کہ ایک لومڑی بے ہاتھ پاؤں کی ایک گڑھے میں پڑی ہے بادشاہ اسے دیکھ کر  
 حیرت میں ہوا کہ یا آئی یہ اپا ہج یہاں کسے ہاتھ سے اپنی خوراک پاتی ہوگی اتنے میں اسنے دیکھا کہ  
 ایک شیر شکار مار کر مونہہ میں لئے ہوئے سامنے آیا اور اس لومڑی کی مانند میں ڈالکر چلا گیا لومڑی  
 نے اسکو خوب پیٹ بھر کے کھایا بادشاہ کے دل میں اس حال نے ایسا اثر کیا کہ دنیا کی طرف سے  
 بالکل اوداس ہو کر اوس وقت گھوڑے کو چوڑا ایک درخت کے نیچے جنگل میں جا بیٹھا اور اپنے رزق کی  
 فکر مطلق نہ کی یہاں تک کہ سات دن گذر گئے تب آٹھویں فاقہ میں ایک غیب کی آواز اسکو یہ سن پڑی  
 کہ اسے بادشاہ تیرے تو ابھی ہاتھ پاؤں سب درست ہیں تو شیر رہ لومڑی کیون بنا جاتا ہے۔

یہ وہ سرمایہ ہے جو ہر شخص کو قدرت کی طرف سے عطا ہوا ہے

**وقت سرمایہ ہے**



سے جاہل عالم۔ مفلس نوا نگر اور نادان تجربہ کار ہو سکتا ہے۔ اطمینان خوشی اور آرام انسان کو ہرگز میسر  
 نہیں ہونا جب تک وہ مناسب طریقہ سے صرف اوقات نہیں کرتا۔ ۲۔ وقت بیشک ایک دولت ہے  
 جو شخص اس دولت کو بے اندازہ و بے حساب خرچ کرتا ہے وہ روز بروز تہیدست و مفلوک ہوتا جاتا  
 ہے وہ جب تک زندہ رہتا ہے ہمیشہ رنجیدہ و پریشان اور زمانہ کا شاکی رہتا ہے۔ موت بھی اسکو اس  
 پشیمانی اور اندوہ سے نہیں جھوڑا سکتی۔ بلکہ اس کے حق میں موت کا آنا گویا مجرم کے لئے گرفتاری  
 کا پروانہ ہے۔ وہ جس طرح جیتے جی قسمت و تقدیر کو جھینکتا رہا اسی طرح مرنیکے بعد وقت گزشتہ اور  
 عمر رفتہ کی حسرت و اندوہ میں مبتلا رہیگا۔ ۳۔ سچ یہ ہے کہ وقت کا ضائع کرنا بھی ایک طرح کی خودکشی ہے  
 فرق اتنا ہے کہ خودکشی ہمیشہ کے لئے زندگی سے محروم کر دیتی ہے اور تضييع اوقات ایک محدود زمانہ تک  
 زندہ کو مردہ بناتی ہے۔ یہی منٹ گنٹے اور دن جو غفلت اور بیکاری میں گزر جاتے ہیں اگر آدمی حساب کرے  
 تو انکی تعداد مہینوں بلکہ برسوں تک پہنچتی ہے اگر اس سے کہا جاتا کہ تیری عمر سے دس پانچ برس کم  
 کر دئے گئے تو یقیناً اس کو سخت صدمہ ہوتا لیکن وہ خود معطل بیٹھا ہوا اپنی عمر عزیز کو برباد کر رہا ہے  
 اور اس کے زوال و فنا پر کچھ افسوس نہیں کرتا کہ ع گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ ۴۔ اگرچہ وقت کا  
 بیکار ہونا عمر کا کم کرنا ہے مگر ایک یہ ہی نقصان ہوتا تو بھی چند ان غم نہ تھا کیونکہ دنیا میں سب کو عمر طویل نصیب  
 نہیں ہوتی لیکن بہت بڑا زیان و خسارہ جو بیکاری اور وقت ضائع کرنے سے ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بیکار آدمی  
 کے خیالات ناپاک اور مذہبون ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ انگریزی میں ایک مثل ہے کہ کچھ نکرنا دلیل ہے کچھ نہ کچھ  
 برائی کرنے کی۔ طمع۔ حرص۔ ظلم۔ حق تلفی۔ نافرمانی وغیرہ اکثر وہی اشخاص کرتے ہیں جو معطل و بیکار رہتے  
 ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کچھ نہ کچھ کرنے کے واسطے بنایا گیا ہے۔ جب اسکی طبیعت اور ادسکا دل  
 و دماغ نیک اور مفید کام میں مشغول نہیں ہوتا تو بالضرور اسکا میلان بدی اور معصیت کی طرف ہو جاتا  
 ہے۔ پس اگر آدمی آدمی بننا چاہے تو سب کاموں سے مقدم کام اس کے واسطے یہ ہے کہ اپنے وقت  
 کا نگران رہے۔ ایک لمحہ فضا را نہ کہئے۔ یہ کام کے لئے ایک وقت اور یہ وقت کے لئے ایک کام



کے انجام دینے کا خیال لگا رہتا ہے کسی دوسرے کے تقاضے اور تاکید کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ خود  
اوپنی طبیعت اور نگو مجبور کرتی ہے کہ عین وقت پر اور مقررہ مہلت کے اندر کام سے فراغت حاصل کرو۔  
چستی اور نکی خصلت و عادت بن جاتی ہے۔ اور بغیر اس طریقہ کار گزارمی کے اور نگو چین ہی نہیں آتا۔

جب عین وقت پر کام کر لینے کی عادت پڑ جاتی ہے تو وقت میں بڑی وسعت و برکت معلوم ہوتی ہے اور  
ایک کام کے انصرام کے بعد دوسرے کام کرنیکی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ ایسا شخص بہت سے کام انجام  
دیکھتا ہے پہر اسکو سیر و تفریح کے لئے خواب و آرام کے لئے۔ دوستوں کی ملاقات کے واسطے فرصت  
مل جاتی ہے۔ برخلاف اسکے جو آدمی وقت کے پابند نہیں ہوتے وہ کام کرنے میں سستی اور کاہلی کرتے  
یعنی اکثر یوں خیال کیا کرتے ہیں کہ ابھی وقت بہت ہے ذرا ٹھیکر کر کام شروع کریں گے اسی سوچ بچار میں  
کہ ابھی کام کرین یا نہ کرین وقت گزر جاتا ہے اور کام بدستور رہتا ہے۔ اور جب کام کرتے ہیں تو انکو  
اپنا وقت کم اور کام زیادہ معلوم ہوتا ہے اسلئے وہ اکثر تنگی وقت سے نالان اور عیدم الفرصتی کے شاکلی ہوتے  
ہیں۔ اہل یہ ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے اپنے وقت کو ضائع کر کے تنگ بنالیتے ہیں اور یہ سوچتے رہنا کہ کیا  
کرین اور کیا نہ کرین وقت کو ضائع کر دیتا ہے۔ چنانچہ اسکے موافق ایک حکایت درج ہے۔ حکایت۔

ایک سست آدمی سے کسی نے پوچھا کہ تمہاری آنکھ تو سویرے کھلتی ہے اتنے دن چڑھے تک بچھونے میں پڑے  
کیا کرتے ہو۔ اوسنے جواب دیا کہ میان تم کیا جانو میں ایک بڑا پیدار مقدمہ فیصل کیا کرتا ہوں۔ جب میری آنکھ  
کھلتی ہے تو وہ شخص میرے پاس آتے ہیں۔ ایک کا نام چستی اور دوسرے کا نام سستی۔  
وہ شخص جب کا نام چستی ہے مجھے کہتا ہے کہ جلد اوٹھکر دنیا کے کاروبار میں مصروف ہونا ضرور ہے۔ اسکے  
جواب میں دوسرا شخص جب کا نام سستی ہے کہتا ہے ابھی اوٹھنا کچھ ضرور نہیں دنیا کے کام کیواسطے  
بہتیرا دن پڑا ہے یہ خنکی کا وقت آرام کے واسطے ہے۔ غرض بہت دیر تک یہ دونوں مخالف ایک دوسرے  
کو قائل معقول کرتے رہتے ہیں اور میں دونوں میں پنچایت کیا کرتا ہوں۔ تم ہی انصاف کرو ایسا مقدمہ



شکر گزار اور باادبیتا ہے وہ اپنے اوقات کو بھی عزیز رکھتا ہے اور دوسروں کے اوقات میں  
 بھی خلل انداز نہیں ہوتا اگر وہ کسی سے وقت معین کا وعدہ کر لیتا ہے تو اس وعدہ کو وفا بھی کرتا ہے  
 وہ دوسروں کو حتی المقدور انتظار کی تکلیف میں نہیں ڈالتا۔ اب بیکاروں اور کاہلوں کے حالات پر غور کرو  
 تو معاملہ بالعکس نظر آتا ہے۔ نہ وہ اپنے وقت کی قدر کرتے ہیں نہ دوسروں کے وقت کی۔ ان کے  
 نزدیک وقت پر کام کرنا یا وعدہ وفا کرنا کوئی چیز نہیں وہ ریل پر سفر کرتے ہیں تو اسٹیشن پر ایسے وقت  
 پر پہنچتے ہیں جب روانگی کی سیٹھی ہو چکتی ہے ایک ہندوستانی امیر زادہ کوریل کی سواری محض  
 اس وجہ سے ناپسند تھی کہ اس میں وقت کی پابندی بہت ہے جس کا پابند ہونا اس کو دشوار نظر آتا تھا  
 حکیم بزرگچشمی کا قول ہے کہ پانچ چیزیں طبعی ہوتی ہیں۔ وفا و مدارا و تواضع و سخاوت و  
 راست گوئی۔ اور پانچ چیزیں موروثی ہوتی ہیں خور و لی خوشنوی بلند ہمت غرور کمینگی۔ پھر فرمایا ہے کہ  
 میں نے اپنے استاد سے پوچھا کہ اپنا کام کیسے آدمی کے سپرد کروں۔ کہا جو اپنے سے زیادہ شایستہ  
 ہو۔ پوچھا کہ جوانی و پیری میں کون کام بہتر ہے۔ کہا جوانی میں عقل سیکھنا اور پیری میں کام میں لانا۔ اور جوانی  
 سے شرم و دلیری اور بڑھاپے سے دانش و ہمتی جو ہے۔ پوچھا نیک کرنا بہتر ہے یا بدی سے دور  
 رہنا۔ کہا کہ بدی سے دور رہنا کیونکہ بدی سے دور رہنا سب نیکو کا فرج ہے۔ پوچھا زندگی کا کون وقت ضائع و  
 خراب تر ہے کہا جب کسی کے ساتھ نیکی کر سکتا ہو اور نہ کرے۔ پوچھا کونسا فرمان ضائع نہ کرنا چاہیے۔ کہا  
 چار فرمان۔ ایک فرمان الہی دوسرے فرمان عقلانی تیسرے فرمان شاہی۔ چوتھے فرمان والدین۔ اور نصیحت  
 کی کہ میں شخصوں کو دیر حکم رکھنا چاہیے عورت۔ لڑکا۔ غلام۔ اور تین چیز سے آدمی خطرے میں پڑتا ہے  
 کوئی بیماری کام باعتبار قوت جسمی کے کرنا۔ باعتبار محنت بہت کرنا۔ اور بغیر سوچے ہوئے انجام کار کام  
 کرنا۔ اور اگر کوئی مصیبت پڑے تو اس سے بڑھ کر کسی مصیبت کا اندیشہ دل میں رکھنا تاکہ اندوہ اس  
 مصیبت کا کم ہو جاوے۔ اگر کسی کو نصیحت کر تو پہلے آپ اس پر عمل کر لے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ نصیحت اور کو  
 کا مصداق ہو نصیحت



نے اوس پہرے شعی صاف کی تو دیکھا کہ اوپر یہ لکھا ہے کہ بین بطرس گریاس کی جان بند ہے وہ جو  
 چوٹا تھا اوسکو بڑا کر مینا اور کئے لگا کہ کون جان کو بند کر سکتا ہے اور کئے ایسی ہیودہ بات لکھی ہے لیکن  
 اوسکے ساتھی نے جو بہت ہوشیار تھا اپنے دلین کہا کہ اسمین کچھ ہی ہے اس لئے میں ٹھہر لگا اور تحقیق  
 کرو لگا جب دوسرا طالب علم چلا گیا اوسنے اوس پہر کو کھودا اور دیکھا کہ وہاں ایک چمڑے کی تیلی  
 ہے جب تیلی کو کھولا تو اوسمین ایک تلوار شہر فی پائی اور پرچہ کاغذ کا پایا اوسمین لکھا تھا کہ تو جو اس کتاب  
 کے سمجھنے کی عقل رکھتا ہے میرا وارث ہوگا۔ جیسے میں نے اس نقدی سے کیا تو مت کر اور اوس کو اچھے کام  
 میں لگا۔ جب اوس طالب علم نے یہ بات پڑھی بہت خوش ہوا اور اشر فیون کو لیکر مدرسہ کی طرف گیا اور  
 جانا کہ یہ میری محنت کا پھل ہے۔ الغرض آدمی کو ہرام کی اصلیت فراست سے دریافت کر کے کام کرنا خوب  
 ہے۔ **نقل** ہے کہ دو عورتیں ایک لڑکے کے واسطے آپس میں جھگڑا کرتی تھیں اور گواہ کوئی نہ  
 رکھتی تھیں۔ دونوں قاضی کے پاس گئیں اور انصاف چاہا قاضی نے جلاو کو بلایا اور کہا کہ اس لڑکے  
 کے دو ٹکڑے کر اور ایک ایک دونوں کو دے۔ ایک عورت یہ بات سننے ہی چپ رہی۔ دوسری نے  
 زیاد شروع کی کہ خدا کے لئے میرے لڑکے کے ٹکڑے مت کرو میں لڑکا نہیں چاہتی ہوں چاہے  
 اوسیکو دے دو یقین ہوا کہ لڑکے کی مان یہی ہے لڑکا اوسکے سپرد کیا اور دوسری کو تنبیہ کر کے نکال دیا  
**حکایت**۔ ایک غلام اپنے آقا سے بہاگ کر دوسرے شہر میں گیا اتفاقاً اوس کا آقا بعد چند روز کے  
 اوسی شہر میں پہونچا وہاں اپنے غلام کو دیکھ کر پکڑا اور کہا اے نک حرام تو کس واسطے بہاگ تھا غلام  
 نے مالک کا دامن پکڑ کر کہا کہ تو میرا غلام ہے میرا بہت ساماں لیکر بہاگ آیا ہے اب میں نے تجھے بابا سے  
 خوب سزا دے لگا۔ القصہ دونوں قاضی کے پاس گئے اور انصاف کے خواستگار ہوئے قاضی نے دونوں  
 کو ایک کٹر کی کے پاس کٹر کیا اور فرمایا کہ دونوں اپنے اپنے سر کٹر کی سے باہر نکالو جب ادھون نے سر  
 باہر کیا قاضی نے جلاو کو حکم دیا کہ غلام کے سر پر تلوار لگا غلام نے اس بات کے سننے ہی اپنا سر نیچ لیا  
 اور اس کے آقا کے پاس گیا۔ فرست کے غلام کو آقا کے حوالہ کیا۔



عہد میں علانیہ کوئی فعل قسم قسم و مجبور کر کے لیکن ایک شخص سر دار تھا کہ حقوق خدمت قدیم رکھتا تھا اور اس کے  
 برابر کسی کو اختیار نہ تھا۔ ظاہر بادشاہ کو پرہیزگاری دکھاتا تھا اور خفیہ شراب خوری اور فسق مجبور میں مشغول  
 رہتا تھا اور کسی طاقت نہ تھی کہ اس سے شکایت کر کے بادشاہ نے اس بات کی خبر پا کر آشکارا اس با  
 میں کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ ارکان دولت سے ایسی بات کا اظہار بے حجابی اور بے رعہی کا باعث ہے  
 اور یہ بات سلطنت کے واسطے مضر ہے۔ لیکن ایک روز اس امیر کو بلا کر فرمایا کہ تم کو ایک مرغ ایسا مطلوب ہے  
 کہ اس کی چرخ مسخ بازو کچھ سیاہ باقی سفید بچند شرائط دیگر ہوں اور تیرے سوا اور کوئی ایسا مرغ تلاش نہیں  
 کر سکتا ہے۔ امیر نے کہا جیسے ممکن ہو گا میں تلاش کر کے لاؤنگا۔ لیکن تین روز کی مہلت ملے بادشاہ نے  
 اجازت دی چنانچہ اس امیر کو باوجود تلاش بھید کے اس قسم کا مرغ شہر اور اس کے قریب میں نہ ملا بعد میں  
 روز کے حضور میں بادشاہ کے حاضر ہو کر مجبوری ظاہر کی اور کہا اس کے عوض جو کچھ اور مطلوب ہو حاضر کروں۔  
 حکم ہوا کہ صرف یہی شے درکار ہے اور میں نے اختیار سلطنت میرے ہاتھ میں دیا ہے تاہم ایک ایسی ادنیٰ  
 شے کے حامل کرنے میں تو مجبور ہے۔ پھر تین روز کی مہلت عطا کی اور امیر نے تلاش کیا لیکن کچھ حاصل نہ ہوا آخر  
 بادشاہ نے فرمایا کہ شہر کی کچھ خبر تجھ کو نہیں ہے۔ شہر میں ایک گھر کے اندر جو اس طرح کا فلان محلہ میں ہے۔  
 ایک پنجرے میں جس پر زرد غلاف پڑا ہوا ہے چار مرغ اس قسم کے ہیں وہ جا کر لے آ۔ امیر حیران ہوا کہ میں  
 بکوشش مبلغ تمام شہر میں تلاش کر چکا ہوں مجھے کہیں ایسے مرغ دستیاب نہ ہوئے مگر جب حکم شاہی جا  
 تلاش کیا تو جیسا بادشاہ نے نشان دیا تھا اسی موافق پایا اور پنجرہ سے مرغوں کے حاضر کیا۔ بادشاہ نے فرمایا  
 کہ اہل حکومت کو لازم ہے کہ اپنے شہر ولایت سے ایسے باخبر رہیں جیسے میں ہوں امیر نے جو یہ بات سنی  
 اپنے دل میں اندیشہ کیا کہ بادشاہ بازار کو چھوہر مکان سے واقف ہے میرے اعمال خفیہ سے ضرور  
 آگاہ ہو گیا ہو گا فوراً اپنے اطوار بدل دئے اور گناہ سے توبہ کی اور راستی اور پرہیزگاری اختیار کی۔ اس  
 حکایت سے معلوم ہوا کہ بادشاہ ہونکا احوال رعایا پر آگاہ ہونا بہت فائدہ بخشا ہے۔

نکات و نصائح



دانا اگر اپنے تئیں نادان جانے اور جو بھانسا ہو اسکے سیکھنے میں شرم نہ کرے تو روز بروز دانائی اوسکی  
 بڑھے اور اگر وہ اپنے تئیں دانا جانے تو دانائی کی ترقی سے محروم رہے۔ ۳۔ بہادر و دل کی بہادری  
 میدان جنگ میں کہلتی ہے۔ دیانت دار آدمی کی ایمانداری دین لین کرنے سے معلوم ہوتی ہے زن  
 و فرزند کی وفاداری ناداری کے زمانہ میں اور دوستوں کی حقیقت برے وقت میں کہلتی ہے۔ ۴۔ چار چیز  
 سے چار چیز حاصل ہوتی ہیں۔ شکر سے مال کی ترقی۔ خاموشی سے سلامتی۔ سخاوت سے سرداری۔ سیاست  
 سے امن۔ ۵۔ چار چیز آدمی کو ہر اسان کر دیتی ہیں۔ بہت سے دشمن۔ زیادہ قرض کثرت سے بانجھے  
 نافرمان برادر عورت۔ ۶۔ چار چیز بزرگی کی دلیل ہیں۔ علم سے محبت رکھنا۔ ہد کو نیکی کے ساتھ ٹالنا۔ غصہ  
 کو پینا۔ اور جواب سمجھ کر دینا۔ ۷۔ چار چیز نادانی کی دلیل ہیں۔ اپنے سے دانا تر کے ساتھ جھگڑنا۔  
 نادان و مود پر اعتبار کرنا۔ عورتوں کے مکر سے بے فکر رہنا۔ لڑکوں سے صحبت رکھنا۔ ۸۔ عقلمند کو درد  
 شخص پر افسوس آتا ہے۔ ایک اوپر جو قابلیت رکھتا ہو اور کمال حاصل نہ کرے۔ دوست کے راہ سپر جو قابلیت  
 نہ رکھتا ہو اور کمال حاصل کر نیکی کوشش کرے۔ ۹۔ چار چیز چار شخص کو تباہ کرتی ہیں۔ شرار کو کنبوس پن  
 عالم کو غرور۔ عورتوں کو بے شرمی۔ مرد کو جھوٹہ بولنا۔ ۱۰۔ تین چیز کی قدر تین گروہ کو ہے۔ جوانی  
 کی قدر بڑھ ہو نہ کو۔ شہرت کی قدر بیمار و نکو۔ مال کی قدر محتاج و نکو۔ ۱۱۔ چار چیز چار چیز کی زیور ہیں۔ بادشاہ کا  
 زیور دانا وزیر۔ شہسپاہی کا زیور ہتھیار۔ علم کا زیور صل۔ وعدے کا زیور وفا۔ ۱۲۔ سات چیز کو کم نہ سمجھے  
 دشمن۔ آگ۔ پانی۔ بیماری۔ سانپ۔ گناہ۔ مالک۔ ۱۳۔ چار چیز کو پائنداری نہیں۔ ظالم حاکم۔ امن  
 وزیر۔ حرام کا مال۔ زمانہ کی گردش۔ ۱۴۔ چار چیز کا لوٹنا ممکن نہیں۔ کسی ہوئی بات۔ گدڑی  
 ہوئی عمر۔ چلا ہوا تیر۔ گیا ہوا وقت۔ ۱۵۔ چار چیز بڑی سخت ہیں۔ سفر میں بیماری۔ بڑا پیسہ میں  
 مفلسی۔ جوانی میں موت۔ اندھا ہونا آنکھ والے کا۔ ۱۶۔ اولاد سے وہ امید رکھ جو والدین کے  
 ساتھ تو نے کیا ہو۔ ۱۷۔ چار چیز سے آدمی کی عمر بڑھتی ہے۔ ایک خوش آواز کے سننے سے۔ دوسرے



۱۸۔ پہن پیر کے آدمی کی سر کی ہڈیوں کے درمیان ایک ہڈی ہے۔  
 ہو جانے سے۔ سرو کے دیکھنے سے۔ دشمنوں کے ڈر سے۔ ۱۹۔ دشمن کے مرنے کی خبر سنا کر خوش مت  
 کیونکہ جنگجو ہی ایک دن مرنا ہے۔ ۲۰۔ بدون پر رحم نیکون پرستم ہے۔ ظالمون پر عفو و درویشوں پر ظلم و انہین  
 ۲۱۔ آج کا غم کل کی خوشی سے بستر ہے آج کی خوشی کل کے غم سے۔ ویدا آغاز و نیک انجام افضل ہے  
 نیک آغاز و بدا انجام سے۔ ۲۲۔ چہ چیز سے گزند نہیں ہوتا۔ تھوڑے کھانے سے۔ وانا فرزند سے۔  
 عقلمند و فرمانبردار بیوی سی۔ آقا سے جسکو بذریعہ خدمت اپنے اوپر مہربان کیا ہو۔ سوچی ہوئی بات  
 سے۔ جو کام عاقلوں کی صلاح سے ہوا ہو۔ ۲۳۔ دو وقت آدمی باؤلا ہو جاتا ہے۔ غصہ کے وقت  
 غرض کے وقت۔ ۲۴۔ چار چیز کی چار ابتدا اور چار انتہا ہیں۔ غصہ کی ابتدا دیوانگی انتہا عداوت  
 ہنسی دل لگی کی ابتدا محبت انتہا عداوت۔ سستی کی ابتدا غفلت انتہا حسرت۔ بہت کھانے کی ابتدا  
 عشرت انتہا ہلاکت۔ ۲۵۔ چار چیز نامکن ہیں۔ تقدیر کا لوٹانا۔ حق کا جھٹلانا۔ بد کو نیک کر دینا۔  
 خلق خدا کو راضی کرنا۔ ۲۶۔ پانچ شخص کو سفر موزوں ہے۔ کارگیر یا ہنرمند۔ عالم یا حکیم۔ سوداگر۔  
 خوش آواز گویا۔ خوبصورت آدمی۔ ۲۷۔ پانچ شخص کی ہلاکت میں عجیب نہیں۔ ایک کم عقل جو دشمنوں  
 میں رہے۔ دو کسر دولت مند جو بے یار و یاور ہو۔ تیسرے وہ جو احمق مطلق سے دوستی رکھے  
 اور اسکے ساتھ رہے۔ چوتھے جو اکثر لڑائی میں رہے۔ پانچویں بد زبان آدمی۔ ۲۸۔ سپاہی کی  
 قدر لڑائی میں۔ حافیت کی قدر مصیبت میں۔ اور آدمی کی قدر مرنے پر ہوتی ہے۔ ۲۹۔ دو بات  
 سے دو بات کا شک ہوتا ہے۔ زیادہ قسم کھانے سے جھوٹ کا شک۔ نہیں مین چیز اوٹھا لیجانے  
 سے چوری کا شک۔ ۳۰۔ نشہ گیارہ قسم کا ہوتا ہے۔ جوانی کا۔ طاقت کا۔ مال کا۔ کمال کا۔  
 جمال کا۔ غصہ کا۔ عشق کا۔ زیادہ کھانا کھا۔ شدت غم کا۔ نیند کا۔ سکر و خمر کا۔ ۳۱۔ پانچ چیز کی  
 تکم جاتی ہے۔ چوری کی۔ بیک کی۔ جوتے کی۔ جھوٹ کی۔ بدکاری کی۔ ۳۲۔ تین چیز سے  
 انسان سیر نہیں ہوتا۔ آرام سے۔ زندگی سے۔ مال سے۔ ۳۳۔ پانچ چیز سے پانچ چیز  
 مائل ہوتی ہیں۔ خموشی سے ہنسی۔ کاپی سے بے ہنری۔ شہا جی سے عقلمندی۔ زبردست



مغرور نیکنامی کی۔ بدخلق دوستی کی۔ بے ادب عزت کی۔ بخیل نیکی کی۔ لالچی سسر خردی کی۔ چور اعتبار کی۔  
 دروغ گو ایمان کی۔ ۳۵۔ احمق کی دس علامتیں ہیں۔ غفلت میں رہنا۔ اور حق طلبی کرنا۔ آرام کرنا اور  
 امید علم کی رکنا۔ بے مروت ہونا اور امید مروت کی رکنا۔ بے سوچے بات کہنا۔ بن بلاے دعوت  
 میں جانا۔ آپ نہ سمجھنا اور دوسرے کو سمجھانا۔ جس کے گھر جانا اور سپر حکومت کرنا۔ دو آدمی تخلیہ میں بات  
 کرتے ہوں اور نیکے پاس بات سننے کی نیت سے جانا۔ شیخی دکھانے کو سخت کام میں پڑنا۔ آزمائے  
 کو ادا کرنا۔ ۳۶۔ آدمی تین طرح سے پہچانا جاتا ہے۔ کام پڑے۔ ساتھ چلے۔ پاس بے۔ ۳۷۔ بہتر  
 بادشاہ وہ جو عالم کی صحبت میں بیٹھے۔ اور بدتر عالم وہ جو بادشاہ کی صحبت پسند کرے۔ ۳۸۔ دولت کے  
 دوست بے حد ہیں اور دو ٹمند کے دشمن لاتعد۔ ۳۹۔ حماقت کے پانچ نشان ہیں۔ خاص نفع  
 عام نقصان میں چاہنا۔ اپنے آقا کی خوشنودی کی امید بغیر اطاعت کے رکنا۔ ترش روئی و تند خوئی  
 کر کے امید دار محبت کا رہنا۔ راحت و تن آسانی کے ساتھ وقایق علوم دریافت کرنا۔ بے استحقاق  
 خدمت کے امید نفع کسی سے رکنا۔ ۴۰۔ کسی عقلمند آدمی کے سامنے اس کی جھوٹی تعریف کرنا ایسا  
 ہے کہ جیسے کسی نہایت بد عورت کو جو تصویر کھینچنا جانتی ہو اور آئینہ سامنے رکھا ہو یہ کہنا کہ تو بڑی حسین اور  
 خوبصورت ہے۔ ۴۱۔ کسی نے کسی دانا سے پوچھا کہ عقلمند نادان کو کیوں برا جانتا ہے۔ جواب دیا کہ  
 جیسے نادان کو دانا سے وحشت ہے ویسی ہی دانا کو نادان سے نفرت۔ ۴۲۔ تین بات برابر والے  
 کے ساتھ چاہیے۔ محبت۔ عداوت۔ شادی۔ ۴۳۔ حال مصیبت زدوں کا وہ شخص خوب جانتا  
 ہے جو کسی بلامین مبتلا ہوا ہو۔ خصوصاً اوس مصیبت کا کہ حسین وہ آپ گرفتار رہا ہو۔ ع

پریشان کی پریشانی پریشان خوب جانے ہے

۴۴۔ دو باتوں سے اجتناب لازم ہے۔ ایک جو فن جس شخص نے نہ سیکھا ہو اس کو اوس فن  
 میں اپنا استاد بنانا۔ دوسرے جو فن آپ کو نہیں آتا اوس میں اور نہ لگا اوس استاد بننا۔ ۴۵۔ تین شخص



تنہائی میں۔ کلمہ حق کہنا جس سے خوف یا امید ہو۔ ۴۷۔ عقلمند آدمی جہان فساد ہوتا دیکھ کر کنارہ کرے اور جہان ملت ہوتی دیکھ کر قیام کرے کیونکہ اس قیام میں لطف ہے اور اس کنارہ میں خیر۔

۴۸۔ نایش اور آرائش کی چیزیں زندگی کی اصلی ضرورتوں میں کام نہیں آتیں۔ ۴۹۔ زبردست

کے ساجا کرنے میں ہمیشہ نقصان ہوتا ہے۔ ۵۰۔ خود غرض آدمی جو صلاح دیتا ہے اور میں کچھ

نہ کچھ اپنا فائدہ ضرور سوچ لیتا ہے۔ ۵۱۔ دلجمعی اور اطمینان کے ساتھ اگر نان خشک بھی میسر آوے

تو اس پلاؤ سے بہتر ہے جس کے ساتھ خوف و خطر ہو۔ ۵۲۔ بڑے نوکر جن سے کام نہیں ہو سکتا

اونکے پچھلے حقوق کو بھول جانا بڑی نا احسان مندی ہے۔ ۵۳۔ خدا نے ہم کو جس حال میں رکھا ہے

قابل شکر ہے۔ ۵۴۔ حریص خوش نہیں رہ سکتا۔ ۵۵۔ جب تک دو دشمنوں کو ایک دوسرے کی زیادتی

یا دوسرے کی صفائی ہونا مشکل ہے۔ ۵۶۔ جو چیز وقت پر کام آتی ہو گو خوشنما ہو اور سکو عزیز رکھنا

چاہیے۔ ۵۷۔ رعیت اور بادشاہ۔ آقا اور نوکر دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ ہم اگر نوکر

کو روپیہ دیتے ہیں تو نوکر ہماری خدمت کرتے ہیں احسان کسی کا کسی پر نہیں۔ ۵۸۔ اتفاق میں

بڑی قوت ہے۔ منفعت آئندہ کی توقع پر آدمی خوب محنت کرتا ہے۔ ۵۹۔ جو شخص چغلی کر کے دوسرے

کے نقصان کا دہپے ہوتا ہے وہ اکثر خود نقصان اٹھاتا ہے۔ ۶۰۔ جو لوگ فائدہ میں کسیکو

شریک نہیں کرتے مصیبت میں کوئی اونکا شریک نہیں ہوتا۔ ۶۱۔ جو کام ہم آج کر سکتے ہیں اوسکو

کل پر ٹالنا ہمارے ارادے کے ضعف کی دلیل ہے۔ ۶۲۔ وہ ہنر جس سے روزی کمائی جائے

سب طرح کی کمائیوں سے بہتر ہے۔ ۶۳۔ جسمانی لذتوں نے ہمارے اپنا غلام بنا کر رکھا ہے۔ ۶۴۔ ناغہ

اندیش آدمی اپنے انجام سے خیر نہیں رکھتا اور دوسرے پر ہنستا ہے۔ ۶۵۔ دنیا کی تکلیفیں آدمی

کو موت پر دلیہ کر دیتی ہیں۔ ۶۶۔ تعلیم بے عقل کے سود مند نہیں ہو سکتی۔ ایک من علم کو دس من عقل

چاہیے۔ دشمنوں کی ایذا سے محفوظ رہنے کیلئے نرمی بڑا عمدہ ہتھیار ہے۔ ۶۷۔ صلاح پوچھنا تو

اچھی بات ہے مگر بے سمجھے پوچھے دوسرے کی صلاح رعایا کا ناچار ہوتا ہے۔ ۶۸۔ جو قدرت خدا



نہیں ہے کہ تم سوچو چاروں سے بھی اچا جواب دے سکو۔ ۱۰ آدمی قسمت کی شکایت جب کرے کہ پہلے کوشش کرے۔ ۱۱۔ تمہارا عیب کبھی دوسروں کے ہنر پر ترجیح نہیں پاسکتا۔

## سوال و جواب نوشیروان بادشاہ و بزرجمہر وزیر

سوال۔ دنیا میں کون کون نعمت بڑھ کر ہے۔ جواب۔ ایک حلال کا مال۔ دوسرے عورت نیکبخت و صاحب جمال۔ تیسرے فرزند صالح و خوش خصال۔ چوتھے نیک بختی و اقبال۔ سوال۔ زندگی سے بہتر و موت سے بدتر کون چیز ہے۔ جواب۔ زلیت سے بہتر نیک نامی اور موت سے بدتر بدنامی۔ سوال۔ مقیم بہتر یا مسافر۔ جواب۔ مسافر جیسے آب صاف و روان۔ مقیم مثل آب بستہ کے تیرہ۔ سوال۔ رزق کیا شے ہے۔ جواب۔ جو کچھ میسر آوے۔ سوال۔ یاد رکھنا کئے چیز کا بہتر ہے۔ جواب۔ چار چیز کا۔ اول اپنی موت کا۔ دوم دوسرے کے احسان کا۔ سویم تجربہ روزگار کا۔ چہارم پسندنا احسان کا۔ سوال۔ بھولنا کئے چیز کا بہتر ہے۔ جواب۔ تین چیز کا۔ اول اپنی ہستی کا۔ دوم اپنا احسان۔ سویم دوسرے کی بدی۔ سوال۔ بزرگوں کی صحبت اور نصیحت کیسے اثر کرے۔ جواب۔ طلب راہ نجات سے اور خود دانی کو دل سے دور کرنے سے سوال۔ وہ کون چیز ہے جو پرانی نہیں ہوتی۔ جواب۔ نام نیک۔





# چودھویں

## صفت تواضع و مذمت کبر میں

تواضع جسے فروتنی و انکسار بھی کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ انسان اپنے مرتبہ کو اور ون سے کم جانے اور ہمیشہ دوسرے کی بزرگی اور حرمت کا خیال رکھے قاعدہ ہے کہ جس شخص کی ذاتی اور صفاتی بزرگی میں کی طرح کی بناوٹ یا شبہ ہوتا ہے وہ اکثر تواضع کم کرتا ہے اور جو حقیقت میں خاندانی اور بزرگ مرتبہ ہوتا ہے وہ انکسار اور فروتنی کو اپنا جوہر جانتا ہے کیونکہ انکسار سے اس کی نیکنامی اور بزرگی اور زیادہ ہوتی ہے۔ اس تقریر سے واضح ہوا کہ مغرور اور نادان اور کینے اس مراد سے غرور کرتے ہیں کہ ان کے عیب پوشیدہ رہیں مگر حقیقت میں غرور ان کے عیبوں کو ظاہر کرتا ہے اسلئے متکبر اور مغرور ہمیشہ ذلیل اور خوار رہتے ہیں۔ غرور انسان کے واسطے سب عیبوں سے بدتر ہے اس میں فائدہ کسی صورت سے حاصل نہیں اور دوسروں کو نہایت رنج ہوتا ہے اس فعل سے غیر آدمی تو کبھی دست نہیں ہوتا بلکہ دوست خود نفرت کرنے لگتا ہے۔ غرور وہ شے ہے کہ جو بہ نسبت اور ون کے خود ادس شخص کو جو اسے چہائی میں جگہ دیتا ہے زیادہ دکھ درد پہنچاتا ہے۔ حقیقت میں یہ وہ عیب ہے کہ جس سے تمام ہنر چپ جاتے ہیں۔ اگرچہ ہر ایک کے ساتھ تواضع سے پیش آنا مناسب ہے لیکن عالمون اور بزرگوں کی تواضع کرنا بہت ہی خوب بات ہے۔ اگرچہ شخص کو انکسار کی عادت رکھنا مناسب ہے مگر وہ تمندون اور



گیا ایک مصاحب نے عرض کی کہ ایسی فروتنی سے بادشاہی مرتبہ اور دبیدہ کم ہوتا ہے رشید نے  
 فرمایا کہ جو دبیدہ اور مرتبہ بزرگوں کی تعظیم کرنے سے کم ہو اسکا نیست و نابود ہونا بہتر ہے۔ جانتا چاہئے  
 کہ تکبر قریب عجب کے ہے اور رزق اونکے درمیان یہ ہے کہ عجب اس کمال کا اعتقاد کرتا ہے  
 اپنی شان میں جو حقیقت کی رو سے اوسمین نہیں ہے۔ اور تکبر اوس کمال کا دعوے کرنا اور اونکے  
 ساتھ اگرچہ وہ اسکا مقتد نہ ہو۔ جس طرح بدن کی بیماریوں کے لئے کھانے پینے کی دوا مقرر ہے اس طرح  
 غرور اور طمع وغیرہ دل کے مضر ہون کے واسطے بھی علاج ہیں۔ چنانچہ یہاں پر غرور کا علاج لکھا جاتا ہے  
 اور پرہیز یہ ہے کہ بدون کی صحبت سے علیحدہ رہیں۔ اگر اسکو استعمال میں لاویں گے یقین ہے کہ  
 کبر و نخوت کی بیماری سے دل اور روح کو صحیح و تندرست پاویں گے۔

**غور و فکر کا علاج** انسان کو چاہئے کہ اپنے عیبوں کو دیکھ کر بیان کرے اور اس کے ساتھ اور  
 کے کمال کو ملاحظہ کرے کیونکہ کوئی ایسا نہیں کہ اگر انصاف کی نظر سے اپنے احوال کو دیکھے تو جو عیب رکھتا  
 ہو وہ ظاہر نہ ہو۔ اگر سب غرور کا مال یا جاہ سے ہے تو داناؤں کو معلوم ہے کہ دولت ایسی غصے ہے کہ لوٹ  
 اور چوری یا غارت ہونے سے نہیں بچ سکتی اور خدا کی امانت ہے چند روز کو سپرد ہوئی ہے۔ پس سرے  
 کے مال پر پہوننا اور افتخار کرنا نادانی ہے۔ خوبصورتی اور حسن کانٹے پر کی اوس ہے کہ پڑی اور ڈھلگئی تھوڑے  
 سے عارضہ سے زائل ہو جاتی ہے ایسی ناپائدار چیز سبب افتخار عقلا کے نزدیک کیسے ہو سکتی ہے۔ قوت  
 کا غرور نہایت حماقت ہے۔ گاؤں اور زمین زیادہ قوت ہوتی ہے۔ علم کا غرور کرنا عاقبت میں اپنے لئے  
 کانٹے بوتا ہے۔ حیف ہے کہ جسکو اتنا بھی علم نہ ہو کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں کہاٹھے آیا اور کہاں جاؤنگا  
 وہ اس بے علمی پر علم کا غرور کرے۔ اگر سب غرور کا نسب ہے تو وہ آباد و اجداد کی شرافت کے اعتبار سے  
 ہوگا۔ فرض کرو کہ باپ اسکا اوس سے کہے کہ تو اس شرافت کا جو دعوے کرتا ہے وہ فی الحقیقت میری  
 ہے اوس میری بزرگی کیا ہے جو تو فخر کرتا ہے وہ بے شہمہ لاجواب ہوگا اور اگر فضلا سے باپ اس کا درجہ



دعویٰ فرقت کا علما پر رکھتے ہیں۔ حکایت۔ ہونان کے کسی رئیس نے ایک فزی علم اور دانشمند غلام پر اپنی بزرگی جنائی۔ غلام نے کہا کہ اگر آپ کی بزرگی مجھ غلام کی نسبت اس نفیس پوشاک کے سبب سے ہے جو آپ پہنے ہیں یا اس چالاک گھوڑے کے باعث سے جس پر آپ سوار ہیں تو خیال فرمائیے کہ نفاس اور چالاک پوشاک اور گھوڑے میں ہے نہ آپ کی ذات میں۔ پس اسکا فخر کرنا محض بیجا ہے۔

انسان کو چاہیے کہ سوچے وہ کیونکر پیدا ہوا اور اسکی حقیقت کیا ہے دیکھو وارا اور سکندر اور کیکاؤس وغیرہ بڑے بڑے آدمی کو تو اس جہان فانی نے باقی نہیں چھوڑا پھر تو کس گنتی میں ہے جو اتنا گھمنڈ کرتا ہے۔ شعر

نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا	مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے
-----------------------------	------------------------------

## گورِ غریبان کا عبرتناک نظارہ

اس گلشن ہستی میں عجب دیدہ دلچسپ	جب آنکھ کھلی گل کی تو موسم ہے خزان کا
---------------------------------	---------------------------------------

پیارے چاند تیرا گول شاندار چہرہ اور تیرا کھلا ہوا کندنی رنگ کتنا بہلا معلوم ہوتا ہے اجرام فلکی میں آفتاب کے بعد ب کی نگاہ میرے ہی اوپر پڑتی ہے۔ جیٹھ بیساکہ کی گرمیوں میں جب پہاڑ سے دن کاٹنے دوہر ہو جانے ہیں تاد آفتاب پہول سے چہرون کو کھلا دیتی ہے شام ہوتے ہی تیری ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی کیسی آنکھوں کو نور بخشا کرتی ہے یا موسم برسات کی خوفناک راتوں میں جب کالی کالی گھٹائیں محیط آسمان ہوتی ہیں تو تیرا کبھی کبھی کسی بادل کے شکاف سے منہ نکال کر جھانکنا کتنا دلگیر سامان باندھ دیتا ہے مگر پیارے چاند کیا کبھی ایسا ہی ہوگا کہ ہم تیری فرقت ناگوار کا داغ دل پر کھسکا کر تجھے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جائینگے۔ کیا تو اس روز سیاہ کی کچھ یاد دلا سکتا ہے جب تیری بزرگی و جلوہ نمائی کو دیکھتے دیکھتے ہماری آنکھیں بند ہو جائیں گی۔

اے چمکتے ہوئے غنچہ اور اے ممکنے بیولوچہ قدرت کا رومی رومی صانع



تمہارے ہنستے ہوئے چہرہ پر ہوتے ہیں اور تم کسی نازک شاخ میں نسیم سحری کے جو کون سے  
 آہستہ آہستہ جھولا کرتے ہو۔ تمہاری وضع سے کیسا بالکلین مترشح ہوتا ہے پیارے پہلو تو تم  
 باغ روئیدگی میں سب کے سترلج ہو اور خوش نصیب ہو شاعر تمہاری نزاکت اور حسن کی تعریف کرتے  
 ہیں کیا ہم امید کر سکتے ہیں کہ تمہاری معجز طرازی اس سبکی کی وقت ہمارے آڑے آئیگی جب ہم نزع  
 کے صدمہ سے نجات پا کر ایک بڑی غشی میں چار پائی پر پڑے ہوئے اپنے پیارے دوستوں عجم  
 بچوں کو آٹھ آٹھ آنسو رولار ہے ہوں گے۔ آے ہمارے دل کی امید اور امنگو جو کسی حور و ش  
 کی طرح اپنی ناز آفرینیان دکھا کر ہمیں اپنا گرویدہ کئے ہوئے ہو تمہارا کیا کہنا تم آئے دن کیسے کیسے  
 سبز باغ ہمیں دکھاتی ہو کہ دل بے اختیار ہو جاتا ہے تخت سلطنت کا شوق تم ہی دلاتی ہو کا  
 گدائی ماتھ میں دیکر تم ہی در بدر پھرتی ہو۔ جنت کے پرزانا دیدہ مکانوں کا نقشہ تم ہی کھینچ کر دکھاتی  
 ہو حسن و عشق کے جگہ و ن کا تم ہی فوٹو گراف اتارتی ہو غرض معاد و معاش میں جد ہر دیکھئے تمہارا  
 ہی جلوہ نظر آتا ہے۔ مگر اے ہماری ناز کی گود میں ملی ہوئی امید تمہارے اس جذر و مد کا کچھ  
 ٹھکانا ہی ہے آخر کوئی دم ذرا ہمیں سستے بھی دو گی یا یوں ہی مدت العمر ٹھوکر میں کھلاتی رہو گی  
 آسے نگار خانہ ہستی کے ولد و دو۔ سراے دنیا کے مسافر و۔ جرات دن طرح طرح کے منہجیات  
 میں اپنے خالق کو بھولے ہوئے ہو تمہارا حال کتنا قابل رحم ہے۔ تم روزمرہ اپنی آنکھوں سے  
 دیکھتے ہو کہ سراے کے دروازے سے مسافر آتے ہیں دوسرے دروازہ سے چلے جاتے ہیں  
 مگر تمہاری سمجھ کے قربان کہ تم سے اپنا گھر سمجھے بیٹھے ہو تم خوب جانتے ہو کہ تمہاری زندگی بحر عالم  
 میں ایک جناب سے زیادہ وقت نہیں رکھتی۔ ظالم موت کا ہر وقت کھٹکا لگا ہوا ہے کہ خدا جانے کس وقت  
 گلا آدباے مگر تمہاری غفلت کے صدقے کہ تم کہیں اپنے خیال کو اس طرف منتقل ہی ہوئے نہیں دیتے  
 تم کو یا یہی سمجھے ہوئے ہو کہ کہیں بیان سے جانا ہی نہو گا۔ اے ہمارے پیارے دوستو ہر خند



عجب دخت کا کفر توڑنا میں فرض ہے جس کے جوش میں نہ صرف تم اپنے ابنائے جنس کے ساتھ  
 کج خلقی سے نہیں آتے بلکہ اکثر اوقات تو فرعون بے سامان بنکر قادر مطلق سے بھی جا بھڑا کرتے ہو  
 تو آؤ ہم بتائیں کہ وہ لائق ووق میدان جس کے شاٹے اور وحشت کو دیکھ کر نگاہیں بڑے خوف  
 سے آ لگھون میں واپس آتی ہیں اور جس کے درختوں کی الم خنجر سننا ہٹ تیر کی طرح کلیجہ کے پار  
 ہوئی جاتی ہے یہی تمہاری عمر بہر کی آرزو اور امانوں کی قیام گاہ ہے۔ شہر خموشان اسی کا نام  
 ہے۔ گور غریبان اسے کہتے ہیں۔ گنج شہیدان ہی کہلاتا ہے۔ اُن آسودگان عدم کو دیکھو کہ  
 کس بیکسی کے عالم میں منون مٹی کے نیچے دبے چرے ہیں۔ حشر میں بادل بنکر اونکی ٹوٹی ہوئی  
 قبروں پر چھائی ہوئی ہیں اور اسی کا ہر طرف سان بند ہوا ہے۔ ان بیچاروں پر ابرمیان کے  
 سوانہ کوئی آفسوہا نیوالا ہے اور نہ کوئی تنہائی اور بیکسی کے سوا کوئی سہم وانیس ہے۔ دو چار  
 درخت تسرد و بید و چار کے اوکے سر ہانے کٹرے شائین شائین کر رہے ہیں مگر کیسے اور اس  
 اور غمگین نظر آتے ہیں۔ کہی کہی کوئی چراغ بھی کہیں سے ٹٹھا اٹھتا ہے مگر اسطرح جیسے کسی کامز ہوا  
 دل ذرا اوہرے اور پریشہ جائے کسی کی قبر سے گلاب اور چنبیلی کے خشک پھولوں کی کہی کہی  
 ذرا خوشبو ہی آ جاتی ہے مگر ایسی جو طبیعت کو فرحت کے بجائے عبرت دلاتی ہے ۵

خشک گل افسردہ سبزہ شمع چپ بالین اور اس	جی بھر آیا عالم گور غریبان ویکہ کر
--	------------------------------------

ہم اپنے خیال کو ذرا اور وسعت دین تو معلوم ہو کہ یہ مٹی کے اوہرے ہوئے ڈہر جنہیں سے اکثر صدائے  
 بارش سے بیٹھ گئے ہیں اور بعضوں پر سبزہ لعل مارا ہے ان میں کس کس کی تمنائیں مایوسی سے  
 دست و گریبان ہو کر ایک عالم سکوت میں متحیر پڑی ہوئی ہیں۔ ان میں شاہان وقت ہو گئے سیکڑوں  
 مدبر ان ملک ہو گئے۔ بتیرے بہادر اور جانناز ہو گئے۔ کتنے فصیح اور بلیغ اور انشا پرداز ہو گئے۔

غرض امیدوں کی خوشیاں منائی والے۔ دنیوی لذتوں پر رال ٹپکانے والے۔ رات دن قلع و قمع  
 حسینان گلابی پوش۔ حصہ و حصہ کے بندے عیش و عشرت میں۔ قس کے لوگ



ہونگے بہترے عمر طبعی کو پہونچا کرے ہونگے۔ کتنے بچپن ہی میں گزر گئے ہونگے مگر ان سب  
 سے ذرا پونچھے تو سہی کہ ذیوی عیش اور لطف کے کچھ مزے بھی یاد ہیں۔ وہ شب ماہ کی  
 دغیر میان وہ نسیم سحر کی عطر بیزبان وہ سبزہ کے لعلے وہ پہونکی تھک وہ اجاب کے جگٹے  
 وہ حسن و عشق کے چرچے۔ وہ دولت کے کیل۔ وہ سامان آرایش۔ ان سب کی یاد کچھ دل  
 میں باقی ہی ہے۔ مگر ہم تو جانتے ہیں کہ کچھ بھی نہیں اب تو وہ دنیا کے تمام سود و زیان سے  
 قطع تعلق کر کے ایک اطمینان کے ساتھ اپنی اپنی قبر دن میں لیٹے ہوئے ہیں۔ یہ خیال اکثر اوقات  
 دل بیتاب میں او بھن پیدا کرتا ہے کہ خدا جانے ان ہمانان عدم پر کیا گذرتی ہوگی۔ ان یوفاد  
 نے یاران وطن سے قطع تعلق کر کے کچھ ایسی خاموشی کی وضع اختیار کر لی ہے کہ انکے سر پر  
 لاکھ غل مچاؤ چھتے چھتے حرم جاؤ مگر یہ بات تک نہیں پونچتے اس غریب بوڑھیا کو دیکھو کہ ایک  
 ننھی سی قبر پر کھڑی ہوئی کیسی دیوانہ دار بائیں کر رہی ہے اس بہرہ پر کہ اسکا معصوم جگر گوشہ  
 ہی اس کے جواب میں ہاں یا نہیں کچھ کہے گا۔ مگر نہیں ہرگز نہیں وہ لب تک نہیں ہلاتا۔ یہاں سامنے  
 مٹی کا اور تازہ ڈبیر ہی ہے جس کے سر ہانے ایک بیکس جوان عورت اپنے بہرہ کو لے  
 ماتھوں کی چوڑیاں توڑ رہی ہے۔ یہ ایک بیکس بیوہ ہے جو اپنے جوانا مرگ شوہر کی قبر پر پھول  
 چڑھانے آئی ہے اور اب اس امید پر بیٹھی ہوئی ہے کہ شاید بیوفا اسکی اس خدمت سے خوش  
 ہو کر اور ذرا قبر سے باہر اسکی ڈھارس تو باندھ جائے مگر افسوس کہ وہ کروٹ تک نہیں لیتا

کچھ ایسے سوئے ہیں سوئیوالے کہ جاگنا حشر تک نہیں ہے

افسوس یہاں حضرات انسان کی زندگی کا خاتمہ ہے جو دنیا میں بھیچمن دیگرے نیت کا دم بہرا  
 کرتے ہیں۔ جہانی ہے تو یہ ہے کہ ایک سرکاری مجرم جسے سزائے موت کا حکم ہوا ہو یہ حکم سنتے ہی  
 کیسازر دھڑکتا ہے اور اسکی بقیہ زندگی کا ہر لحظہ اسوقت تک کہ حکم کی تعمیل نہوے کیسی خوف  
 و ہراس کے ساتھ گزرتا ہے۔ غفلت کا یہ جھکاؤ کہ لَفْسُ ذَا قَعَةِ الْمَوْتِ کے



دن طح طح کے گناہ کر کے اپنے خالق اور بنائے جنس کا الزام گردن پر لیتے ہیں۔ کاش ہم  
لوگ اپنی آنکھوں سے غفلت کا پردہ اوٹھا کر اپنے انجام پر نظر ڈالیں اور اپنے اخلاق کی تہذیب  
کر کے اپنے بنائے جنس کے ساتھ نیکی کرنا سیکھیں اور یہ کلام عبرت انگیز اچھی طرح  
ذہن نشین رکھیں

خوب ملک روس ہو اور سر زمین طوس ہے  
اوس طرف آواز طبل اک سو صدای کوس ہے  
بل دکھاؤں تو جو قید آ زمین مجھوس ہے  
جس جگہ جان تمنا سوطح مایوس ہے  
یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیا کوس ہے  
یہ فلاطون یہ آرسطو اور یہ جالینوس ہے  
کچھ بھی انکے ساتھ غیر از حسرت و افسوس ہے

کل ہوس اسطرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے  
گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجے زندگی  
ستے ہی عبرت یہ بولی اک تاشا میں تجھے  
لے گئی یکبارگی گور غریبان کی طرف  
مردین دو تین تہا کے لگی کہنے مجھے  
یہ وہی ہینگے جو دعوائے خدائی کر گئے  
پوچھ تو ان سے کہ جاہ و شمت دنیا سے آج





# جوہر درہیان

## خشم کی مذمت اور حلم کی صفت میں

انسان کو انہی امن و عافیت اور دولت و عزت کو دشمنوں کے حملہ سے بچانے کے واسطے اکثر موقع پیش آجاتے ہیں۔ اگر انسان میں قوت غضبی نہوتی اور اس کے دل کو مقابلہ اور انتقام پر نہ آمادہ کرتی تو وہ ہرگز اس لائق نہ ہوتا کہ اپنے آپ کو دشمنوں کی ضرر رسانی سے محفوظ رکھ سکے۔ بقوت صرف انسان ہی کی ذات میں نہیں پائی جاتی بلکہ ہر جنس کے حیوان میں کم و بیش اوس کا ظور ہوتا ہے۔ غرض اکثر جانور اس قوت کو عمل میں لاتے ہیں مگر وہ اس کے حد و اندازہ کو نگاہ رکھنے کے قابل نہیں ہیں۔ اگر انسان بھی ایسا ہی عمل کرے جیسا کہ اور جانور کرتے ہیں تو وہ ایک وحشی جانور ہونے سے زیادہ رتبہ اور عزت کا سزاوار نہیں کیونکہ اس صورت میں غصہ یا تو حد اعتدال سے بڑھ جاتا ہے یا گھٹ جاتا ہے۔ غصہ کی زیادتی صبر و سکون اور حلم و وقار کو مٹاتی ہے۔ ظلم و فساد و خست۔ بے رحمی و بدگوئی، خستہ پستان اور اسی طرح کے اور کینے افعال کراتی ہے۔ اوسکی کمی دولت بے آبروی بے حیائی، غشامد غلامی نامردی کی عادتیں سکھاتی ہے۔ پس انسان کے رتبہ اور شرافت کے لائق یہ ہے کہ زیادتی اور کمی سے بچکر ایک بیچ کی راہ اختیار کرے اور اس قوت کو صحیح و مناسب موقع پر کام میں لائے اور کام میں لانے سے پہلے ہی اس کے موقع کو اور اسکی تیزی کی مقدار کو جانچ لے تا ان خرابیوں سے محفوظ رہے جو بے اعتدالی سے پیدا ہوتی ہیں۔

چونکہ غصہ کی بھلائی برائی صرف اس کے جا اور بیجا استعمال پر موقوف ہے تو ہم کو اس شے کی تلاش



رہی چاہیے جو اسکا ہیٹ استعمال سکھائے اور یہی عیب و نقصان۔ بچائے پس ایسی چیز  
جو اس قوت کو حد مناسب سے کم و بیش نہونے دے وہ صرف عقل و دانائی ہے جو تمام حیوانات کی  
نسبت انسان کے حصہ میں زیادہ آئی ہے۔

جب تک یہ قوت عقل و دانائی کی رہنمائی میں کام کرتی ہے اسوقت تک کبھی نقصان کا خطرہ نہیں اور  
ایک واجب غصہ ہے جو ہر طرح مفید ہے مگر جب اتنا غالب ہو جائے کہ آدمی کی عقل ٹھکانے نہ رہے  
تو اس سے سوائے نقصان کے کبھی فائدہ کی امید نہ کرنی چاہیے کیونکہ وہ ایک جاہلانہ اور وحشیانہ  
غصہ ہے۔ جب کوئی ایسی بات پیش آئے جو غصہ دلانے والی ہو تو غصہ کے اظہار سے پہلے اسکا  
سبب معلوم کرنا چاہیے اگر اسکا سبب تکبر۔ خود بینی۔ حرص۔ طمع۔ بخل۔ بے صبری۔ یا بیہودہ دل لگی  
ہو تو ایسے موقع پر واجب ہے کہ غصہ کو پی جاؤ اور بجائے اس کے کہ دوسرے کو دھمکاؤ خود اپنے  
ہی نفس کو سوزائیں کہ البتہ جب تحقیق ہو جاوے کہ تمکو بلا وجہ نقصان پہونچتا ہے نصیحت و نرمی کا  
اثر نہیں اور خاموشی چشم پوشی سے بھی کام نہیں چلتا تو بالضرور واجب غصہ کو عمل میں لانا چاہیے۔

واجب غصہ کے یہ معنی نہیں کہ جیسا برا معاملہ تمہارے ساتھ کسی نے کیا ہو ویسا ہی تم ہی کر دو گالی  
کے بدلے گالی دو اور ہاتھ پائی کی نوبت پہونچاؤ۔ یہ شیوہ تو عقلمندی سے بعید ہے کیونکہ اس صورت  
میں فتنہ و فساد کی زیادتی ہو جاتی ہے۔ اگر تم دشمن ہو تو ایسے موقع پر محض اپنی عقل پر بہرہ رست  
کر دو کیونکہ ممکن ہے کہ غصہ زیادہ بڑھ کے اور وہ تمہاری عقل کو مغلوب کر لے بلکہ دوسرے عقلمندوں  
بے غرض لوگوں کی عقل و دانش سے مدد لو اور اپنا معاملہ ایک لایق اور عادل شریف کو سپرد کر دو اور  
جو فیصلہ وہ تمہارے اور تمہارے مخالف کے درمیان کر دے اس پر راضی ہو جاؤ۔

غضب و غصہ حقیقت میں ایک قدرتی ہتھیار ہے جسکے وسیلے سے تم اپنا بچاؤ اور دشمن کی روک تھام نہیں  
کرتے ہو بلکہ وہ ایسی مفید قوت ہے کہ اس کے ذریعہ سے تم اپنے اور اپنے دوستوں کی اصلاح و درستی  
بھی کر سکتے ہو بشرطیکہ اسکو صحیح طور سے کام میں لاؤ۔ حاکم رعایا پر۔ استاد شاگردوں پر۔ آقا نوکر و پیر  
مان باپ فرزندوں پر غضب و غصہ کرتے ہیں مگر وہ اسی حد و انداز سے ہونا چاہیے جو انکی ہدایت



درستی و نرمی بہم در بہ است چور گزن کہ جراح و مرہم نہ است

جو لوگ غصہ در ہوتے ہیں غضب کو اپنا فخر سمجھتے ہیں اور اوسکا نام شجاعت رکھتے ہیں اور لاف زنی کرتے ہیں کہ فلان شخص نے ایک ذرا سی بات پر فلان شخص کو قتل کر کے اوسکا خانان بنا کر دیا کیا مردانگی کا کام کیا ہے کسی کو مجال بات کرنیکی نہوئی۔ اور اگر کوئی شخص کسی موقع پر درگزر کری تو اوسکو مذمت کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور اوسکا نام نامروی رکھتے ہیں۔ پس خوئے سگ کو شجاعت اور علم اخلاق کو حسب عمل اکابر سے بزدلی۔ سنتے سنتے اور لوگوں کو بھی یہی حالت سما جاتی ہے اور غضب و غصہ کی عادت کا اکثر یہی سبب ہو کر تا ہے۔

بادشاہ کو حلم اختیار کرنا واجب ہے تاکہ غصہ پیدا نہو کیونکہ بادشاہ کا غضب خدا کے قہر کا نمونہ ہے حلیم وہ ہی ہے جو ہمیشہ غضب پر غالب رہے اور حلم کے پانی سے غصہ کی آگ کو بجھا دے۔ غصہ کو روکنا انسان کا کام ہے اور مغلوب الغضب ہونا حیوان کی خصلت ہے۔ اور تمام جہان کا پہلوان نزدیک عاقلوں کے وہ شخص ہے کہ بروقت غصہ کے نفس امارہ کو مغلوب اور عقل کو غالب کرے

طے موزی کو مارا نفس امارہ کو گراما پلنگ و اثر دہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

حکم اگرچہ خوب چیز ہے لیکن کسی مقام پر غضب سے بھی برا ہے مثلاً اہل جرم کی بے ادبی اور گستاخی پر حکم کرنا عقلاً و شرعاً منع ہے اور برا ہے پس انسان کو حق مقام کا خیال ضرور چاہیے

جائے گل گل باش و جائے خار خار

دیر بزر چہر کا قول حکم کے معنی میں ایک دلچسپ لطیفہ ہے یعنی نوشیر ان نے بزر چہر سے پوچھا کہ حکم کیا ہے۔ کہا حکم تہذیب اخلاق میں ایسا ہے جیسا کہانے میں نک یعنی بغیر حکم کے اخلاق پیکا ہے۔ اور حکم کے حرف اگر پلٹے جا دیں تو لفظ تلخ بنتا ہے اور تلخ عربی میں نک کو کہتے ہیں۔ پس بغیر نک کے کہنا پیکا رہتا ہے۔ حکیم بزر چہر کا قول ہے کہ حکیم کی تین نشانیاں ہیں۔ اول یہ کہ گڑی

بات کا بیٹھا جواب دینا یا ہرانی کے بدلے بھلائی کرنا رباعی



سہ جو کاٹے او سے ٹم بختے

یہ صرف سے ملا ہے گو ہر علم

دوسرے غضب کے جوش میں چپ رہنا جیسا کہ عقل نے غصہ کا علاج خاموشی سے کیا ہے تیسرے غصہ نکرنا اور شخص خاص پر جو لائق مزا کے ہو۔

### علاج چشم

غصہ دور کر چکی یہ تدبیر ہے کہ غصہ کے وقت فوراً سرد پانی نوش کر لے یا جھٹ پٹ دھری طرف طبیعت کو متوجہ کر دے مثلاً اگر لکنتا ہے کتاب دیکھنے لگے۔ غرض غصہ کے رفع کرنے میں تفریق توجہ کو دخل ہے چنانچہ غصہ کے وقت ایک شغل سے دوسرے میں مصروف ہونے سے غضب فرو ہو جاتا ہے اور تو سے اولاً یعنی ننانوے اثنانویس اسی طرح ایک تک شمار کرنا بھی یہی خاصیت رکھتا ہے پس اس قسم کے شمار کرنے کی تاثیر تغیر توجہ نہیں شمار کرنا چاہئے اور تصور پلٹنے سے کیفیت حال انسان بھی بدلتی ہے چنانچہ توپ کے سر ہونے کے وقت جو او سکی آواز کی طرف خیال کیا جائے تو اس زور شور کی معلوم ہوتی ہے کہ ناگوار گندنی ہے لیکن اگر اسی مقام پر کسی اور چیز کی طرف طبیعت کو مصروف کر دیا جاوے اور آواز کی طرف سے توجہ اوٹھالیا جاوے تو وہ اس قدر شدت اور زور کی نہیں معلوم ہوتی۔ اس سے ثابت ہے کہ توجہ اور خیال کو ایک حال کے رفع اور دوسری کیفیت کے پیدا کر دینے میں دخل ہے پس جب بحالت غضب خیال دوسری طرف جاتا ہے تو کیفیت غضب کی بوجہ پیدا ہو جانے دوسری کیفیت کے فرو ہو جاتی ہے چنانچہ تصدیق اس کی روایت ذیل سے ہوتی ہے۔

حکایت - بابا امرتی داس کے سامنے ایک بڑا نامی فقیر شہر لکھنؤ میں تھا اور کہی کسی نے

اسے غصہ کرتے نہیں دیکھا کسی عورت نے اس امیر سے کہ اسکی دعا کی برکت سے اس کے خاوند کا غصہ

جاتا ہے اس نے شوہر کی شکایت پیش کی اس عاقل فقیر نے معلوم کیا کہ یہ عورت غصہ کے جوش میں

خاوند سے تکرار کیا کرتی ہے اس واسطے ایک پرچہ کاغذ کا موم میں لپیٹ کر تعویذ بنا دیا اور کہا کہ جب تیرا شوہر

تجھ سے آزر دہ ہو تو اس تعویذ کو منہ میں رکھ کر جہانک ہو سکے ڈاڑھ سے دباتی جائیو تیرے خاوند کا غصہ

جاتا رہیگا۔ عورت نے جب بڑے اعتقاد سے تعمیل کی تو منہ بند ہونے کے سبب سے بدکلامی نہ کر سکی



بلکہ بالکل چپ ہو لی تب اس کے شوہر کا ملاں جو اس کے بیہودہ کلام سے ہونا تھا رفع ہو گیا۔ نکتہ کیسے برا  
 کہنے پر برا ماننا ناروا ہے کیونکہ تو اگر اس کی گفتار کا سنو اور ہے تو پہ کیا تکرار ہے اور اگر تو برائی سے برکنار  
 ہے تو وہ کذاب خود خوار و بے اعتبار ہے قطعاً

ہے برا وہ کہ جو ٹھیکو بُرا جانتا ہے  
 کیون برا کہنے سے اس کے تو برا ماننا ہے

تو ہٹا ہے تو بُرا ہو نہیں سکتا اسے ذوق  
 اور اگر تو ہی بُرا ہے تو وہ سچ کہتا ہے

حکمت۔ علم علم کی زینت ہے جیسے علم انسان کی۔





# چوسو لوہان

## فوائد خاموشی میں

خاموشی کی فضیلت اس سبب سے ہے کہ آفت زیادہ گولی کی بہت بڑی ہوتی ہے اکثر زبان سے کلمات ناگفتنی لکھتے ہیں اور دشمن کی نظر کلام بد پر رہتی ہے اور بحالت خاموشی اس آفت سے پناہ حاصل ہوتی ہے۔ جانتا چاہیے کہ بات چار قسم کی ہوتی ہے۔ ایک ایسی کہ اوسمین بالکل ضرر دہکری وہ کہ اوسمین منفعت بھی ہو اور ضرر بھی۔ دوسری وہ کہ نہ اوسمین کچھ فائدہ ہو نہ نقصان ایسی بات فضول ہے اور اسکا نقصان یہی ہے کہ وقت مفت میں ضائع ہوتا ہے۔ چوتھی ایسی کہ بالکل منفعت ہے۔ پس ایسی بات میں سے تین حصہ نہ کہنا چاہیے اور ایک حصہ کہنا چاہیے اور اکثر زیادہ بولنے میں اتفاق تردید کلام لوگوں کا ہو جاتا ہے اس سے بڑی آفت برپا ہوتی ہے کیونکہ کسی کی بات کو یہ کہنا کہ اسطرح نہیں ہے اسطرح ہے یہ معنی رکھتا ہے کہ تو احمق اور نادان اور دروغ گو ہے اور میں زیرک و راست گو۔ اس صورت میں اکثر ثوبت تکرار و فساد کی پہونچ جاتی ہے جو بہت بولتا ہے وہ ذلیل۔ اور کم سخن ممتاز ہوتا ہے۔ زیادہ گولی سے خوف دروغ گو ہو جاتا ہے عقل کے چڑھنے سے آدمی کم سخن ہوتا ہے۔ خاموشی فاضل اور جاہل دونوں کے حق میں مفید ہے فاضل کے وفرد ہیبت کی افزونی کا باعث اور جاہل کے عیب و نقص پوشیدہ رہنے کا سبب ہے۔ غرض سب قباحتیں زبان کی بدولت پیدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ انسان کے جسم میں سب



ہے اور اسی وجہ سے قید خانہ جاتا ہے۔ ہندی کی ایک مثل ہے کہ باتن ہاتھی پاسیے اور باتن ہاتھی  
 پائے۔ جب تک آدمی کی زبان سے کوئی بات نہیں نکلتی اسکا عیب و تہ نہیں معلوم ہوتا۔ زبان  
 سے طیب علالت جسمانی دریافت کرتے ہیں اور اسی زبان سے حکیم قباحہ نفسانی شناخت  
 کر لیتے ہیں۔ پس زبان کی پاسبانی سے مشکل پاسبانی ہے۔ کہتے ہیں سکوت میں سلامتی  
 ہے اور سلامتی میں نجات۔ اس واسطے بات اس وقت کہنا خوب ہے جب نہ کہنے میں مضرت ہو  
 اتفاق سے دربار نوشیروان میں ایک بار قیصر روم و خاقان چین و  
 راجہ ہندوستان جمع ہوئے۔ مجمع سلاطین میں اس باب میں جو تقریر و پذیر  
 پیش آئی وہ یہ ہے کہ نوشیروان نے فرمایا ایسا مجمع ہونا اتفاقیہ ہے۔ اب ہر شخص  
 ایک ایک بات کہے کہ بادشاہوں کے سخن کلاموں کے بادشاہ ہوتے ہیں۔ یہ مجمع متفرق ہو جائیگا  
 اور بائیں صفحہ روزگار پر یا دیگر ہجائینگلی۔ سب نے پہلے کے سے درخواست کی۔ نوشیروان  
 نے کہا کہ میں سخن ناگفتہ سے ہرگز پشیمان نہیں ہوا اور سخنان گفتہ سے نادم ہوا ہوں۔ قیصر نے  
 فرمایا کہ جو بات میں نے نہیں کہی ہے اسے کہہ سکتا ہوں اور جو کہی ہے اس پر قادر نہیں  
 ہو سکتا یعنی بے کسی بات پر اختیار ہے جب چاہیں کہیں اور کہی ہوئی بات پر نہیں سکتی ہے  
 خاقان چین نے بیان کیا کہ جب تک میں سخن نہیں کہتا وہ میرا زبردست ہے اور میں اس پر  
 غالب اور جب کہد یا میں اسکا زبردست اور وہ مجھ پر زبردست یعنی بے کسی بات کو چاہیں  
 جس پر یہ مناسب میں کر کے کہیں اور جب کہد ی تو پہر اس پر اپنا کچھ اختیار نہیں رہتا۔ راجہ  
 ہندوستان نے اپنی رائے بیان کی کہ جو کلمہ زبان سے نکلتا ہے یا معرض صواب  
 میں ہوتا ہے یا معرض خطا میں۔ اگر صواب ہے تو جب تک اس پر اپنا عمل نہ ہو قابل اعتماد نہ ہوگا  
 اور اگر خطا ہے تو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ پس دونوں صورتوں میں خاموشی اولیٰ تر ہے۔



مقولہ ہے کہ زبان ایک ہے گویا اور لب دو ہیں خاموش۔ پس گفتگو اور خاموشی میں ایک دو کی نسبت کا لحاظ رکھے۔ رباعی

بات مت کہہ سوائے مطلب کے	چونہ پونچمین نکال مت لب سے
کان تیرے ہیں دو زبان ہے ایک	اسلئے ڈوسن ایک کہہ سب سے

واضح ہو کہ گناہ کرنے میں تو دیر بھی لگتی ہے اور پہلے سے اس کی تجویز بھی کی جاتی ہے لیکن بات کہنے میں کچھ تاخیر نہیں ہوتی۔ الفاظ نیک و بد دفعۃً زبان سے نکل جاتے ہیں۔ زبان کو لگام دینا بہت مشکل اور استقلال کا کام ہے جو شخص زبان سے کسی کو تکلیف نہیں دیتا وہ زمرہ کا ملین میں سمجھا جاتا ہے اور ایسے ہی شخص اپنے نفس پر قادر سمجھے جاتے ہیں۔ بہت آدمی بے سوچے سمجھے جو کچھ دلیں آتا ہے کہہ بیٹھے ہیں اور نہیں جانتے کہ اس کلام سے انجام کار کیا ضرر ہوگا۔ حضرت داؤدؑ کی التجا جو کہ جناب باری میں کی تھی در زبان رکنا چاہیے کہ اے خداوند جل وعلیٰ میرے دوہیں پر مٹھ خاموشی کی لگا دے تاکہ بے موقع نہ کشادہ ہو۔ شیخ سعدیؒ کا قول ہے کہ دو باتیں حماقت کی ہیں۔ ایک بات کہنے کے وقت چپ رہنا۔ دوسرے چپ رہنے کے مقام پر بولنا۔ حکیم نیر حمہؒ نے کہا ہے کہ میں نے اپنے استاد سے پوچھا کہ خلقت میں عقیل تر کون ہے کہا کہ گواوریت جاننے والا اور یہ بھی فرمایا کہ جہاں سخن خوب و کلام خوش اسلوب کی بے قدری ہو وہاں خاموشی بہ نسبت کلام کے بدرجہا بہتر۔ حکایت۔ ایک روز گلاب اور سیوتی نام دو لڑکیاں بیٹھی ہوئیں۔ سیر کتاب کر رہی تھیں اوسمیں لکھا ہوا تھا کہ بہتوں کو خدا نے ایسا انعام دیا ہے کہ ان کے منہ سے پھول جھڑتے ہیں اور بہتوں کو ایسی سزا دی ہے کہ منہ سے سانپ بچھو نکلتے ہیں۔ سیوتی بولی یہ سانپ اور بچھو کیسے کہ جو منہ سے نکلیں۔ گلاب نے جواب دیا کہ ایسے دنیا میں کم آدمی ہیں جنکے منہ سے سانپ اور بچھو نکلا کریں۔ ہمارے تمہارے منہ سے بھی دن بہ دن سو پچاس مرتبہ سانپ بچھو نکل آتے ہیں۔ گلاب سیوتی سے خفا ہو کر بولی کہ بہن تمہارے



سے سانپ اور بچہ نکلتے جاوین گے مین ایک کاغذ پر قلمبند کرتی جاؤنگی۔ گلاب نے پنسل اور پچھلے کاغذ  
 کا اڑھا کر سیوتی کے ہاتھ میں دیا۔ سیوتی نے مسکرا کر کہا کاغذ بہت چھوٹا ہے۔ گلاب بولی  
 کہ ایسے کتنے سانپ اور بچہ میرے منہ سے نکلیں گے سوائے اسکے کل تو مین گھر میں بہت تھوڑا  
 رہونگی۔ چچا کے ساتھ میلادیکھنے جاؤنگی بشرطیکہ مینہ نہ برے کیا تمہاری دانت مین کل مینہ برے گا۔  
 سیوتی نے جواب دیا یہ کون بتلا سکتا ہے لیکن سامان تو مینہ کا نظر آتا ہے۔ اڑھکر باہر چو دیکھا تو  
 آسمان پر گٹا ہر طرف چھا گئی اور مینہ موسلا دھار برس رہا ہے کیسٹرف کھلنے کا طور دکھائی نہیں دیتا  
 بے اختیار گلاب کے منہ سے نکلا کہ کبخت مینہ کبھی نہ کھلے گا جس روز مجھے میلے جانا ہوگا اوسی روز  
 برے گا۔ سیوتی نے فوراً کاغذ پر درج کیا کہ یہ الفاظ بے انصافی بیوقوفی اور بے صبری کے  
 ہیں۔ جب دونوں بنین کپڑے پہنکر دیوانخانے میں آئیں اونکا بھائی چلا اڑھنا کہ واہ کیا خوب مینہ  
 برس رہا ہے اب ہمارے پھولوں کے بیج جو باغ میں بوئے ہیں جٹ پٹ اوگ اویگے۔ گلاب  
 بولی تمہارے بیج جہنم میں جاوین ہمارا تو اس مینہ نے بالکل سیلا کھو دیا۔ سیوتی نے لکھا کہ یہ الفاظ  
 تنگدلی اور خود غرضی کے ہیں۔ اونکا بھائی بولا تب تو آج زردوزی پوشاک پہننے سے محروم رہیں۔  
 گلاب نے کہا مین ایسی پوشاک کو مطلق خاطر مین نہیں لاتی اور منہ پہیر لیا۔ سیوتی نے لکھا کہ  
 یہ الفاظ مباغہ کے ہیں۔ اونکا بھائی پہر بولا کہ گلاب اب تم بار بار آسمان کو نہ دیکھو اور میلے سے ہاتھ  
 دھوؤ یہ مینہ کل تک نہیں کھلیگا۔ گلاب جھنجلائی اور چلا کر پکاری کہ یہ چھاتی جلا۔ نے والا لڑکا کمان  
 سے یہاں آیا اور کیوں اسنے میرے زخم پر نمک چھڑکا۔ سیوتی نے لکھا کہ یہ الفاظ غصہ اور غضب  
 کے ہیں۔ سیوتی دوسرا کاغذ ڈھونڈنے لگی۔ گلاب نے پوچھا کیا ڈھونڈتی ہو اسنے کہا اب  
 اس پرچہ کاغذ میں زیادہ لکھنے کی جگہ باقی نہ رہی دوسرا پرچہ ڈھونڈتی ہوں۔ گلاب گھبرائی اور بولی کہ  
 مین ابھی دو گھڑی دن ہی نہیں چڑھا ہے دیکھو تو سہی میرے مونہ سے کون سے سانپ اور بچہ



ایسی راہ سے چلوں گا جس میں میری زبان کچھ گناہ نہ کرے اور منہ میں لگام نہ لگا۔ حکایت - نوشیروان  
 بادشاہ نے اپنے وزیر بزرجمش کو قید کیا اور ایک روٹی جو کی اور ایک کوزہ پانی کا روز مقرر کر کے  
 ایک مکان تنگ و تاریک میں اسکو ہٹکڑی اور بٹری ڈال کر بند کر دیا اور پاس بانوں کو حکم دیا کہ جو بات اسکو  
 منہ سے نکلے حرف بادشاہ کو سنا دیں وزیر مدتوں قید خانہ میں رہا اور آپ ہی آپ صبر سکت نہی  
 کہتا رہا یعنی جو خاموش رہا وہ محفوظ رہا۔ بادشاہ نے مقربوں کو اس کے پاس بھیجا کہ کچھ اس سے گفتگو کریں  
 اور جو کچھ جواب دے وہ آکر عرض کریں۔ لوگوں نے جا کر پوچھا کہ اسے حکیم ایسے واقعہ سخت و شدید میں  
 رنگ درود اور جسم کی قوت نجمہ میں برقرار ہے اور مطلق ضعف و تغیر کسی بات میں نہیں ہوا۔ جواب دیا کہ میں  
 ایک جوارش چمہ خلط سے طیار کی ہے اور میں سے ہر روز کتا مار رہتا ہوں۔ اس بات کو سن کر سب نے کلمہ وہ  
 دوا لکھو ہی تا مبادا کہی اتفاق ایسی صعوبت کا ہو یا کوئی دوست مبتلا ہو تو کام آوے۔ کما خلط اول  
 عقبت سے فضل حق تعالیٰ پر کہ ہر حال میں بیکسون کی دستگیری کرتا ہے۔ خلط و یوم علم یعنی جانتا چاہیے  
 کہ جو کچھ تقدیر میں ہے ضرور ہوگا۔ اضطراب سود مند نہیں ہے۔ خلط سو حکیم یہ جانتا کہ صبر سب دواؤں سے  
 بہتر ہے مضطرب اسکو وسیلہ شفا کرے۔ خلط چہارم یہ کہ اگر میں صبر نہ کروں تو پہر کیا جیلہ کروں جو اس  
 سختی سے خلاص ہو۔ خلط پنجم یہ کہ میں سوچتا تھا کہ کوئی بلا اس سے سخت زیادہ نہ آئے۔ خلط ششم یہ کہ  
 میں امید کرتا ہوں کہ ساعت بساعت مجھ کو راحت و خوشی حاصل ہوگی۔





# چوتراہوان

صدق دیا نٹ امانت کی تعریف اور مذمت

دروغ مین

صدق و خلوص مین تمام تر فوائد ہین اگر نمائش کسی شے کی کسی بات کی واسطے بیکار آمد ہو تو صداقت و اصلیت خوب تر ہے کیونکہ جو کوئی شخص مکر کرتا ہے یعنی وہ بات دکھاتا ہے کہ جو اوس مین نہیں ہے تو واسطے کہ وہ اون اوصاف کو حاصل کرنا جنکو بناوٹ سے دکھاتا ہے اچھا سمجھتا ہے۔ چونکہ مکر و فریب کسی اہل و صف کی بناوٹ کو کہتے ہین۔ پس بہتر طریق انسان کی واسطے یہ ہے کہ اپنے تئیں جو کچھ ظاہر کرے فی الحقیقت ویسا بن بھی جاوے۔ علاوہ اسکے کسی وصف کی بناوٹ کرنا اویس قدر دشوار ہے جس قدر اوسکا حاصل کرنا اور اگر کسی شخص کو وہ صفت حاصل نہیں ہے تو غالباً آشکارا ہو جاوے گا کہ وہ اوس سے محروم ہے پس اوسوقت سب اوسکی محنت اوس صفت سے موصوف ہو چکی بناوٹ کر نیکی ضائع ہو جائیگی۔ فریب و مصلحتی چیز ہے کہ پرکھنے والی آنکھ باسانی خوبی کی نسبت اوسکا فرق معلوم کر سکتی ہے کسی قسم کی وضع بدلتا اور صحت تک اوسکا بننا ہنما مشکل ہے۔ کیونکہ جہاں اصلیت مین صداقت نہیں ہے تو کیفیت اہلی کسی نہ کہیں کھل چڑے گی۔ پس اگر کوئی شخص نیک معلوم ہونا اچھا جانتا ہے تو اوسکو دیبا بن بھی جانا چاہیے اور



جو ہماری نیت کو دیکھتا ہے ہر طرح خلوص سچی دانائی ہے۔ مخصوص معاملات دنیا کی واسطے راستبازی  
کے منافع مصنوعی طریقہ دغا و مکر سے بڑھ کر ہیں۔ صدق بہت صاف و آسان۔ بہت محفوظ اور امن کی راہ  
معاملہ داری کی واسطے اس دنیا میں ہے۔ اور سین تکلیف و دقت پہنچ و دشواری ضرور و خطر کم ہے وہ  
قریب و مختصر راہ ہماری منزل مقصود کی ہے اور ہم کو مطلب پر سید ہے راستہ سے پہونچاتی ہے اور سب  
سے زیادہ دیر تک قائم رہیگی۔ فریب و مکر کی بناوٹ ضعیف اور اوسکے کرنیوالوں کے کم بکار آمد ہو جاتی ہے  
اور راستبازی جو کام میں آوے توں توں قوت پاتی ہے اور جتنا جتنا کوئی اوسکو کام میں  
لاوے اتنا ہی اتنا زیادہ وہ اوسکی نیکنامی کی تصدیق اور اون لوگوں کی دلجمعی کر کے کہ جنکے دہین  
یہ اپنا اعتبار چاہا جاتا ہے اوسکا کام دیتی ہے جسکی منفعت کار و بار و معاملہ زیست میں بیان سے  
باہر ہے۔ جہاں آدمی کو ہمیشہ اپنی پاس بانی بڑی ہوشیاری سے کرنا پڑتی ہے کہ اپنی بناوٹ کے خلاف  
کوئی حرکت نہ کرے کیونکہ وہ ایک مصنوعی فعل کرتا ہے اسواسطے برابر خیال اپنے افعال کا اوسکو رکھنا چاہیے  
اور جو راست کرداری سے چلتا ہے اوسکو اس دنیا میں آسانی ہے کیونکہ وہ اصلیت کا پیرو ہے اور اس  
سبب اوسکو اپنے قول و فعل کی نسبت کوئی دقت و اندیشہ نہیں ہے اوسکو پیشتر یا آخر کو کسی امر کی نسبت  
جوا دے کیا یا کہا ہو کسی حیلہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر یا کاری کار و بار میں بہت تکلیف دہ ہے  
ریا کاری کو اتنی باتیں کرنی پڑتی ہیں کہ اوسکی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ دروغ گو کو حافظہ کی ضرورت ہے کہ  
مبادا وہ کسی وقت اپنی کسی وقت کی کسی ہونی بات کے برعکس کہنے لگے۔ مگر راست بذات خود قائم ہے اور  
اوسکی مدد کے لئے کسی شے کی ضرورت نہیں ہے وہ ہمیشہ قریب ہے اور ہماری زبان پر طیار ہے مگر  
دروغ بہت ایذا رسان ہے اور بہت سی چیزیں اوسکی رونق کیواسطے درکار ہیں۔ راستی ایک عمدہ آلہ  
عجالت کارروائی کے لئے ہے اوس سے اعتبار اونکے دل میں چننے ہم معاملہ رکھتے ہیں پیدا ہوتا ہے  
بہت سی تلاش کی تکلیف نہیں کرنا پڑتی ہے اور تھوڑے سے الفاظ میں کام ہو جاتا ہے۔ وہ مثل ایک  
پختہ صاف شکر پر چلنے کے ہے کہ جس سے آدمی رہنمائی گاہ میں گم نہ ہو کہ جس سے آدمی راستہ سے گم نہ ہو



سر پر جلدی پہنچا ہے۔ اس صبر و آرام و دریا میں حیا لیا جاوے وہ لذت جانا ہے مگر تکلیف دہ  
 دانی ہے کیونکہ اوس سے ہمیشہ بے اعتباری ہوتی ہے کہ اگر آدمی پہر سچ بھی بولے تو اوس کا اعتبار  
 نہیں ہوتا۔ جب آدمی کی راست کردار کی ٹیکنامی پر ایک مرتبہ حرف آیا تو پہر اوس کا عیوض راست یا دروغ کسی سے  
 ممکن نہیں ہے۔ **سقا** لفظ حکیم سے بوجہ کہ انسان کو جھوٹ بولنے سے کیا حاصل ہوتا ہے  
 جواب دیا کہ اگر پہر سچ بھی بولے تو اوس کی بات جھوٹی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ اوس کی نظیر میں ایک حکایت  
 لکھی جاتی ہے۔ **حکایت**۔ ایک گھوڑیہ کا لڑکا کسی گاؤں کے قریب بھیڑ میں چرایا کرتا تھا اور  
 اکثر اوقات نہی سے چلا یا کرتا کہ بھیڑ یا بھیڑ یا دو تین بار اوس کا جھوٹ چل گیا۔ گاؤں کے لوگ اوس کی رو  
 کو دھڑے دیکھا کہ کچھ نہیں لڑکا نہیں رہا ہے۔ آخر کو ایک روز واقعی بھیڑ یا آ پہنچا اور وہ لڑکا  
 سچائی سے ابکی بار اوس کی طرح پکارا مگر لوگوں نے اوس کا معمولی کیل جان کر خیال ہی نہ کیا اور بھیڑ یا بھیڑ  
 کو توڑ گیا۔ اکثر آدمی جھوٹ بولنے میں کچھ عیب نہیں سمجھتے کیونکہ اول کا قول ہے کہ ہم کیسے ستانے کے  
 لئے نہیں بولتے یہ محض اوس کی غلطی ہے۔ انسان کو کی طرح جھوٹ بولنا شایان نہیں کاذب ہمیشہ  
 ملعون رہتا ہے۔ خدا ہمیشہ سچ پسند کرتا ہے اور جھوٹہ سے نفرت رکھتا ہے۔ صدق کا ثمرہ  
 عزت اور مکر کا انجام ذلت ہے۔ مکر کتنی عزت بناوے رہے آخر کار خوار ہوتا ہے۔ جھوٹہ وہ  
 کہوٹہ ہے کہ جس سے آدمی کی نقد شرافت کو بٹا لگتا ہے اور بالفرض جھوٹہ بولنے میں خوف عذاب اور  
 سچ میں امید ثواب نہ ہوتی تو بھی انسان کو جھوٹہ سے پرہیز چاہیے تھا۔ کیونکہ اوس سے آدمی خوار و بے اعتبار  
 ہو جاتا ہے۔ بہر حال جھوٹہ سے بچنا خاص طریقہ راستی ہے اور حقیقت میں جھوٹہ جھوٹہ اور سچ سچ ہے  
 صداقت دل کا سرور اور راستبازی اصل خوشی کا سچا دستور ہے۔ اور راستی وہ سیدھا طریقہ ہے کہ جس پر  
 چلنے سے آدمی کبھی خطا نہیں کھاتا اور اپنی سچائی سے سب کی نظروں میں ممتاز اور مقرب و دیانت اور امانت  
 سے سرفراز رہتا ہے۔ سمجھنا چاہیے کہ اس سے بڑھ کر اور کونسی عزت اور خوشی کی بات ہے کہ آدمی آپ  
 جھوٹہ کے وبال سے بچے اور دوسروں کی نظروں میں معتبر و معتمد ہے۔ سچائی سے صرف یہ ہی ملز نہیں  
 ہے کہ آدمی کا دل کا سرور اور راستبازی اصل خوشی کا سچا دستور ہے۔ اور راستی وہ سیدھا طریقہ ہے کہ جس پر



۱۔ بات کی سچائی یہ ہے کہ انسان کسی امر کو اوسط طور سے ظاہر کرے جیسا کہ اس کے علم و یقین میں ہے۔ اگر وہ اپنے علم و یقین کے خلاف ظاہر کرتا ہے تو وہ کذب و ناراستی یا جوڑ بھٹکا کا مرتکب ہوتا ہے۔ پس آدمی کو چاہئے کہ کسی قسم کی دروغ گوئی نہ کرے۔ نہ تو خبر کے بیان میں جو ماضی و حال کے متعلق ہو اور نہ وعدہ میں جو مستقبل سے منسوب ہو بلکہ بیانشک تاکید کی گئی ہے کہ چھوٹے بچوں کے بہلانے یا کسی کام پر رضا مند کرنے یا مکتب پیمنے کی غرض سے جو وعدے اوکے والدین یا مربی کریں اور انکو ضرور وفا کرنا چاہیے ورنہ وہ باتوں کا اندیشہ ہے ایک تو وعدہ کرنے والے کے دل میں کجی و ناراستی پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے بچوں کو جو بھٹکا کی تعلیم۔ یعنی وہ بھی اس نظیر کی تقلید و پیروی کر لگا اور دروغ گوئی اور وعدہ خلافی کو ایک معمولی بات سمجھ لگا۔ غرض بات کی سچائی کا کمال یہ ہے کہ ایسے کلام سے بھی پرہیز کرے جو ذمہ داری ہو اور سستے والے کو دھوکے میں ڈالے یعنی شکم کے نزدیک اس کے معنی کچھ اور ہوں اور سامع کچھ اور سمجھ جائے۔

۲۔ اگر ایسا موقع آئے جہاں سچ بولنا مصلحت کے خلاف ہو تو مناسب یہ ہے کہ رمز و کنایہ سے بات کرے یا جواب دینے سے انکار کرے۔ صریح جوڑ بھٹکا ہرگز نہ بولے کیونکہ جب زبان سے ناراست بات نکلتی ہے تو دل کی راستی اور صفائی میں خلل واقع ہوتا ہے۔

۳۔ نیت کی سچائی یہ ہے کہ انسان جس کام کا قصد کرے خلوص کے ساتھ کرے اور سین خود غرضی فریب یا ریا کا لگاؤ نہ ہو۔ مثلاً کوئی شخص خیرات کر نیکار ارادہ کرے اور اس کے دل میں یہ بھی خیال ہو کہ ایسا کرنے سے میری ناموری ہوگی تو وہ نیت کا سچا نہیں ہے کیونکہ یہ ارادہ اس نے دوسرے کوئی فائدہ رسائی کے واسطے نہیں کیا بلکہ اپنی ناموری کی غرض سے کیا ہے۔

۴۔ ایک ارادہ کی سچائی یہ ہے کہ انسان جب کسی کام کا ارادہ کرے تو خچنگی کے ساتھ کرے اور سین ضعف۔ تدبیب۔ دودلی نہ ہو۔ مثلاً ایک شخص نے ارادہ کیا کہ اس کو اپنی سالانہ آمدنی سے ہزار



۵۔ عہد کی سچائی یہ ہے کہ انسان نے جس کام کے پورا کرنے کا عہد کیا حتی المقدور اوس میں کوشش کرے اور جب تک اپنے عہد کو وفانہ کر لے سعی و کوشش سے باز نہ رہے۔

۶۔ عمل کی سچائی یہ ہے کہ انسان اپنے کاموں میں تکلف اور بناوٹ نہ کرے اپنی حالت کو اور دنیا کی نظر میں ایسے نہ دکھاوے جیسے کہ حقیقت میں نہیں ہے۔ مثلاً کوئی شخص عالم نہ ہو اور عالموں کی سی طرز و روش اس غرض سے اختیار کرے کہ وہ لوگوں کے نزدیک عالم سمجھا جائے تو ایسا شخص گویا زبان سے جو بڑھ نہیں بولتا مگر عملاً کاذب ہے۔ ع

کر وہی ظاہر کہ ہے جو کچھ کہ تو

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سب خرابیاں پہلے گناہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگر ہم پہلے ہی جو بڑھ کو روکیں تو اور آئندہ کے جو بڑھ رک سکتے ہیں۔ اگر پہلے دفعہ کوئی لفظ بد زبان سے نہ نکالیں تو آئندہ کو بھی بری بات ہمارے منہ سے نہ نکلیگی۔ چنانچہ ایک تذکرہ جس سے اس کلام کی تصدیق ہوتی ہے یہاں درج ہے۔ حکایت۔ ایک لڑکا جمیس نامی کسی سوداگر کے یہاں نوکرتا اور بہ سبب اپنی دیانت کے ابتدائیں آقا کی نظر میں بہت عزیز تھا۔ ایک روز جمیس کسی اپنے ملاقاتی کے مکان پر گیا اوسنے براہ اتحاد ایک گلاس شراب کا تواضع کیا۔ دوسرے روز وہ شخص جمیس کے مکان پر آیا اوسوقت اوسکا آقا موجود نہ تھا جمیس نے بھی ایک ساغر شراب کا اوس دوست کے آگے رکھا مگر جلدی میں جس پیے سے شراب نکالی تھی اوسکا سنہ اچھی طرح سے بند نہ کیا۔ تھوڑی تھوڑی شراب اوس سے ٹپکتی رہی۔ سوداگر جو اوس طرف ہو کر نظارہ کیفیت دیکھ کر جمیس سے پوچھنے لگا کہ کیا تم نے اس پیے کو کھولا تھا جمیس پہلے تو کچھ روکا اور پھر جواب دیا کہ نہیں صاحب۔ اوسکے آقا کو اس جواب سے شک ہوا خاموش ہو رہا۔ دوسرے روز وہ دوست جمیس کا آیا اور اوسکے آقا سے کہا کہ جس شراب میں سے کل جمیس نے مجھ کو ایک ساغر پلایا تھا اوسی قسم کا ایک پیپا مجھ کو درکار ہے اگر بقیہ دوسرے روز لاؤ۔ جمیس نے کہا کہ آقا صاحب۔ کس طرف دیکھنے لگا۔ جمیس نے یہاں اپنے دوست



اس بات کو اس شرط پر قبول کیا کہ وہ اسکی دعوت بڑی تکلف کے ساتھ کرے جس نے قرض لیکر  
 دعوت کی۔ اور سوداگر کی دوکان کے روپیہ میں سے روپیہ چاکر قرضہ ادا کیا۔ بعد دعوت کے ایک روز  
 اس کے دوست نے جمیس کو جو کیلئے کو بلایا اور اس نے پہلے تو انکار کیا لیکن پہرہ خیال کیا کہ شاید جوئے  
 کے فائدے سے چرایا ہو اور روپیہ ادا ہو جاوے۔ دوست کے یہاں جا کر جو کیلئے لگا اور جو روپیہ دوکان  
 کا لیکیا تھا وہ سب ہار گیا۔ غرض ہوشہ اسی امید پر کہ شاید ابکی بار حبت جاؤں اور کل روپیہ دوکان کا پورا  
 کر سکوں جو کیلئے ہارے اور ہار تار ہا یہاں تک کہ سوداگر کی دوکان کا روپیہ بالکل ہار گیا بعدہ اسکو گرفتاری  
 کا خوف ہوا اور اس سے بچنے کیواسطے اس نے آقا کا پانچ سو روپیہ اور جو صندوق میں بند تھا چورایا  
 کہ اس سے جو کیلئے اور اگلا پچاس روپیہ ادا کرے اور ایک مرتبہ اور نقدیر کو آڑ ماوے آخر کار وہ  
 بھی ہار گیا اور اس پر بھی یہ فریب کیا کہ بنک گھر میں اس کے آقا کا کچھ روپیہ جمع تھا اس کے لینے کیواسطے ایک  
 جعلی رقمہ آقا کے دستخط کا بنایا اور بنک گھر میں وصول کر کے اسے گیا وہاں جعل ثابت ہوا اور گرفتار ہوا اور  
 بعد تحقیقات دایم الجبس ہو گیا۔ پس خیال کرنا چاہیے کہ اگر پہلے ہی سچ بولتا تو ان آفات میں مبتلا نہ  
 دروغ بے فروغ تمام انام سے مقبوح و مکروہ ہے خاص کر سلاطین سے مذموم تر کیونکہ سلطان کو ظلم  
 یعنی سایہ خدا کہتے ہیں اور ذات خدا صادق۔ بس صادق کا سایہ صادق اور راست کا سایہ راست  
 چاہیے نہ کج چنانچہ **مترشد خلیفہ** نے اپنے لڑکے کے وصیت نامہ میں لکھا تھا کہ اگر منظور  
 ہو کہ لوگ تجھے ڈرین تو جھوٹ مت بول کیونکہ جھوٹے لوگ بے رعب ہوتے ہیں اور اگر ہزار تلواریں کسی  
 امیر کے لشکر میں چلیں اور تیغ زبان اسکی جو ہر صدقہ درستی ہو تو نظر خلاق میں وہ شخص کچھ صاحب  
 شکوہ نہ معلوم ہو گا۔ حضرت **شیخ عبد القادر جیلانی** نے اپنے لڑکپن کی ایک نقل سے کس خوبی  
 اور آسانی کے ساتھ ہم لوگوں کو سچ بولنے کا شوق دلاتے ہیں کہ جب حضرت نے اپنی والدہ سے بچہ لیا  
 جائیکہ واسطے رخصت چاہی تو اونہوں نے گریہ وزاری کی اور انسی دینار کی ایک تہیل نکال دی  
 اور کہا کہ اسے بیٹا تیرا ایک سال اور بھی ہے اسلئے تو اسکا آدھا چاہ لیں۔ دینار لیا خیر دار کسی کسی سے



جھوٹا مت بولنا۔ بعد اسکے رحلت دی اور کہا لو خدا حافظ اب ہمارا ملنا قیامت میں ہوگا غرض وہاں سے

کوچ کر کے وہ خیمہ رو عافیت سے مقام **سجدان** تک پہنچے اتفاقاً اونکا وہاں قافلہ لٹیروں سے لوٹا  
گیا۔ اسوقت ایک ڈاکو نے حضرت سے پوچھا کہ تیرے پاس کیا ہے جواب دیا کہ چالیس دینار  
میں۔ ڈاکو نے خیال کیا کہ یہ لڑکا نہیں کرتا ہے پھر دوسرے نے وہی بات پوچھی اسنے بھی ویسا ہی  
جواب پایا۔ جب قافلہ لوٹ کر وہ لوگ آپس میں مال اسباب کا حصہ کرنے لگے تو اس لڑکے کو  
سردار کے پاس لینگے چنانچہ سردار نے بھی پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے **حضرت** نے  
جواب دیا کہ میں تو تمہارے دو آدمیوں سے کہہ چکا ہوں کہ میرے کپڑے میں چالیس دینار سے  
ہوئے ہیں۔ سردار نے کپڑے کو اودھیر کر دیکھا تو چالیسوں دینار نکل آئے۔ تب سردار نہایت  
حیرت میں آیا اور پوچھا کہ جس چیز کو تم نے اس حفاظت سے چھپایا اسکو اس طور سے کیوں  
ظاہر کر دیا تب **حضرت** **شیخ** نے کہا کہ ہمنے والدہ سے قول کر لیا ہے کہ ہم کبھی جھوٹ نہیں  
بولیں گے پھر کس طرح جھوٹ بولتے۔ تب تو یہ بات سنکر سردار بولا کہ اے لڑکے تو اس جھوٹی  
سی عمر میں اپنی والدہ کو اس قدر مانتا ہے۔ میں اتنی بڑی ڈاڑھی سفید ہونے پر بھی اپنے حقیقی  
کا جو میرا اصلی باپ ہے حق ادا نہیں کر سکتا۔ پس اتنا کہنے کے بعد وہ سردار بولا کہ اے لڑکے اب  
میں نے بھی اپنے اعمال سے توبہ کی چنانچہ اسنے ویسا ہی کیا۔ پھر تو اس سردار کے ساتھیوں کے  
دل میں بھی اس ماجرے کے دیکھنے سے ایسا اثر ہوا کہ اوسوقت سب نے اس کے ہاتھ پر توبہ  
کی اور لوٹ کا سارا اسباب مال قافلے والوں کو پسردیا۔ **حکایت**۔ حجاج ظالم ایک  
گروہ کے قتل پر مستعد ہوا۔ ایک نے جماعت میں سے کہا کہ اے امیر مجھے قتل نہ کر کہ میرا حق قبرے  
اور نہ ثابت ہے پوچھا وہ کیا ہے کہا کہ تیرا فلان دشمن تجھے برا کہتا اور گالیوں دیتا تھا بیٹے اسکو  
منع کیا۔ **حجاج** نے پوچھا کوئی گواہ ہے اسنے دوسرے قیدی کی طرف اشارہ کیا۔ اسنے گواہی  
دی کہ میرے سامنے منع کیا ہے **حجاج** نے اس قیدی سے جو گواہ تھا کہا کہ تو نے کیوں نہیں منع  
کیا **حجاج** نے کہا کہ میں نے منع کیا ہے۔ **حجاج** نے دونوں کو چھوڑ دیا



پہلے کو مستحق ہونے کے سبب سے اور دوسرے کو بچ بونے پر۔ **مسئلہ** اسکا تلمذ میں

اگر کسی ایک گانوں مشہور ہے اور سمین ایک کاشتکار رہتا تھا اس کے دو لڑکیاں تھیں۔ جب وہ دونوں جوان  
ہو گئیں تب ان کے مان باپ مر گئے چوٹی بہن کسی بات میں متہم ہونے سے ماخوذ ہوئی اور حاکم کی عدالت  
میں گئی اور ثبوت جہم سے پہلے چوٹی بہن کا وکیل بڑی بہن کے پاس آکر کہنے لگا کہ دیکھو تمہاری چوٹی  
بہن جس مقدمہ میں گرفتار ہوئی ہے کل وہ مقدمہ فیصل ہوگا اور صرف تمہاری گواہی کے اعتبار پر مقدمہ  
کا فیصلہ ہونا موقوف ہے۔ اس لئے جس وقت تم گواہی دینے کھڑی ہو اور سوقت نہایت ہوشیاری  
سے کنا اور اگر اپنی بہن کے خلاف کہو گی تو اس کی زندگی کی اسید مت رکھو یہ بات سننے ہی اس نے جواب  
دیا کہ چوٹی گواہی ہرگز نہ دوں گی جو کچھ سچ سچ حقیقت حال اور راست راست کیفیت جانتی ہوں وہی  
صاف صاف کہوں گی اس میں جو ہونا ہو سو ہو قصہ وہ مقدمہ فیصلہ ہوا اور ڈیڑھ مہینے کے بعد ثبوت جہم  
ہو جانے پر چوٹی بہن کے پھانسی دینے کا حکم صادر ہوا اور سوقت بڑی بہن نہایت رنجیدہ و بیقرار ہوئی  
اور ایک عرضی اس کی نجات و خلاصی کی لکھی اور خود پیادہ پالندہ شہر میں جا کر سرکاری عدالت کے  
افسر کو دی اس افسر نے اس کی محبت اور الفت بے انتہا بہن کی طرف دیکھ کر بڑا رحم کیا پھر اس نے بہت سماع  
معروض کر کے اپنی بہن کے قصور کو بادشاہ سے معاف کرایا اور حکم رہائی کی نقل لیکر اپنے وطن میں آئی  
اور اپنی بہن کو دکھلا کر کہنے لگی کہ دیکھو راستی اور صداقت کا انجام بہلا ہی ہوتا ہے۔ پھر اس ملک میں اس  
کی راستی اور صداقت کی زیادہ شہرت ہوئی باوجودیکہ وہ غریب کاشتکار کی لڑکی تھی مگر اس کا نام بڑے  
بڑے لوگوں میں مشہور ہو گیا اور کمال نیکنامی کے ساتھ یادگار رہا۔ نکتہ۔ سات آدمی کا بیان راست  
ہی دروغ نظر آتا ہے۔ ایک شیخی باز بہادر جو بدن پر زخم نہ رکھتا ہو۔ دوسرے کہ تقریر عالم جو لاف علم مارے  
اور بحث سے ڈرے۔ تیسرے زاہد فریب جو اظہار ریاضت کرے۔ چوتھے پیر ضعیف جو جوانی کے زور کا  
حال بڑا بے مین بیان کرے۔ پانچویں محتاج آدمی جو اپنی تو نگری کا حال مفلسی میں کہے۔ چھٹے جوان عورت  
جو مردوں کے مجمع میں رہے اور اظہار پارسائی کرے۔ ساتویں بیوہ عورت جو بی ٹہنی رہے اور دوسرے  
خاندان کرنے سے انکار کرے۔



اور معتبر کی نامعتبر بات بھی بہتر جاتی ہے۔  
گوئی سے بہتر ہے۔

## امانت

وہ امر ہے کہ واقع ہو درمیان دو شخصوں کے اور تیسرا اوپر واقع نہ ہو سکے بغیر اطلاع کرنے کے اور دیانت اسی امر کی نگہبانی کا نام ہے۔ امانت اور دیانت اخلاق کے بڑے رکن ہیں اور انسان کے ہر قول و فعل پر اگر لحاظ کیا جاوے تو اوس کے ایک طرف امانت اور دوسری طرف خیانت ہے۔ جب امانت کی شرط ادا نہ کرے گا تو خیانت واقع ہوگی۔ اور جو چیز خدا نے بندے کو عطا کی ہے وہ مثل امانت کے ہے کہ اوس میں خیانت روا نہیں۔ مثلاً آنگہ ایک امانت ہے خدا کی صنعت دیکھنے اور کتاب کے مطالعہ کر نیکے واسطے۔ اور کان ایک امانت ہے سچ بات اور فریاد سننے کے واسطے۔ اور زبان ایک امانت ہے خدا کا ذکر کرنے اور سچ بولنے کی واسطے۔ اور ہاتھ ایک امانت ہے خلق کو نفع پہنچانے اور نیک کام کر نیکے واسطے۔ پس جو کوئی نادیدنی شے دیکھے یا ناشنیدنی شے سنے یا جو ٹھہرے یا کسی کو ہاتھ سے ایذا یا تکلیف دے وہ بیشک خدا کی امانت میں خیانت کرتا ہے۔ اس موقع پر دو ایک حکایتیں اس پر گزیدہ وصف کی نظیر ہیں۔ حکایت۔ ولایت میں ایک امیر مسافر ایک رات کسی کسان کے گہراؤ ترا صبح جب وہاں سے روانہ ہوا اوسکو معلوم ہوا کہ اوس کی دوستو اشرفی کی تہیلی کہیں گم ہو گئی۔ پہراؤ سے فرصت نہ ملی کہ جا کر اوسکی تلاش کرے اوس کے چلے جانے کے بعد کسان کے بیٹے نے اوس تہیلی کو راہ میں پایا اور اپنے باپ کو خبر دی اوس کے باپ نے جا کر تہیلی کو دیکھا مگر اوٹھا یا نہیں اور اپنے بیٹے سے اوپر لکڑی اور گھاس رکھوا دی تاکہ کوئی دوسرا نہ لیوے۔ چار پانچ مہینے کے بعد پہراؤ ہی امیر اوسی کسان کے گہراؤ ترا اور کسان نے اوسکو نہ پہچانا اوس امیر نے ذکر کیا کہ اسی مقام پر کہیں میرا بڑا نقصان ہوا ہے۔ کسان نے یہ بات سنا اور پہراؤ کی نظر کی اور پہچانا اور فوراً اوٹھ کر کہا کہ بہت بہتر ہے کہ آپ آئے جہاں آپ کی تہیلی ہے وہ جگہ میرا بیٹا بتا دیگا۔ ابھی تک کہ یہاں تک کہ اوپر نہیں لگا ہے چنے اوسکو چہاں کہتا ہے۔ پس اوس کے لڑکے



ایک بڑھیا نہایت ایماندار اور غریب عیالدار تھی ایک نیک مرد اس کا رفیق تھا وہ جب سفر کو جانے لگا  
 اس نے اس وقت اپنے دو تین ہزار روپیہ بڑھیا کو سونپ دئے۔ اور کہہ دیا کہ اگر تجھ کو خواہش ہو تو اس  
 میں سے خرچ کیجو کس واسطے کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہے اور میں اگر مر گیا تو یہ روپیہ تیرا ہے یہ بات  
 سمجھا کر وہ آدمی سفر کو چلا گیا۔ بڑھیا اپنے ایمان پر تھی کبھی خرچ کی تکلیف ہوتی تو یہی اس روپیہ کو نہ  
 چھوٹی اور اس کو بڑی حفاظت سے رکھتی اور ہمیشہ اس کو یاد کر کے کہتی کہ اگر اپنا روپیہ ساتھ لیجاتا تو  
 بہتر تھا۔ اب پانچ چھ سال کا عرصہ گزر گیا ہے اس کا کچھ سراغ نہیں کہ کہاں گیا ہے پر کچھ دن بعد  
 معلوم ہوا کہ وہ مر گیا تب اس کو نہایت رنج اور تردد ہوا پیت

لگی کرنے افسوس لملکے ہاتھ	کہ یہ موت نے کیا کیا اس کے ساتھ
---------------------------	---------------------------------

اور تاسف کر کے کہنے لگی کہ اس کے روپیہ کو کیا کر دوں۔ اگر اس کے عیال و اطفال نہیں ہیں تو کوئی قرض  
 دینے والا اس کا ہو گا جس اور تلاش سے ایسا پتہ لگا کہ ملک فرانس میں اس کے زن و فرزند  
 رہتے ہیں۔ یہ بات سنتے ہی اس کو ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ میرے پاس تمہارا باپ اپنا روپیہ  
 رکھ گیا ہے اس کو آکر لیجاؤ۔ اس خط کو پڑھ کر اس کے لڑکے بالے نہایت خوش ہوئے کیونکہ اس وقت  
 بڑی مفلسی کے دریا میں غوطہ کھا رہے تھے اور اس روپیہ کی ان کو خبر نہ تھی وہ لوگ وہاں آئے اور  
 بڑھیا نے وہ سب روپیے ان کو دئے۔ تب اس مرد کی عورت اس میں سے کچھ بڑھیا کو دینے لگی  
 مگر اس نے نہ لیا اور صاف کہہ دیا کہ اس میں سے ایک کوڑی ہی نہ لوں گی مجھ کو یہی کرنا واجب تھا کہ میرا رفیق  
 جو میرا فخر تھا اس کے خاندان میں میری ناموری رہے۔

**فصل شہر بستن میں سندھ سترہ سو سولہ میں ایک غریب بڑھیا بہت دنوں تک بادشاہ کے**  
 دربار میں جانی کا قصد کرتی رہی مگر دربان اس کو اندر جانے نہ دیتے اس لئے وہ بادشاہ کے پاس تک  
 نہ پہنچ سکتی تھی ایک دن جب بادشاہ کی سواری باہر نکلی بڑھیا چلا کر روئے لگی کہ جان پناہ میری  
 عرض سنئے کہ جب پارسا رزاق آتا ہے تو



جوہلی میں مجھے نیلی جواہرات کی ملی اس حالت مفلسی میں میرے چار لڑکے ہیں مگر اوس مال کے چھونے  
کو میرا دل نہیں چاہتا کہ اس سے میری مفلسی دور ہو جائے کیونکہ پرانی دولت کے لینے سے گداگری  
کے پیٹ بہزنا خوب ہے جیسا کسی کا قول ہے بیت

نہ کر تو نگہ مال اغیار پر	گداؤں سے اپنا شکم سیر کر
---------------------------	--------------------------

اسلئے آپ مہربانی فرما کر یہ زریعہ اور تلاش کرنے سے اگر اوسکا مالک دستیاب ہو تو  
اوسکو دیجئے یہ بات سنکر بادشاہ نے دیکھا کہ وہ تخیلی جواہرات سے لبریز تھی تب اوس بڑھیا کی  
صداقت و امانت پر از بس تحسین و آفرین کی ابیات

صداقت کو اوسکی سدا بہت	امانت کا طور اوس کی بہایا بہت
زمین اوس کو ایک گانوں کی بخشی	کہ وہ پشت در پشت کھاتی رہی

اور اسکے مالک کی تلاش کروائی مگر جب کوئی مالک نہ ملا تب وہ دولت اوس بڑھیا کو دیدی۔ مقام  
غور ہے کہ ایمان داری اور راستی سے اوس بڑھیا اور اوسکی آل و اولاد کا کس قدر بہلا ہوا۔





# جوہر اٹھارہواں

ہوں حسد طمع کی مذمت اور قناعت کی

تعلیم

حسد ایک بلا ہے عظیم ہے کہ اس سے رہائی دشوار ہے تا وقتیکہ حاسد مرے یا محسود یعنی  
جس پر حسد کیا جائے۔ عقلمندوں نے کہا ہے کہ حسد وہ شے ہے کہ جس کسی میں ہو وہ دوسرے کی دولت  
و زائل ہونے کی تار و در کے خواہ وہ اس سے ملے یا نہ ملے۔ پس اگر سبب اس کا خواہش اس کی ہو کہ نعمت  
اس سے حاصل ہو تو یہ قوت شہوی کی مشارکت سے ہوتا ہے اور جو باعث اس کا فقط یہی ہو کہ محسود  
کو دکھ ہو پھر تو قوت غصبی کے زائل سے ہے اور یہ مرض سب مرضوں سے نہایت بد ہے  
اس لئے کہ حاسد پرانی بہتری اور فراغت سے ملول ہوتا ہے اور کبھی نعمت الہی اہل عالم سے  
منقطع نہیں ہوتی۔ پس حزن و الم اس کا کبھی منقطع نہیں ہوتا اور حسد کی نوعون میں سے بدترین  
حسد وہ ہے کہ علماء کے درمیان ہو کیونکہ اسباب دنیاوی آدمیوں کے تنازعہ کے باعث ہیں  
تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کو دولت نہیں حاصل ہوتی ہے بغیر اسکے کہ دوسرے سے زائل  
ہوئی منصور نہیں ہوتی بخلاف علم کے کیونکہ وہ اس عیب سے منزہ ہے یعنی یہ ممکن نہیں کہ ایک  
شخص کا علم دوسرا حاصل کرے کہ اس کا راز



# ہوس کا سلسلہ بھی ختم نہیں ہوتا

بے رحم زمانہ کی ٹھہریوں نے آج تک جتنے سینے چاک کئے ہیں سب میں ایک نہ ایک ہوس ضرور تھی جسے وہ سب کلیجے سے لگاے پڑے قبروں میں سو رہے ہیں باغ ہستی کے پودے ایسے بے انتہا دلچسپ پھولوں سے لدے ہوئے ہیں کہ دامن آرزو بڑھ بڑھ کر پھیلتا ہے مگر اوں سب کو نہیں لے سکتا ہے انہیں پھولوں کو چٹنے چٹنے تمام عمر میں تمام ہو گئیں مگر بہت سے پھول ایسے تھے کہ رہ گئے بنے تو کیونکر دامن تنگ اور پھول بہت۔ جد ہر نگاہ ادھماکی نیرنگی زمانہ نے ہزاروں پھول کھلار کئے ہیں۔ آرزو ہے کہ ایک بھی باقی نہ رہے۔ باغ ہستی کی جو کچھ بہا رہے وہ سب ہم ہی لوٹ لین دوسرے کے لئے ٹھینان ہی رہ جائیں کسی عمر کی شکایت کریں کہ تنگی دامن کی ایک مصیبت ہو تو بیان کیجائے ۵

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار	گلچین بہار تو ز دامن گلہ دارو
---------------------------------	-------------------------------

عجب بات ہے کہ چاہے مقصد وہی ہو اور چاہے نامرادی مگر ہوس بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ آرزو کبھی پورا ہونی کا نام ہی نہیں لیتی ہے۔ اگلی حالت سے کتنا صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی امید نہ تھی جو رہ نہ آئی ہو۔ مگر جو امید برآتی گئی وہ وہ ہوس بڑھتی گئی۔ دوسری حالت اوس سے زیادہ خطرناک ہے کہ مایوسی پر مایوسی نصیب ہو رہی ہے وہ ہوس کے پردہ ہو کہ ہوتا ہے مگر ایک مویہوم امید ہے کہ جو ہوس کو اپنے ساتھ لئے لئے پھرتی ہے۔ جب ایسی مقصدوری اور اس طرح کی مایوسی بھی سلسلہ ہوس کو نہ تمام کر سکے تو پھر بہلا کوئی کیونکر کہہ سکتا ہے کہ کسی وقت ہوس پوری ہوگی۔ جس نے کہا ہو مگر ٹھیک کہا ہے ۵

ہوس از سرم یک سر ہوز رفت	سیاہی ز صورت و از روز رفت
--------------------------	---------------------------

فراگند شدہ تواریخ پر نگاہ ڈالئے دیکھتے ہوس نے کیسی کیسی مقصدوری کے بعد بھی آرزو مند رکھا۔  
سکتا در اعظم کی بڑھتی ٹھہریوں کا خیال کر کے اوس کی اوس حالت پر نگاہ ڈالئے جب وہ



فوج کہ رہی تھی کہ ہم آگے نہ جاسکے ہم بہت تھک گئے ہیں۔ سب کے مقصد و روی کا وہ حصہ پایا  
 تھا کہ جو شاید دنیا میں کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ پراسپریتی اور سکون ہندوستان فتح کرنے کے لئے  
 ہوس باقی رہ گئی۔ تمام بادشاہان اور لوگ عزم کی پوری عمر اگرچہ ملک گیری اور فوج کشی ہی میں گذر گئی  
 ہزاروں شہر فتح کر لئے مگر ہوس نے نہ چھوڑا تھا نہ چھوڑا یہی کہتے ہوئے مرے کہ زندہ رہتے تو  
 فلاں شہر اور فتح کر لیتے۔ مگر تاؤ خیر کسی نہ کسی ہوس کے ساتھ ہوتا ہے مگر جب کسی شہر کو فتح کیا ہوں  
 پوری طرح تسلط نہ کرنے پائے تھے کہ یہ خیال پیدا ہوا کہ زندہ ہیں تو دیکھو اس سے بھی فتح کئے لیتے ہیں۔  
 یہاں سے بھی چلے تمام عقلا کا قاعدہ رہا ہے کہ ایک علم کو حاصل کیا تو دوسرے علم کا شوق ہوا اور اس  
 بھی کامیابی ہوئی تو تیسرے علم کی طرف جھکے۔ غرض یہ سلسلہ کبھی ختم ہونیکو نہیں آتا۔ اور سب سے  
 بڑا بکریہ جبریت انگیز معاملہ ہے کہ مختلف قسم کی ہوسیں نہیں ہونیں جدھر کو رخ ہے اور سب طرف کو آرزو میں  
 وسعت کے ساتھ پہنچتی جاتی ہیں اور ہوس کو ترقی دیتی جاتی ہیں۔ جتنی آرزو میں نکلتی ہیں اس سے  
 زیادہ پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایک ہوس پوری نہیں ہونے پائی کہ دس اور پیدا ہو گئیں۔ قدرت نے زمانہ  
 کی ترقیوں کو اس لئے غیر محدود کر رکھا ہے کہ ہوس بڑھتی جائے۔ عمر نوج بھی ہو تو کام ہو جائے  
 مگر آرزو کا سلسلہ جو ہوس کو ترقی دے رہا ہے کبھی ختم ہونیکو نہ آئے۔ سب ہوسیں تو ہوتی ہیں مگر وہ  
 ہوس نہایت مایوسانہ ہوتی ہے جو کسی بستر مرگ پر دم توڑنے والے کی نگاہ سے آشکارہ ہوتی ہے۔  
 ایک اور کڑی ہوئی سانس کو سنبھال کر کسی کا یہ کہنا کہ آرزو تھی کہ اپنے بیٹے کی شادی اپنی آنکھ سے  
 دیکھیں گے شرم ڈھا دیتا ہے۔ پھر سیکو اتنی تاب نہیں رہتی کہ اتنا جملہ اس حسرت نصیب مند سے  
 سنکر بچپن دل کو سہا لے۔ ہوس کی ترقی معمولاً اس طور پر ہوا کرتی ہے کہ یک بیک بہت سی آرزو میں  
 دل میں ہجوم کر کے پریشان کر دیتی ہیں کہ کس کے لئے فکر کریں۔ انسانی طبیعت اس کی عادی نہیں کہ  
 ایک وقت میں بہت سے کام کر سکے اور نہ یہ ممکن ہے۔ پس ایک بلا کی اولمپین پیدا ہو جاتی ہے جس سے  
 کسی طور پر شکرا ممکن نہیں ہوتا دل گہرا لوٹتا ہے کہ وہ کس طرف توجہ کرے ایک طرف متوجہ ہوتا ہے تو  
 دوسری طرف گھٹنے۔



ضروری سمجھے چلے ان ہی کی تحصیل کی فکر کرے ہاں اگر اوسین پوری کامیابی ہو جائے تو اور طرف متوجہ  
 ہونے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ یہ کبھی ارادہ نہ کرے کہ تمام ہوسوں کو ساتھ ہی پورا کر لے یہ ارادہ کیا  
 اور کیا گذرا۔ وہی وقت اس امر کے یقین کر لینے کا موقع دیتا ہے کہ کچھ بھی نہ حاصل ہو گا جب ایک  
 دل بے انتہا ہوسوں کی خاطر داری میں بے فائدہ کوشش کر کے کل خواہشوں کے حاصل کر لینے پر  
 آمادہ ہو جاتا ہے۔ اس ہوس کی بدولت ہر انسان کے دل میں کمالات اور ترقیات کے حاصل کرنا  
 جوش ضرور پیدا ہوتا ہے مگر کامیابی کا یہ زبردست اصول تھا کہ لوگوں نے متانت کے ساتھ ہوس  
 کو تسلی دے دیکر اور بھلا بھلا کر رکھا اور دل کو کسی خاص جانب متوجہ کر دیا تمام ترقی پسند دنیا کی خوش  
 دل چسپیان اسی حکمت عملی کا نمونہ ہیں اور جن لوگوں سے کچھ نہ ہو سکا وہ وہی لوگ تھے جنہوں  
 نے اپنی نفسانی ہوس کی فرمانبرداری میں ہر شوق کے پورا کرنے کی کوشش کی اور ساری کوششیں  
 رائگان ہوئیں۔ سب سے بڑا اس امر کا باعث یہ ہے کہ لوگ عموماً سب کے سب دنیا سے بے اپنی ہوسوں  
 کے پورا کئے چلے جاتے ہیں۔ اس مقام سے یہ نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے کہ دو صورتوں سے خالی نہیں ہے  
 یا تو انسان چاہتا ہے کہ کل ہوسیں پوری ہوں یا یہ چاہتا ہے کہ متانت کے ساتھ علی الترتیب یکے  
 بعد دیگرے اپنی آرزوں کے بر لانے کی کوشش کرے پہلی حالت میں ادنیٰ ہوسوں کے پورا کرنے  
 میں ایسی بے سلیقگی کی کرکٹ کا بھی حاصل ہونا اور سکو نصیب نہوا۔ اور سب ہوسوں کے رہ جانے کے  
 باعث سے وہ نہایت ہی آرزو مندانه حالت میں موت سے دوچار ہوا دوسری حالت میں گواہوں کی  
 کوشش بیکار نہیں ہوتی مگر جس ہوس یا جن ہوسوں میں اوسکو کامیابی ہو گئی صرف انہیں امور میں  
 وہ اپنے قیمن فارغ البال ثابت کر سکتا ہے مگر تمام اور ہوسیں جنکے ہجوم سے بننے میں ایک اس پیدا  
 ہو گئی تھی کہ ان نکل سکین اور کیونکر نکل سکتی نہیں جبکہ عمر ہوسوں کی کثرت کی حیثیت سے بہت کم ہے  
 پس اسی باعث سے زود فنون لوگ اور تمام دنیا کے بسنے والے جب زمین کو چھوڑنے میں تو اپنے قیمن  
 ناکام و نامراد ہوتے ہیں۔



جس سے کہ بوجھ اس پر پڑے کہ بہت عزیز رکھنا اور اسے اس میں دعا دینا میرا  
 محسوس ہو ماسد نہ یعنی لوگ اس پر حسد کریں اور وہ کسی پر حسد نہ کرے۔ اگرچہ کیسا ہی بڑے سے بڑا آدمی  
 کیون نہ ہو پر کسی نہ کسی کا حسد اس کے دل میں ضرور ہوگا۔ اور کتنا ہی چوٹے سے چوٹا آدمی کیون نہ ہو پر کوئی  
 نہ کوئی شخص ضرور اس پر حسد رکھتا ہوگا۔ حسد کی تین علامتیں ہیں۔ ایک حاضر ہو تو خوشامد سے  
 پیش آئے۔ دوسری غائب ہو تو غیبت نہ جو کے۔ تیسری مصیبت میں دیکھے تو خوش ہو۔ حسد  
 بسبب حسد کے پانچ بلاؤں میں ملام مبتلا رہتا ہے۔ اول حسد حسد کی نیکیوں کو اس طرح مٹاتا ہے  
 کہ جیسے آگ سوکھی لکڑیوں کو۔ دوسرا حسد جو کام کرتا ہے وہ باعث حسد کے بدسرزد ہوتا  
 ہے۔ تیسرا حسد بے فائدہ غم دالم میں مبتلا رہتا ہے۔ چوتھے حسد کے دل کی نیکی بسبب  
 حسد کے سلب ہو جاتی ہے۔ پانچویں راحت اور نیکیوں سے محروم رہتا ہے اور بدیوں اور برائیوں  
 کے ساتھ مشہور ہوتا ہے۔

حسد کو ایک دم نہیں راحت جہان میں	ریخ حسد ہے جان ہے جب تک کہ جان میں
----------------------------------	------------------------------------

طمع حکیموں کا قول ہے کہ طمع سے دور اور متفر رہو کیونکہ انسان کی زندگی کچھ بہت مال و اسباب جمع  
 کرنے پر منحصر نہیں ہے اور سوائے اسکے زیادہ مقصود سے کسی کو نہیں ملتا اس صورت میں طمع کرنے  
 میں سوائے ریخ و تعب کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ قطع تعلق کر کے جنگل میں  
 بیٹھ رہو اور کسب مت کرو اور لوگوں کے دست نگر رہو کیونکہ قوت بازو سے رزق بہم پہنچانا عین مردی  
 ہے اور قناعت اور توکل کے منافی نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس قدر بوجہ حلال اپنی پامردی سے  
 بہم پہنچے اس پر شاکر رہو اور ہوس بیجا کو کام نہ فرماؤ۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ روپیہ کی محبت سے  
 سب طرح کی برائیاں پیدا ہوتی ہیں اور طامع ہمیشہ ریخ دالم میں گرفتار رہتا ہے بلکہ اسکے ایمان میں  
 خلل آ جاتا ہے۔ طمع ہی کے سبب انسان ہر حال میں آرام کا دشمن ہے۔ اگر گھر میں ہے تو سفر میں  
 سمجھتا ہے اور اگر سفر میں ہے تو گھر کی طرف مراجعت کرتا ہے۔ غرض سفر اور حضر میں راحت قناعت سے  
 بے بہرہ ہے۔



طمع ہی باعث مرغ و ماہی کے دام میں گرفتار ہو چکی ہے۔ قانع کے نزدیک توڑی چیز بس ہے طامع  
 و حریص خزانہ قارون سے بھی سیر نہیں۔ نادان بچہ کے نزدیک کہ حرص و طمع سے پاک ہے  
 ایک مٹھی زر ایک مٹھی خاک کے برابر ہے فقیر ایک درم پا کر آسودہ ہو جاتا ہے۔ بادشاہ ایک قلم  
 لیکر بھی بس نہیں کرتا۔ حکایت۔ حاتم طائی سے لوگوں نے پوچھا کہ تو نے کسی کو  
 کبھی اپنے سے زیادہ بلند ہمت دیکھا یا سنا ہے۔ کہا ہاں ایک روز میںے امرائے عرب کے کھانا  
 کھلانے کے واسطے چالیس اونٹ ذبح کرائے اور میں کسی کام کیواسطے جنگل کی طرف گیا ایک  
 لکڑہارے کو دیکھا کہ لکڑیاں بہ ہزار جائقشانی جمع کر رہا ہے میںے کہا کہ تو حاتم کے پاس کون  
 نہیں جاتا اس کے پاس بہت سی خلقت کھانا کھانے کیواسطے جمع ہوئی ہے۔ کہا جو شخص اپنے  
 ہاتھ پاؤں کی محنت کا کھا دیکھا وہ شخص حاتم کا احسان ادا نہ کرے کیون جاوے گا۔ ہم کونان جو میں  
 ہی بس ہے۔ پس میںے اپنے دل میں انصاف کیا اور اس شخص کو اپنے سے زیادہ عالی ہمت  
 پایا۔ نقل ہے کہ ولایت اٹلی میں ایک امیر کی شادی تھی اور جملہ سامان عیش و عشرت اور تمام  
 لوازم ضیافت جو ایسے موقع پر درکار ہوتے ہیں سب میٹا تھے صرف مچھلی کہ دن لوگوں کو نہایت  
 مرغوب ہوتی ہے بہم نہ پہونچی تھی۔ اکثر اوقات ماہی گیر جاتے اور سعی و محنت کرتے مگر طغیانی آب  
 اور طوفان سیلاب سب کوشش رائگان ہوتی اتفاقاً ایک روز شادی سے پیشتر ایک ماہی گیر کے  
 دام میں ایک مچھلی نہایت عمدہ اور بڑی پھنسی وہ کمال خوشی سے اسی امیر کے دروازہ پر لے گیا اور  
 دریافت کیا کہ مچھلی کی ضرورت ہے یا نہیں دربان حریص اور طامع تھا بولا کہ ہمارے آقا کو شادی کی ضرورت  
 کے سبب سے مچھلی درکار ہے اور قیمت بھی خاطر خواہ ملے گی مگر میں اندر جانے نہ دنگتا دقتیکہ نصف  
 قیمت مچھلی کی بہکوندے گا۔ ماہی گیر نے اسکی طلب بجا سمجھ کر انکار کر دیا۔ جبکہ چارہ کا بچہ اتوار نہ دیکھا  
 ناچار قبول کیا اور اسکی اجازت سے اندر کو چلا اور دل میں طمیر لیا کہ اس دربان کو ایسی گوفتہاں کرنی چاہیے



کہ تو کوڑے میری پیٹھ پر لگائے جا دیں۔ امیر نے یہ کلام سن کر نہایت متحیر ہوا اور خیال کیا کہ یہ مذاق  
 سے کہتا ہے لیکن جب اس نے اپنے قول پر اسے مصر پایا بہت سمجھایا مگر اس کا کہنا موثر نہ ثابت معلوم ہوا  
 کہ اس کے دماغ میں خلل ہے اور چونکہ بوجہ شد ضرورت کے مچھلی کا واپس کرنا ممکن نہ تھا تا چار اوسے  
 قیمت پر قبول کیا اور حکم دیا کہ جو یہ کہتا ہے اس کی تعمیل ہمارے سامنے کر دگر کوڑے نہایت ملائمت  
 اور آہستگی سے لگاؤ جب کہ نصف قیمت پا چکا یعنی پچاس کوڑے اس کو پیٹھ پر لگ چکے تب  
 ماہی گیر بولا شہر و شہر اس سزا میں ایک ہمارا شریک اور بھی ہے اس کی قیمت اس کو ملنا چاہیے امیر نے  
 نہایت حیرت سے فرمایا کیا دنیا میں ایسے پاگل دوہیں اور پوچھا تیرا شریک کون ہے تاکہ اس کو ابھی  
 طلب کیا جاوے ماہی گیر نے جواب دیا کہ اس کی تلاش میں آپ کو بہت دور جانا پڑے گا۔ وہ آپ ہی  
 کا دربان ہے اور دروازہ پر موجود ہے۔ اس نے مجھ کو اس نے ندیا تا وقتیکہ نصف قیمت دینے کا  
 اقرار مجھے نہ کرا لیا۔ امیر نے حکم دیا کہ اس کو فوراً حاضر کرو اور اس کا حصہ نہایت سختی اور ضرب شدید سے  
 دو چنانچہ اسی وقت تعمیل حکم کی گئی اور بعد وفا کے شرط اس جرم پر اس سرکار سے وہ نکالا گیا  
 اور ماہی گیر کو بہت کچھ انعام ملا۔ **ت**۔ دنیا ویر مکافات ہے۔ اگر تو نیکی کرے گا لوگ تجھے  
 نیکی کریں گے جو تو بدی کرے گا لوگ تجھے بدی کریں گے

بدی نہ کہوے زیر گردن گر کوئی میری سنے	ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے دہی سنے
---------------------------------------	------------------------------------

کتاب کیمیا سے سعادت میں ایک نقل لکھی ہے کہ ایک شخص بہر روز بادشاہ کے پاس  
 جایا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ نیکیوں کے ساتھ نیکی کرنا چاہیے کیونکہ بدی بدی ہی کافی ہے اس کو بدی  
 کیواسطے چوڑ دے۔ بادشاہ اس بات پر اس کو عزیز رکھتا تھا۔ ایک حاسم نے بادشاہ سے کہا کہ  
 شخص جس کو آپ اتنا عزیز رکھتے ہیں کہتا ہے کہ بادشاہ کے منہ میں بو آتی ہے فرمایا ثبوت کیا کیا  
 حضور اپنے پاس اس کو بلا دیں وہ ناک پر ہاتھ رکھتا تھا کہ بدی اس کی ناک میں نہ جاوے۔ پس حاسم  
 نے بادشاہ کے پاس سے آکر اس شخص کو اپنے گھر بلایا اور ایسا کہانا اس کو کھلایا کہ جس میں بہت سا



من پر اسکا سوزی دیر میں بادشاہ کے جب اوسکو طلب کیا تو اوسنے من کی بدبو کے خیال سے  
 کہ بادشاہ کی ناک میں پہونچے گی اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ بادشاہ نے سمجھا کہ اوس شخص کا کتنا  
 درست ہے اور بادشاہ کی عادت تھی کہ جب کہیں اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتا تو کسی کے واسطے خلعت  
 یا انعام لکھتا اب کی بار اپنے ہاتھ سے ایک عامل کے نام پر حکم لکھا کہ حامل کا سر کاٹ لینا اور کما  
 کھنچو اگر جھنس بھر دینا اور حضور میں بھیجنا اس کاغذ کو سربراہ کر اوس شخص کو جسکی طرف بدن  
 تھا حوالہ کیا۔ جب یہ شخص باہر نکلا حاسد نے اوسکو دیکھ کر پوچھا کیا ہے اوسنے جواب دیا خلعت  
 اوسنے براہ طمع کہا مجھے تو اپنی طرف سے بخش اوسنے کہا بہتر۔ چنانچہ وہ کاغذ اوس سے لیکر  
 اوس عامل کے پاس لیگیا۔ جب عامل نے وہ حکم بادشاہ کا پڑھا۔ اوس حاسد طماع کو سنا کہ تیری  
 نسبت یہ حکم ہے۔ کہا اللہ اللہ یہ حکم اور شخص کے واسطے ہے دریافت کر لے۔ اوسنے کہا کہ حکم  
 بادشاہی میں لیت و لعل و تحقیقات کی مجال مجھے نہیں فوراً اوسکو قتل کیا دوسرے روز وہی شخص  
 بادشاہ کے دربار گیا اور اپنا معمولی قول کہنے لگا بادشاہ کو تعجب ہوا کہ وہ خط کیا کیا کا فلان شخص  
 نے مجھ سے لے لیا کہ وہ کتنا تھا کہ تو ایسا ایسا مجھے کہتا ہے عرض کیا میں ہرگز ایسا نہیں کہ فرمایا کیا  
 وجہ منہ پر ہاتھ رکھنے کی تھی کہا اوسنے مجھے من کھلایا تھا حضور کی ناک میں میرے منہ کی بدبو نہ جاوے  
 اس خیال سے میں نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا بادشاہ نے کہا تیرا روز کا قول صحیح ہے کہ بدبو بد  
 کافی ہے بس وہ شخص بد تھا اوسکی بدی اوسکے آگے آئی۔ **فصل** ہے کہ ایک کتہ کسی قصاب  
 کی دوکان سے ایک ٹکڑا گوشت کا چورا کر ایک ندی میں ہو کر منہ میں دابے چلا جاتا تھا جب اوس  
 پانی میں اپنا سایہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک اور کتا گوشت کا ٹکڑا منہ میں دابے لئے جاتا ہے پس  
 اسکا جی چاہا کہ وہ ٹکڑا ابھی میں ہی لے لوں۔ مگر اوس خیالی چیز کے لئے کو چپٹے میں اپنے منہ میں  
 جو گوشت کا ٹکڑا لئے ہوئے تھا گر پڑا اور پہر کچھ ہاتھ نہ آیا نتیجہ غور کرنے سے ظاہر ہوا کہ طماع  
 اپنے ماحصل پر قناعت نہ کر کے دوسرے کی ملکیت پر قابض ہونا چاہتا ہے کہ جوشل ایک سایہ  
 کے خیالی اور موهوم ہوتے رہے کہونکہ اصل وہی ہے جو فی الحقیقت مقوم میں ہو اور غیر از مقوم



ملنا معلوم۔ پس ایسے آدمی کو اضطراب و کلفت حاصل ہوئے کہ سوا اور کچھ ہاتھ نہیں لگتا ہاں یہ ملتا ہے  
 کہ بجائے غیر کی ملک پانے کے اپنی مقبوضہ شے بھی کہو کر طامع کف افسوس ملتا رہ جاتا ہے۔  
**قناعت** مال و متاع کی خواہش کو اتنا مختصر کرنا کہ جب بقدر کافی میسر آجائے تو دل میں اضطراب  
 باقی نہ رہے۔ یہ وصف قناعت کہلاتا ہے۔ لیکن قدر کافی کی کوئی حد معین نہیں اسکا فیصلہ ہر شخص  
 کو اپنی حالت و حیثیت کے مطابق کرنا چاہیے جو مقدار خوراک ایک شخص کی سیری کے لئے کافی ہے  
 ممکن ہے کہ دوسرے کی اشتہا کو پورا نہ کر سکے۔ جو معاش ایک مجبور آدمی کے لئے بس ہے کچھ ضرور  
 نہیں کہ وہ ایک عیالدار کے واسطے بھی کافی ہو۔ اسبطح عادت کے لحاظ سے بھی انسان کی ضرورتیں  
 مختلف ہو جاتی ہیں لیکن عادت کے ہاتھوں تک جانا یہ خود اپنا قصور ہے۔ اگر انسان چاہے  
 تو انہیں تبدیل و اصلاح کر سکتا ہے۔ غرض خواہشوں کا محدود کرنا یا فضول حاجتوں سے آزادی حاصل  
 کرنا قناعت ہے اور قناعت کا نتیجہ۔ اطمینان۔ خوشی۔ رضامندی اور شکر گزاری ہے۔ شروع میں  
 قناعت مصیبت کی دھمکی دیتی ہے لیکن انجام کار وہ امن و عافیت کا دروازہ کھول دیتی ہے۔  
 حرص و طمع اول عیش و طرب کی امید دلاتی ہے مگر آخر میں تشویش۔ تردد۔ پشیمانی کے سوا کچھ نہیں  
 دیتی۔ زمانہ کا لگہ۔ قسمت کے شکوے اور خدا کی ناشکری سکھاتی ہے۔ دولت بغیر قناعت کے  
 محتاجی کو دور نہیں کر سکتی۔ مگر قناعت بغیر دولت کے آدمی کو تو نگر بنادیتی ہے بقول مولانا سعد  
 نو نگری بدل است نہ مال۔ دولت اکثر بچا خواہشوں کو ابھارتی ہے۔ قناعت ہمیشہ اونکی بیخ کنی  
 کرتی ہے۔ پس قناعت کو جو گنج دولت سے تشبیہ دیتے ہیں تو یہ کوئی شاعرانہ خیال نہیں بلکہ  
 واقعی بات ہے۔ چنانچہ غنی اگر قسم کا ہوتا ہے۔ ایک مال کا غنی و دوسرے دل کا غنی۔ مال جان کا وبال  
 ہوتا ہے۔ اگر حلال کا لحاظ رہا تو محنت میں پہنسا جو حرام کا لحاظ اٹھا دیا تو لعنت میں پڑا اور جو ضرورت  
 سے زیادہ پایا تو عذاب میں گہرا۔ پس مال پر غنی ہونا جاہلون کا کام ہے۔ دل کا غنی ہر حال میں  
 خوش ہے۔ تم کو اپنی حالت کا مقابلہ زیادہ خوش حال آدمیوں کی حالت سے نہ کرنا چاہیے یہی  
 مقابلہ تمہارے دل میں آگ لالچ کی بھڑکاتا ہے۔ پس مناسب ہے کہ ہمیشہ آپ سے کمتر لوگوں



ہے۔ لیکن غور و تمیز کرنے سے اونکا تفاوت صاف عیان ہو جاتا ہے۔ قناعت واجبی کو شمشون سے کبھی نہیں رکتی۔ اور ناروا خواہشوں کے پاس نہیں پٹکتی۔ کاہلی واجبی محنت و مشقت سے جی چراتی ناجلد ز غبتین پیدا کرتی ہے خیالات کو پست اور ہمت کو سست بنا دیتی ہے۔ کتے ہن کہ حکیم اسحاق بن حمارت قمی بغدادی کو ایک روز بادشاہ وقت نے اپنے پاس بلوایا جو اب میں کہلا بھیجا کہ جو شخص دنیا کی مختصر چیزوں پر قناعت کرے او کو خدمت سلطان سے کیا کام ایلچی بادشاہ کو اس بات سے مطلع کیا۔ بادشاہ نے شاہزادے کو بہت مال و تحفہ کے ساتھ حکیم کی خدمت میں بھیجا حکیم نے او کی بہت خاطر کی اور کہا ترے باپ نے میرے علم و فضیلت کے سبب میرے طلب میں اصرار کیا ہے اور اس قدر مال و متاع بھیجا ہے۔ بس یہ تو ایک رسم خرید و فروخت کی ہوئی اور علم کو مال کے عوض بیچنا میرا کام نہیں ہے۔ مجھ کو مال کی ضرورت نہیں ہے۔ بادشاہ کے واسطے میری دعا ملاقات سے بہتر ہے۔ ہر وقت میں او سکا دعا گو ہوں اور او کی رعایا کی تعلیم میں مصروف ہوں۔ اب مجھے تکلیف دینے کی کیا حاجت ہے۔

**حکایت**۔ ایک شخص جنگ تاتار میں زخمی ہوا لوگوں نے کہا ایک شخص کے پاس مرہم ہے جا کر مانگ لا جواب دیا اگر میں مانگوں وہ دے یا نہ دے اور بالفرض وہ دے بھی دے تو مرہم مفید ہو یا نہ ہو۔ پس بہر حال نہ مانگنا اولیٰ تر ہے۔ نکتہ۔ سوال کرنا آدمی کو بے حیا اور حقیر کر دیتا ہے کتے ہن لالچ بیماری ہے مانگنا۔ جانکدنی۔ اور نہ پانا موت۔





# چراونیووان

## حق پرستی و خدا طلبی کے تذکرہ میں

شرط عبودیت یہ ہے کہ بندہ اپنے معبود حقیقی کی وحدیت اور اوسکی ذات پاک کی عظمت کا دل و زبان سے اقرار کرے اور اپنے خالق برحق کی صفات میں غور کرے اور سچ جانے کہ کوئی وجود بذات خود قائم نہیں بلکہ اوس کی وجہ سے سب کا قیام ہے کُلِّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ اسکی دلیل ہے خشک و تر شجر و حجر مجرور۔ ارض و سما اور کُلِّ شَیْءٍ مَخْلُوقٍ اور سب کا وہی ایک خالق ہے اوس کا کوئی والی وارث مان باپ بھائی بہن نہیں۔ مرنے جینے کمانے پینے کی علت سے وہ مطلقاً مبرا ہے۔ موجودات علوی و سفلی سے جو کچھ اوسنے پیدا کیا ہے اُن سب سے وہ بے نیاز ہے۔ جب خلقت نہ تھی تب بھی وہ موجود تھا اور جب کچھ باقی نہ رہیگا تب بھی وہ برقرار رہیگا۔ یعنی وہ ازلی وابدی ہے نہ قبل آفرینش او سے تعطیل و بیکاری تھی نہ خلق مخلوق سے اوسکو کوئی زحمت زیادہ ہو گئی بلکہ اوسکی شان و عظمت ایسی ہے کہ موجود و معدوم کا عدم و وجود برابر ہے۔ اوس سے اوسکا کچھ نفع و نقصان متصور نہیں۔

اس باغ عالم کا باغبان حقیقی وہی ہے جس کے قبضہ قدرت میں درختوں میں انواع اقسام کے پھول اور پھولوں سے پھل دینا۔ کانٹوں سے پھول اور پھولوں میں کانٹے پیدا کرنا سو کئی ڈال میں کوئل پھوڑنا اور سبز شاخ کے پتے توڑنا اور ذخیرہ باران رحمت سے آبیاشی کرنا ہے ہر وقت کا جادو



دن و رات اندھیرے او جانے قریب و بعید خطیب و علانیہ کا دانا و بیبا اور کلمہ و مہر کا محاط و ہی ہے۔ اسی

کے ہاتھ میں سب کی حیات و مرگ ہے اوسکو بقا ہے اور سب کو فنا ہے۔ وہی سب کا مذاق ہے جو چاہے وہ ایک لمحہ میں کر دے۔ چاہے رات کو دن اور نا ممکن کو ممکن کر دے اوسکے اسرار کو اس کے سوا کئے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

آسمان کا ستاروں سے دینیت دنیا اور زمین کا انسان سے آباد کرنا اربعہ عناصر کا باہم ناکر ایک کیفیت مزاجیہ عطا کرنا اوسکی قدرت کا نمود ہے اندیشہ کو اوسکے راد و نیاز میں کی طرح دخل نہیں۔ مجال نہیں کہ قتل انسان شتمہ ماہیت اشیا در یافت کر سکے۔ اوسکی درگاہ ہے روال ہو جسکو وہ ممتاز کرے اوسکو کوئی ذلیل اور جسکو وہ مقصور کرے اوسکو کوئی سرفراز نہیں کر سکتا۔ بھجواے وَلْعِشْ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِلْ مَنْ تَشَاءُ بیکسون کی مصیبت میں خبر لینے والا اور اپنے بندوں کا حاجت روا اور مشکلا کش ہر مقام پر حاضر و ناظر وہی ہے جسکی تحمید میں چند بندگان غطار و برج ذیل ہیں۔

نام اوس کا ہے عزیز وہ سب بگاد ہے	مشکل میں بیکسی میں شریک زمانہ ہے
کچھ اوسکی قدرتوں کا عجب کارخانہ ہے	حامی جو وہ خود کو کہاں پھر ٹھکانہ ہے
<p>مٹ جائے دم میں ہستی انسان جہان سے</p> <p>عالم کی ہے بقا بخدا اوسکی شان سے</p>	
جہان جہان کا حرز ہے قرآن کردگار	درد او سکا ہر محیط بلا ہائے بے شمار
کہنے جو پڑہ کے آئے کرسی خط حصار	آتا نہیں قریب پہر آسب زینا ر
<p>خاطر سے محو کرتا ہے شیطان کے بلو کو</p> <p>شبے میں بند کرتا ہے نام اوسکا دیو کو</p>	
ہر دم وہ بیکسون کی مصیبت میں ساتھ ہے	غم میں بلا میں رنج میں آفت میں ساتھ ہے
دکھ میں مرض میں مدد کی شدت میں ساتھ ہے	آرام میں شریک ہے راحت میں ساتھ ہے
<p>حسرت میں بیکسی کے الم میں شفیق ہے</p>	



ہر حال میں سب سے وہ ہمارا رہیں ہے

وارنگل میں قطع مسافت میں ساتھ ہے

پہونچا کے گھر میں خیر سے راحت میں ساتھ ہے

ہر بے وطن غریب کے غربت میں ساتھ ہے

منزل کی سختیوں میں صعوبت میں ساتھ ہے

نادان ہے وہ کہے جو بیان ہے وہاں نہیں

موجود ہر جگہ ہے وہ مالک کماں نہیں

بیڑا تہاجب بہنور میں پڑا ناخدا تھا وہ

زندانی میں بند جب پہو مشکل کشا تھا وہ

طلوفان میں جب تھے نوح نبی آشنا تھا وہ

یوسف کنوے میں آگے گرے چاہتا تھا وہ

ساتھی کھڑے ہیں مان ہے نہ بھائی نہ باپ ہے

بند و نکا اپنے حافظ و ناصر وہ آپ ہے

ہم کو واجب ہے کہ اوس قادر قدیر سے دعا مانگیں کہ اپنے افضال لازماً سے حملہ دشمن مخالفوں سے محفوظ رکھے۔ حاسدون کا دل ہم پر شاد نہ کرے۔ بلا سے پہلے صبر کی طاقت اور نعمت کے قبل شکر کی ہدایت فرمائے۔ جس ملا پر ہم صبر نہ کر سکیں اور اوس کے متحل نہ ہو سکیں اوس سے ہم کو محفوظ رکھے۔ ایسی توفیق ہم کو عطا کرے کہ ہم اوسکی اطاعت میں ایسے ثابت قدم رہیں کہ باوجود تحل مصائب دنیاوی اوس سے کبھی سرتابی نہ کریں اور ہر حال میں صابر و شاکر رہیں۔ چونکہ ہم اپنے ہمراہ عدم سے کوئی چیز حسن عمل اور گنج معرفت سے نہیں لائے جو کچھ ملا سب اوس کا دیا ہوا ہے اور اوسکی معرفت اوس کے فضل و کرم پر منحصر ہے۔ پس اوس کا فضل ہم کو درکار ہے اور اوس کو اوس سے مانگنا چاہیے کہ اپنے لطف و کرم سے ہمارے شمع قلب کو نورایان اور انوار معرفت سے منور فرمائے۔ ہم کو مقتضیات نفسانی اور اغوائے شیطانی سے محفوظ رکھے۔ غلامت معاصی کو دور کرے اور ایسی راہ بتا دے کہ اوس میں اوسکی رضا ملے اور ہماری رستگاری ہو وہ اپنی رحمت و فضل پر نظر کر کے ہمارے عصیان عفو فرمائے۔ ہمارا انجام ہمارے اعمال کے موافق کہ سر اسر مذہب میں نہ فرمائے بقول شخصے کہ ع بر من منکر بر کرم خوش نگر اس دنیا سے دون کی نگر نگار کر دفرسان سے شاد آئے۔



دنیا سے دینی کو جو کہ فانی سمجھے	اور قصہ عمر کو کہانی سمجھے
دریا کے حقیقت کو وہی جائے پیر	جو مثل حباب دند گانی سمجھے

غور کرنے سے ثابت ہو گا کہ یہ دنیا جسکو ارباب طریقت نے زال و بیوفانا مزدکیا ہے دل لگانے کے لائق نہیں یہ کسی کی آشنا نہیں ہر وقت اسکا ایک خریدار اور ہر دم ایک تازہ عاشق زار موجود ہے اسے ہزاروں کو اپنا فریفتہ بنایا اور کوچہ و بازار میں در در پیرایا اور پکری کی رفیق بنوئی۔ جو اسکی محبت میں گرفتار ہو اوہ دونوں جہان میں خوار محبت خداو اسکے دل سے دور اپنے طالب کے ساتھ اسکا یہی دستور ہے۔ عزم نہیں اور سعی اور نہیں اور سعی پس اس مضمون پر غور کر کے کہ جیسے ہم اپنے یگانہ و بیگانہ کے تذکرات و سوانح عمری جو ہم سے قبل راہی دار بقا ہو گئے تھے اور بیان کرتے ہیں اسی طرح ایک روز دوسروں کی زبان پر ہمارا احوال بھی فسانہ ہو گا انسان کو اس امر کی سعی شایان ہے کہ اس دیر ناپائدار میں اپنی حیات مستعار میں ایسا طریق اعمال اختیار کرے کہ خلقت کی زبان پر اسکا ذکر خیر اس کے بعد جاری رہے۔ دنیا بمنزلہ مسر اور آدمی مسافر کی طرح اس میں مقیم ہیں کوچ کا نقارہ ہر دم بجھنے والا ہے۔ جسوقت بجا فوراً اس مسافر کو راہی ملک بقا ہونا پڑے گا۔ رباعی

کسی کا کندہ نگینے پہ نام ہوتا ہے	کیسی عمر کا لہریز جام ہوتا ہے
عجب سر ہے یہ دنیا کہ جسمین شام و صبح	کیسا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

جس طرح آیا ہے اسی طرح جائیگا نہ کچھ ساتھ لایا ہے نہ کچھ ساتھ لیجائیگا۔ صرف نیکی اور بدی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ آئیگا۔ غرض ہر شخص اپنی ریاضت کا پہل پائے گا۔ اس واسطے بنظر عاقبت اندیشی عمر مستعار کو مغنات سے شمار کر کے اپنے فرائض کو ادا کرنا واجب ہے۔ اس حیات چند روزہ کو اس کام میں صرف کرنا چاہیے جو نہایت ضروری ہے یعنی طلب آخرت در ریاضت و عبادت میں اپنے خالق برحق کے کہ جسکا مناسب وقت عالم شباب ہے جب عقل سلیم و فہم مستقیم کی امداد سے اس قادر مطلق کی صنائع و بدائع بخیر و عبرت انسان دیکھا اس کے وحدہ لا شریک ہونے کی عظمت کو جاگزین خاطر کر سکتا ہے یہ وہ بیش بہا



جوانی مگر زندگی گزشت

دریغاکہ عمر جوانی گزشت

عالم پیری میں قوت و لطف اوقات جوانی کہان میسر جبکہ تمام اعضا میں ضعف غالب حواس خمسہ باختہ تاب و توانائی لے جواب دیا بمصداق اشعار ذیل۔

خدا نے پاک لے انسان کو بخش خلق عظیم  
ہے آئس مادہ اس کا محبت اسکا خیر  
کہان ہے ہر دین ایسی لطیف رعنائی  
شہاب کا وہ خوش آئند نور ہے منہ پر  
جوانی ہے کہ ہے آبجیات کا چشمہ  
اسی سے عقل میں جودت ہے فکر میں تیزی  
جو ٹھک کر نا ہے اے دل شباب میں کر لے  
شہاب میں تے بڑے زور وار ہا تھ مگر  
کبھی یہ زور تنا گینڈے کی ڈال چیرتے تے  
وہ کان سنتے تے جو پاسے مور کی آواز  
کشیدہ تھا کبھی مثل الف جو قدسی  
سمجھ میں کچھ نہیں آتی حقیقت انسان کی  
ابھی ابھی تو یہ سب کچھ ہے پہرہ کچھ بھی نہیں

یہی تو ہے جو ہے انسانیت کا اک تمنا  
یہی سبب ہے جو انسان نام اس کا ہوا  
اس آدمی کا ہے جیسا حسین قمر بالا  
کہ جسکی تاب سے روشن ہے چاند سا چہرہ  
اسی سے معندل اس جسم کی ہے آب ہوا  
اسی سے نور ہے آنکھوں میں گوش بہن شنوا  
کہ جسم پہ ایسی قابو ہے چشم عقل ہے وا  
اب اون میں ہیبت پیری سے پڑ گیا رعنا  
یہ حال ہو گیا اب ٹوٹا سنہن دہا گکا  
اب اونکے سر پہ چلے توپ توڑ آئے صلا  
خمیدہ وہ ہوا ایسا کہ بن گیا حمزہ  
یہ کیا ہے آب ہے آتش ہے خاک ہے کہ ہوا  
عجب ظلم کا سا حال ہے کہ کوئی کیا

شکر

نعم کی پاس دستاویز اس کے انعام دینے پر کرنے کو شکر کہتے ہیں اور شکر دل سے اور زبان سے اور اعضا سے ہوتا ہے۔ دل سے شکر کرنا اسکو کہتے ہیں کہ منعم حقیقی کو پہچانے کہ جو نعمت ملتی ہے اس کے فیض بے غایت اور لطف بے نہایت سے ہے۔ زبان سے شکر یہ ہے کہ اسکی ہمیشہ یاد کرے۔ شکر اعضا سے ہے کہ قوت اسے عضو کی طاعت منعم منہ صحت کرے۔



کا پہچانا۔ شکر بلند ہی اقبال کا ذلیل اور بد بخت کو گون پر رحم کرنا۔ شکر آبادی خزانہ خیرات و صدقہ دینا  
 شکر قوت و قدرت عاجزون اور غصیفون کچش کرنا۔ شکر صحت۔ بیماروں کا علاج کر کے خفا دینا  
 شکر افزونی لشکر۔ اوسکے صدر سے رعایا کو بچانا۔ شکر عمارت عالی و باغ و غیرہ۔ مکانات عریض  
 کو فوج و لشکر کے اوتارنے سے محفوظ رکھنا۔ اور خلاصہ شکر گزاری یہ ہے کہ حالت خشم میں خدا کا پہلا  
 نہ چوڑے اور آسائش خلق کو اپنی آسائش پر مقدم رکھے۔ حکایت۔ کعب الانخبار نے لکھا ہے  
 کہ ایک مرتبہ میں ملک شام کی گلیوں میں پہرہا تھا کہ آندہ ہی کے سب سے ایک دیوار سے ٹک کر  
 ٹھہرا ایک شخص کو دیکھا کہ اوسکے دونوں ہاتھ پاؤں اور دونوں آنکھیں نہ تھیں مگر زبان شکر  
 الہی میں گویا تھی میں نے کہا اے شخص ظاہر اتیرے حال سے مصیبت معلوم ہوتی ہے تو کس  
 نعمت کا شکر کرتا ہے۔ اس بات کے سننے ہی مجھے لگا کر بولا کہ دور ہو جوڑے اس سے  
 زیادہ بڑا کون نعمت ہوگی جو حق تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ اوسنے سب آلات مصیبت  
 مجھے لیکر اسباب معرفت مرحمت فرمائے۔ چنانچہ آنکھ اس واسطے لے لی ہے کہ کسی کو بد نظر سے نہ دیکھوں  
 ہاتھ اس سب سے لے لئے کہ امور بیجا پر ہاتھ نہ از نکر دوں اور پاؤں اس سے لے لئے ہیں کہ جہان  
 نہ جانا چاہیے نہ جاؤں۔ صرف ایک دل عطا کیا ہے کہ اوس سے اپنے خالق کو پہچانوں اور دوسرے  
 زبان دی کہ اوسکا ذکر کرتا رہوں۔ **نقص**۔ ایک شخص کا مہول تھا کہ جو حادثہ اوس پر گذرنا وہ شکر  
 کرتا اور کہتا کہ بہبود میری اسی میں تھی اوسکے گھر میں ایک گٹھا حفاظت کے واسطے۔ ایک گدھا ہوتا  
 لادنے کے واسطے اور ایک مرغ تھا کہ اوسکی آواز سے صبح کو جلد جاگتا تھا۔ اتفاقاً ایک روز بیٹے  
 نے گدھے کو پہاڑ ڈالا۔ اوسنے موافق اپنی عادت کے کہا کہ شکر ہے بعد اسکے گتے نے مرغ کو  
 توڑ ڈالا پھر اوسنے شکر کیا۔ اوس شخص کی عورت غصہ میں آکر کہنے لگی کہ تو دیوانہ ہے یہ کیا مقام شکر  
 کا ہے اور اس نقصان میں کیا بہبود سمجھا ہے کہ جو چیزیں بکار آمد تھیں وہ تلف ہو گئیں۔ دوسرے  
 کا کہہ سکتے ہیں کہ آندہ ہی کے سب سے ایک دیوار سے ٹک کر



سنکر چوڑا پڑے اور سب کو مار کر مال اونکا لوٹ لے گئے تب اس شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ دیکھ  
 بیہودہ ہمارے اسی میں تھی۔ اللہ جل شانہ جس شخص کے حق میں جو بات بہتر سمجھتا ہے ویسا حکم دیتا ہے۔  
 آدمی اوکلی مصلحت سے آگاہ ہو یا نہ ہو **فصل**۔ ناصر الدین محمود بادشاہ ہند کی بیگم جب  
 بیابان کے آئی تو سات کروڑ کا جہیز لائی تھی جسکا خاوند اتنے بڑے رتبہ پر درویش اور فقیر تھا۔ ایسے ہی اوکلی  
 بیوی بھی نہایت نیک اور بے نظیر تھی۔ خاوند کو اپنے ہاتھ سے کھانا پکانا پکارتی۔ بچہ نہ بچاتی اور وہی  
 رات تک پاؤں دباتی رہتی تھی۔ بادشاہ قرآن شریف اپنے ہاتھ سے لکھ کر اوکلی اجرت سے  
 اپنی گذران کرتے۔ اور اگر فرصت نہ ہوتی تو شام کو لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور وہ فروخت کر کے اپنا کام  
 نکالتے تھے۔ ایک روز روٹی پکانے میں بیگم کے ہاتھ جل گئے۔ سپہ سالاروں کو دیکھ کر آٹھ آٹھ آنسو  
 رونے لگی۔ اور کہتی تھی کہ نام کو تو خدا نے بادشاہ کی بیوی بنایا اور کام کو ایک باندی ہی ندی۔ بادشاہ  
 ہی سامنے ایک بورے پر بیٹھے ہوئے قرآن شریف کی تلاوت کر رہے تھے۔ یہ کیفیت دیکھ کر  
 ہلکے سے پوچھا کہ غیر تو ہے آج کیون ذرا قطار رو رہی ہو۔ عرض کی کہ جہان پناہ روٹی پکانے میں آتے  
 جلے جاتے ہیں اگر ایک لونڈی ملجائے تو بڑی عنایت ہو ورنہ کچھ شکایت نہیں۔ بادشاہ نے فرمایا  
 بیگم صبر کرو ایسا نہ کہ خدا کی ناشکری میں راندی جاؤ۔ تم جانتی ہو کہ میں رعیت کا نگہبان اور محض فطہ  
 ان کی محافظت سے بہت کم فرصت ملتی ہے۔ اجرت بھی واجبہ واجبہ ہاتھ لگتی ہے لونڈی کٹا  
 سے آئے۔ سلطنت کا خزانہ رعیت کی حفاظت اور آرام میں خرچ ہوتا ہے اوس میں نہ میل حق ہے نہ  
 تمنا۔ ملکہ پسند کر چپ ہو رہی۔ اور اس روز سے اس صعبوٹ کو خوشی سے برداشت کر کے  
 شکر خدا کرتی تھی۔

## عبادت

چونکہ انسان کو خالق برحق نے اشرف المخلوقات کیا ہے اور اسکو ہمیشہ طرح طرح کی  
 نعمتیں درگاہ خدا سے برابر عطا ہوا کرتی ہیں تو انصاف کی نظر سے واجب بلکہ فرض ہے کہ ہر شخص  
 نیت ادا کرنے خدا کے حقوق کی جو ادب ثابت ہیں دل سے رکھے ہر چند خدا کی ذات عوض سے



ہے پر وہ ہے اور یہ بھی من مبین کہ وہی بندہ اولیٰ است و اولیٰ سے کوئی عبادت اور اسانیت کی  
 چاہتی ہے کہ جانشک ہو سکے خدا کی بندگی بجا لاوے تاکہ خدا کے غضب اور خلق کی لعنت سے محفوظ  
 رہے۔ حکماء و متاخر نے عدالت کے بیان میں لکھا ہے کہ خدا کی عبادت تین قسم کی ہے۔ اول وہ  
 کہ تعلق رکھتی ہے بدن سے جیسے روزہ۔ نماز۔ حج۔ اور برت۔ بوجا۔ پاتیر تہ۔ دوسرے وہ کہ  
 علاقہ رکھتی ہے روح سے جیسے اعتقاد صحیح خدا کی وحدانیت کا مراقبہ اور غور کرنا خدا کی حکمت میں۔  
 تیسرے وہ کہ واسطہ رکھتی ہے ہم جنسوں کے ساتھ معاملہ کرنے سے جیسے تعلیم و تربیت کرنی خلق  
 کی اور تجارت اور زراعت وغیرہ کے معاملہ میں انصاف کرنا۔ چنانچہ عبادت کرنے والے تین قسم  
 کے ہیں اور ہر قسم کی تین نشانیاں ہیں جو انکی شناخت کا سبب ہیں۔ ایک قسم ہے کہ اپنے خالق کو  
 بطریق ڈرنے کے پوجتے ہیں انکی تین نشانیاں ہیں کہ اپنے تئیں حقیر اور اپنی نیکیاں کمتر اور اپنی  
 بدیاں زیادہ ترجانتے ہیں۔ ایک قسم ہے کہ خدا کو بطریق امید کے پوجتے ہیں انکی تین نشانیاں  
 ہیں وہ تمام حالتوں میں اومیون کے پیشوا ہوتے ہیں اور دنیا میں تمام اومیون سے بڑے سخی ہوتے  
 ہیں اور اللہ کے ساتھ تمام خلق میں اچھا گمان کرتے ہیں۔ ایک قسم ہے کہ اوسکو پوجتے ہیں بطریق  
 محبت کے انکی تین نشانیاں ہیں۔ دیتے ہیں اللہ کے واسطے جو چیز دوست رکھتے ہیں اور بعد  
 راضی ہونے اپنے پروردگار کے کسی کی پروا نہیں کرتے۔ عمل کرتے ہیں خلاف نفس کے اور تمام  
 حالات میں اپنے مالک کے ساتھ احکام و مناسبات میں ہوتے ہیں۔ خدا کی بندگی تین امور پر منحصر  
 ہے۔ اول اعتقاد خدا کا۔ دوسرے راست گفتاری۔ تیسرے نیک کرداری۔

**افلاطون** حکیم کا ارشاد ہے کہ عدالت کی صفت حال ہونی ہے انسان کے سب فعل پسندیدہ ہوتے ہیں  
 اور نیک کرداری خدا کی خوشنودی اور نزدیکی کا وسیلہ ہے اور خدا کی بندگی دنیا میں سب اعتبار اور  
 سلامتی اور عقبیٰ میں وسیلہ نجات اور بزرگی کا ہے اور جناب باری اپنے پرہیزگار بندوں کو دین اور  
 دنیا میں محفوظ اور محفوظ رکھتا ہے۔ پس ہر آدمی کو اپنی مذہب اخلاق پر متوجہ ہو کر کمال انسانی حال



مسئلہ۔ بخارا میں ایک بزرگ دریا کے کنارے بیٹے کے دیہا کہ ایک سیب بہتا ہوا چلا جا رہا ہے۔

دل میں خیال کیا کہ اگر میں نہ اڑتا تو کھانا تو ضائع ہو جائے گا۔ اس خیال سے اوس سیب کو اڑتا کر کھالیا۔  
بعد کے سوچنے کو مینے یہ سیب کھالیا خدا جانے حلال تھا یا حرام بحث اپنے تئیں مواخذہ میں ڈالا  
جس طرف سے وہ سیب بہتا ہوا آیا تھا اوس طرف دریا کے کنارے چلے کہ اگر مالک سیب کا  
مل جائے تو اوس سے معاف کرالوں۔ بعد تو مڑی مسافت کے دریا کے کنارے پر ایک باغ دیکھا  
کہ اوس میں سیب کے درخت بہت سے ہیں اور ایک درخت سیب کا عین دریا کے کنارے ہے یقین  
ہوا کہ اسی درخت سے وہ سیب گرا ہو گا باغ کے اندر گئے اور باغبان سے کہا کہ مینے تیرے  
باغ کا ایک سیب کھالیا ہے مجھے معاف کر دے اوسنے کہا داروغہ اس باغ کا دوسرے باغ  
میں ہے مجھ کو معاف کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ وہ اس باغ کا مختار ہے یہ بزرگ اوس باغ میں  
گئے اوس سے بھی یہی کہا اوسنے کہا کہ میں بھی اس باغ کی حفاظت کے واسطے نوکر مہون مالک  
اس باغ کا بلخ میں ہے بے اجازت مالک کے نوکر کو معاف کرنے کا کیا اختیار ہے یہ سوچنے کہ  
بلخ کا جانا آسان ہے دوزخ کے جانے سے۔ پس بلخ کو روانہ ہوئے اور مالک باغ کو تلاش  
کیا اوسکے پاس گئے اور یہ حال کہا اوسنے جواب دیا کہ میں اوس باغ کو خرید کیا چاہتا ہوں ابھی  
قیمت اس باغ کی فیصل نہیں ہوئی اور مالک اس باغ کا کوفے میں ہے یہ بزرگ کوفے کو  
روانہ ہوئے اور مالک باغ کو تلاش کیا۔ بعد دریافت کے اوس سے ملاقات کی دیکھا کہ وہ شخص  
بزازی کی دوکان کرتا ہے جا کر سب حال اول سے آخرا تک اوس سے بیان کیا وہ شخص یہ حال سنکر  
بہت متعجب ہوا کہ یہ شخص بڑا محتاط اور متدین ہے ایک سیب کے لئے اتنی مسافت اور تکلیف گوارا کی۔  
اس بزرگ کا ہاتھ پکڑ کے اپنے گھر میں لایا اور بہت تعظیم اور پاسداری سے چس آیا اور نہایت تکلف سے  
کھانا آگے رکھ دیا۔ یوں کہ جب تک اوس سیب کو معاف نہ کرو گے میں کھانا نہ کھاؤں گا۔ اوس نے کہا  
کہ مالک اس باغ کی میری بیٹی ہے تم کھانا کھاؤ میں اوس سے معاف کر دوں گا تا چارہ اسکے اصل  
سے کھانا کھایا پھر وہ سوداگران کو اپنے گھر کے اندر لے گیا اور ابے گھر والوں سے کہا کہ ایک شخص



اس لڑکی کا نکاح کسی مرد صالح نیکو کار کے ساتھ کر دینگا۔ اب اس شخص سے بہتر کوئی اور کہاں ملے گا۔ مناسب  
 ہے کہ اس لڑکی کا عقد اسی شخص کے ساتھ کر دوں۔ اوس کی عورت بولی کہ ہم ساسو داگر متمول نامی اس  
 شہر میں کوئی دوسرا نہیں ہے اور لڑکی بھی حسن و جمال میں شہرہ آفاق و یکتا ہے۔ سب لوگ طعنہ دینگے  
 کہ اس نے اپنی لڑکی ایک فقیر مسافر کے حوالہ کر دی سو داگر بولا کہ میں عہد کو نہ چھوڑ دینگا اور سوائے  
 اسکے ایسا آدمی پرہیزگار کہاں میسر آئے گا۔ یہ کلمہ باہر آیا اور ان سے کہا کہ لڑکی کتنی ہے کہ میں  
 اس شرط سے معاف کرتی ہوں کہ وہ شخص میرے ساتھ نکاح کرے نہیں تو معاف نہ کرونگی اور  
 اب سن لو کہ لڑکی میں تین عیب ہیں۔ ایک یہ کہ اندھی ہے۔ دوسرے یہ کہ بہری ہے۔ تیسرے یہ کہ  
 ہاتھوں سے لولی ہے۔ یہ بزرگ اس حال کو سن کر اپنے دل میں سوچے کہ بہر کیف اس عذاب میں  
 گرفتار و مبتلا ہونا عذاب دوزخ سے ہزار درجہ بہتر ہے قبول کر لیا چاہیے۔ پس اوس سے کہا کہ وہ  
 سیب بخش دے مجھ کو قبول ہے۔ سو داگر ان کا ہاتھ پکڑ کر گھر میں لے گیا اور قاضی کو بلا کر اپنی لڑکی کا  
 عقد ان کے ساتھ کر دیا۔ جو دونوں ایک جا ہوئے تو دیکھا کہ لڑکی آنکھ نہاک کان ہاتھ پاؤں سے  
 تندرست ہے اور حسن و جمال میں بمیشال بہت متحیر ہوئے اور سر جھکا کر بیٹھ رہے۔ تب اوس لڑکی  
 کی مان نے پوچھا کہ کیوں ملول بیٹھے ہو۔ وہ بزرگ بولے کہ تم کو راست گو سمجھا تھا اور جھوٹ بولنے  
 سے زیادہ کوئی بات جبری نہیں ہوتی اس لڑکی کو برخلاف تمہارے قول کے دیکھتا ہوں کہ سب  
 طرح سے صحیح اور سالم ہے تب اوس کی مان نے کہا کہ جو کچھ اسکے باپ نے کہا تھا وہ سب صحیح ہے  
 اور وہ جھوٹ نہیں بولا۔ جس نے کہ ہماری لڑکی واقع میں آنکھوں سے اندھی ہے یعنی کسی نا محرم کو نہیں  
 دیکھتی اور کانوں سے بہری ہے یعنی کلام ناحق اور لغو نہیں سنتی اور ہاتھوں سے لولی ہے یعنی اور  
 کسی چیز ناروا کو ہاتھ نہیں لگاتی۔ یہ بزرگ اس بات کو سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور شکر خدا کیا اور کلمہ  
 اور کر بت خدا کی خوشنودی کے واسطے ادا کرنے سے اوس کا یہ عوض ملا۔ **فصل**۔ ایک شخص



باغ آیا اوسے چند دوست ہمراہی تھے۔ اوسنے ان سے کہا کہ تھوڑے سے بیٹے انار ٹوڑ لاؤ یہ دو مین  
 انار لے آئے۔ جب اونہوں نے چکے تو سب کھٹے تھے۔ مالک ترش ہو کر بولا کہ اتنی مدت سے باغ  
 مین رہتا ہے آج تک کھٹے بیٹے انار مین فرق نہیں کر سکتا۔ شیخ ہنکر بولے کہ تو نے اپنا باغ واسطے  
 نگہبانی کے میرے سپرد کیا ہے مین بے اجازت تیرے کوئی میوہ اس باغ کا کیونکر کھاتا۔ مالک اس باغ  
 کا پھنکر دے لگا اور کہا کہ اے دوست خدا تیرے اس تقویٰ اور احتیاط سے معلوم ہوتا ہے  
 کہ تو سلطان ابراہیم اوہم ہے۔ جب ان لوگوں نے پہچان لیا تو یہ وہاں سے چلے گئے۔  
 ایک روز حضرت ابراہیم عالم فخر مین ایک دریا کے کنارے بیٹھے اپنی گڈڑی ٹانکتے تھے آپ کا وزیر  
 سبھانے کو آیا اور رو کر بولا شاہا یہ کیا حال ہے۔ ایسی حکومت اور سلطنت کو ترک کر کے اس دیشی  
 اور تکلیف کو کیوں گوارا کیا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور ایک سوئی اوٹھا کر دریا مین پھینک دی اور وزیر سے  
 فرمایا کہ اگر تو اس سوئی کو سلطنت کی حکومت کے زور سے منگوا دے تو مین ابھی بادشاہت کرتا ہوں  
 ورنہ مین نکلوا دوں۔ وزیر نے ہر چند سعی کی مگر وہ سوئی دریا مین سے ہاتھ نہ آئی۔ آپ نے ایک لگا  
 کرم کی اور فرمایا کہ اے مچھلیو اس فقیر کی گڈڑی سینے کی سوئی تو لا دو۔ ہزاروں مچھلیاں ایک ایک  
 سوئی مین لئے کنارے پر حاضر ہوئیں آپ نے اپنی سوئی کہ حال کی گڈڑی تھی پہچان کر لے لی اور پرا  
 سویاں رنگ آلودہ دریا مین پھینک دیں اور وزیر سے کہا کہ یہ سلطنت بہتر ہے یا وہ جسکو اسکے  
 واسطے ترک کیا۔ وزیر لا جواب ہو کر محروم واپس آیا۔ نقل۔ ہے کہ اسکندر ذو القرنین ایک  
 شہر مین وارد ہوئے کیا دیکھا کہ قبر مین مردوں کی مکانون کے قریب بنی ہیں پوچھا کہ اپنے مردوں  
 کو شہر کے باہر کیوں نہیں دفن کرتے ہو لوگوں نے جواب دیا کہ قبروں کو دیکھ کر اپنا مرنا بھی نہ بھونگے  
 اور ہمیشہ یہ خیال رہیگا کہ ایک دن ہم کو بھی یہی معاملہ پیش آئے گا۔ اس صورت سے البتہ کج غفلت  
 کم ہوگی۔ پھر سکندر نے پوچھا کہ تم اپنے گھر کے دروازے کیوں نہیں بند کرتے ہو اور کواؤں مین  
 زنجیر کیوں نہیں لگاتے۔ کہا کہ اس شہر مین کوئی چور نہیں ہے۔ پھر پوچھا کہ ہمارے شہر مین کچھ تو نگہ  
 اور محتاج مین فرق نہیں پایا جاتا اسکا کیا سبب ہے۔ جواب دیا کہ آپ مین ایک دوسرے کی کفالت



اور انہوں نے کہا کہ ہمارا ایک شاہزادہ ہے اور سکا یہ حال ہے کہ جبے اور سکا باپ مر رہا ہے اور اس نے  
 بادشاہی قبول نکل اور تخت پر نہ بیٹھا اور شہر کا رہنا چھوڑ کر گورستان میں رہنا اختیار کیا ہے اور  
 تھوڑی سی ہڈیاں مردوں کی اپنے پاس رکھتا ہے اور اونکو دیکھ کر کہا کرتا ہے کہ یہ ہڈیاں بھی آگے  
 ایسی ہی تھیں کہ جیسا میں اب ہوں اور ایک دن میں بھی ایسا ہی ہو جاؤں گا کہ جیسی یہ ہیں یہ سنکر  
 سکندر اس کے پاس گئے اور پوچھا کہ اے شاہزادے تو نے سلطنت کیوں چھوڑ دی  
 اور یہ وضع کس لئے اختیار کی ہے اور سننے کہا کہ اے سکندر میرے دل میں چند سوال گذرے  
 ہیں اور انکے جواب کی تجویز میں مشغول رہتا ہوں اور اب تک جواب اونکا میرے ذہن میں نہیں گذرا  
 اب میں تم سے ان سوالوں کا بیان کرتا ہوں اگر تم جواب دو تو میں تخت پر بیٹھوں اور بادشاہی کروں  
 سکندر نے پوچھا وہ سوال کیا ہیں۔ کہا پہلے یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمی کو پیدا کیا اور انکے دو فرقے  
 کئے ہیں ایک جنتی دوسرے دوزخی۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں کس فرقے میں سے ہوں۔ اگر تم کو معلوم  
 ہو تو بتا دو۔ سکندر نے کہا میں بھی نہیں جانتا ہوں۔ اور سننے کہا دوسرے یہ کہ جب میں پیدا ہوا  
 تو میری قسمت میں سعید لکھا گیا یا شقی میں نہیں جانتا ہوں اگر تم جانتے ہو تو کہ دو۔ تیسرے یہ کہ مرتے  
 وقت ایمان کے ساتھ مردن کا یا کافر ہو کر۔ چوتھے یہ کہ قیامت میں نیک لوگوں کے گروہ علیحدہ ہوں گے  
 اور بدوں کے علیحدہ میں نہیں جانتا کہ میں کس گروہ میں ہوں گا۔ سکندر نے سب سوال  
 سنا کر کہا کہ اے عزیز بیچ ہے کہ جس شخص کو ایسے امورات کا غم ہو وہ کیا خاک یا دشا ہی کرے۔ اور  
 زندگی میں راحت پائے۔ سکندر بہت روئے اور کہا کہ تو سب بادشاہوں سے بہتر ہے  
 اور اس سہلے فانی میں آسائش و آرام میرے ہی واسطے ہے۔ نقل ہے کہ ایک شخص  
 بصرے میں تجارت کیا کرتا تھا اور اس کے غلام نے کسی شہرے اور کو لکھا کہ اس سال شکر یقین ہے کہ  
 گران ہو جائے گی جس قدر مل سکے خرید لو وقت پر بیچنے سے بہت منفعت ہوگی اور سننے بہت شکر  
 خریدی اور جب گران ہوا تب بھی بنیل ہزار درم منافع میں ملے۔ بعد اسکے اپنے دل میں اندیشہ



ہزار درم اسکے آگے رکھے اور کہا کہ اے بہائی یہ تیرا مال ہے اور سارا قصداً اس سے بیان کیا۔  
 اوسنے کہا کہ میں تجھ کو بخشے یہ اپنے گھر لایا پھر اسنے خیال کیا کہ شاید اس شخص نے بہ سبب شرم او  
 موت کے لئے ہوں تجھ کو مناسب نہیں کہ تو لے لے دوسرے دن جا کر زبردستی اس شخص کے گھر  
 ڈال آیا۔ نقل ہے کہ محمد بن المکتدر دوکان پارچہ فردشی کی کرتے تھے ایک دن اس کے  
 گماشتے نے اسکی نصیبت میں ایک تھان پارچہ پانچ درم کی قیمت کا اعدا ہائی کے ہاتھ دس درم  
 کو بیچ ڈالا جب وہ تشریف لائے تب اوسنے کہا کہ میں نے ایک خیر خواہی کی ہے یعنی دو فی قیمت کو تھان  
 بیچا فرمایا بہت برا کیا اور یہ گھر اس اعرابی کی تلاش میں چلے اور اسکو بڑی جستجو سے ہم پہونچایا اور  
 اپنی دوکان پر لائے اور کہا کہ اے عزیز یہ میرا تھان پانچ درم کا تھا میرے گماشتے نے تیرے ہاتھ  
 دس درم کو بیچا پانچ درم اپنے پیر لے یا تھان میرا پیر دے اپنے سب درم لے لے اوس نے کہا کہ  
 میں نے جتنے کو لیا لیا ہے اپنے فرمایا کہ جو بات میں اپنے اوپر گوارا نہیں کرتا دو سکر پر بھی روا نہیں رکھتا آخر کو  
 پانچ درم پیر دئے۔

حکایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک چرواہے سے فرمایا کہ تو نے عمر بکریاں چرانے میں برباد  
 کی اگر علم پڑھتا تو بہتر ہوتا۔ چرواہا بولا کہ مجھ کو چھ مسئلہ یاد ہیں اور پیر عمل کرتا ہوں۔ اول جب تک اکل حلال  
 موجود ہو حرام کا لقمہ نہ کھاؤں اور حلال عالم سے معدوم نہیں ہوتا کہ حرام کی ضرورت پڑے۔ دوم۔  
 دنیا میں جب تک سچ موجود ہے جھوٹ نہ بولوں اور سچ گم نہیں ہوتا کہ جھوٹ بولنے کی حاجت ہو۔

سوم۔ جب تک آپ بے عیب نہ بن لوں دوسروں کا عیب نہ پکڑوں اور بے عیب ذات خدا کی  
 ہے چہارم۔ ابلیس کو جب تک مرانہ پاؤں اس کے دوسرے بے خوف نہ ہوؤں اور ابلیس  
 ابھی مرا نہیں ہے کہ مڑ ہو جاؤں۔ پنجم جب تک کہ خزانہ خدا کا خالی نہ کیوں مخلوق کے خزانہ کی طمع نہ کر دوں  
 اور خزانہ حق ہمیشہ معمور ہے ششم جب تک بہشت میں داخل نہ ہو جاؤں عذاب حق تعالیٰ سے نڈر  
 نہ ہوؤں۔ پس حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو کس علم کی احتیاج ہے علم اولین و آخرین تو یہی ہے جو



چہ باتیں مجھے سیکھ لے پہر چاہے کہ نقصان نہوگا۔ **اول**۔ یہ کہ جو گناہ کرے تو خدا کی روزی نہ کما  
 بولاسب جگہ رزق اویسکا ہے پہر کمان سے کماؤن فرمایا تو مناسب نہیں کہ رزق اوسکا کماوے اور گناہ  
 اوسکا ہووے۔ **دو**۔ یہ کہ گناہ کرے تو اوسکے ملک میں مت رہ۔ بولاسب جگہ ملک اوسکا  
 ہے پہر کمان جاؤن فرمایا تو اچھا نہیں کہ اوسی کے ملک میں رہے اور اوسکا گناہ ہووے۔ **تیس**  
 کہ گناہ کرے تو خدا کے سامنے مت کر بولاسب جگہ حاضر ناظر ہے پہر کیسے ہو سکے فرمایا یہ کیسے  
 زیبا ہے کہ رزق بھی اویسکا کماوے ملک میں بھی اویسکے رہے اور گناہ بھی اوسی کے سامنے کرے  
 چوتھے یہ کہ ملک الموت جان نبض کرنے اوسے تو کہہ کہ توبہ کی مہلت دے بولادہ میری نہ سنے گا  
 فرمایا تواب سے توبہ کر۔ **پانچویں** یہ کہ قبر میں نیک بن سوال کو آوین تو ہانک دے بولامیری کیا مجال  
 فرمایا تو اونکے جواب کا سامان تیار رکھ۔ **چھٹے** یہ کہ قیامت میں حق تعالیٰ دوزخ میں ڈالے تو کہہ  
 میں نہیں جاتا بولادہ بردستی جانا پڑے گا۔ فرمایا تو گناہ مت کر۔ **پہرندہ** یہ باتیں سنکر کانپ گیا اور  
 فوراً تائب ہوا۔ **حکایت**۔ حضرت بایزیدؒ سے کسی شخص نے وصیت چاہی فرمایا تین باتیں  
 یاد رکھ **اول** اگر بد خو سے ملے تو اوسکو اپنا سانیک خوبانے میں سعی کرو۔ **دو** ہم اگر کوئی تجھ پر احسان  
 کرے تو اول شکر خدا کا کر بعدہ اوس محسن کا۔ **سیوم** اگر تجھ پر بلا نازل ہو فوراً عجز کے ساتھ متبہ ہو جا  
 اور جناب خداوندی میں فریاد کر **حکایت**۔ کسی شخص نے ایک درویش سے تین سوال کئے۔ **اول**  
 یہ کہ خدا سب جگہ ہے نظر کیوں نہیں آتا۔ **دو** ہم جو انسان کرتا ہے سو حکم خدا سے پہر گناہ میں اوس کا  
 کیا قصور جو سزا ہو۔ **سیوم** شیطان آتشی ہے آتش دوزخ سے اوسکو کیا سزا ہوگی۔ فقیر نے یہ سنکر ایک  
 ڈھیلا مارا وہ شخص قاضی سے فریادی ہوا کہ فلان درویش نے ایسا ڈھیلا میرے سر میں مارا ہے کہ  
 درد سے سر ہٹا جاتا ہے۔ **قاضی** نے فقیر کو بلا کر سبب پوچھا فقیر بولا کہ میں نے اسکو تین سوالوں کا  
 جواب دیا ہے۔ یہ بچکو اپنا درد سہر دیا دے میں اسکو خدا دکھا دوں۔ **دوسرے** یہ کہ میں نے اسکو خدا

کہ جگہ سے نظر کیوں نہیں آتا۔ **دو** ہم جو انسان کرتا ہے سو حکم خدا سے پہر گناہ میں اوس کا کیا قصور جو سزا ہو۔ **سیوم** شیطان آتشی ہے آتش دوزخ سے اوسکو کیا سزا ہوگی۔ فقیر نے یہ سنکر ایک ڈھیلا مارا وہ شخص قاضی سے فریادی ہوا کہ فلان درویش نے ایسا ڈھیلا میرے سر میں مارا ہے کہ درد سے سر ہٹا جاتا ہے۔ **قاضی** نے فقیر کو بلا کر سبب پوچھا فقیر بولا کہ میں نے اسکو تین سوالوں کا جواب دیا ہے۔ یہ بچکو اپنا درد سہر دیا دے میں اسکو خدا دکھا دوں۔ **دوسرے** یہ کہ میں نے اسکو خدا



راضی ہوا۔ حکایت۔ ایک روز حبیب عجمی جنگل میں اپنا پوستین چھوڑ کر حواج ضروری کو گئے آپ کے مرشد خواجہ حسن ہاتھ پوتین کو پچا کر ٹھہر گئے جب حبیب فراغت ہو کر آئے تو انہوں نے فرمایا کہ جنگل میں پوتین کے بہرہ ڈال گیا تھا حبیب نے جواب دیا اس کے بہرہ جسے آپ کے تین پوتین کا نگہبان بنایا۔ حکایت۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک غلام خریدا اس سے پوچھا تیرا کیا نام ہے بولا جو آپ رکھیں پوچھا کیا کہا دیکھا بولا جو کہ لاٹیکا دریافت کیا کیا پہنے گا جواب دیا جو پہناؤ گے کہا کیا کرے گا کہا جو فرماؤ گے پوچھا کیا چاہتا ہے بولا بندہ کو چاہئے کہ کیا منصب حضرت ابراہیمؑ سکر متاسف ہوئے کہ بندگی کرنا اس سے سیکھنا چاہیے۔

حکایت۔ کسی نے حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا خلافت کے دل میں حق تعالیٰ سے حجاب کیوں ہے فرمایا اس واسطے کہ جس شے کو حق تعالیٰ دشمن رکھتا ہے اس کو لوگ دوست رکھتے ہیں۔ حکایت ایک بادشاہ کا وزیر تارک الدنیا ہو کر جنگل میں جا بیٹھا۔ دو سے دن بادشاہ سمجھا نیکو آیا اور سامنے کھڑا ہو کر بولا فقیر میں کیا نفع دیکھا جو ترک دنیا کیا۔ جواب دیا کہ روز میں تیرے سامنے دست بستہ کھڑا رہتا تھا آج تو میرے روبرو کھڑا ہے اس سے زیادہ اور کیا نفع ہو گا۔ دنیا پرست مغرور بن کر راہ راست پر آیا اور طالب حق ہو گیا۔ حکایت۔ خلیفہ ہارون رشید نے شیخ بلخی سے وصیت چاہی فرمایا اگر تو تنہا بیابان میں رہ جاوے اور اس قدر تشنگی غالب ہو کہ بغیر پانی کے خود جان ہو اور کوئی تجھ کو اس شرط پر پانی دے کہ سیر ہو کر پی لے مگر تمام اپنا ملک اس کے بدلے میں دیدے تو تو کیا کرے ہارون نے جواب دیا پانی پی لوں اور ملک دیدوں شیخ نے فرمایا اپنے ملک کو ایک پیاس پانی کا مول سمجھتا رہ اور کبھی اتنی ذلیل شے پر نازاں نہوجیو۔

ہارون رشید رو دیا۔ حکایت۔ ایک بادشاہ کا وزیر نہایت دانا تھا اور وزارت سے ہاتھ اڑھا کر خدا کی عبادت میں مشغول ہوا۔ شاہ نے اپنے امیروں سے پوچھا کہ وزیر کمان گیا سب نے اس کا حال عرض کیا بادشاہ وزیر کے پاس گیا پوچھا اے وزیر تجھے کونسی خطا ہوئی



اور میں آپ کے حضور میں کھڑا رہتا اب میں بندگی خدا کی کرتا ہوں کہ جسے نماز کے وقت حکم بیٹھنے کا کیا۔ دوسرے  
 یہ کہ آپ کہنا کہاتے رہیں اور میں نگاہ بانی کروں اب ایک ایسا روزی دینے والا بیٹھ پیدا کیا ہے کہ  
 وہ آپ نہیں کہتا اور مجھے کہلاتا ہے۔ **تیسرا** جہان پناہ سوتے رہیں اور میں چوکیداری کروں  
 اب بیٹھنے ایسا خدا پایا ہے کہ وہ چوکیداری کرے اور میں سوؤں۔ چوتھے میں ہمیشہ ڈرتا رہتا  
 تھا کہ اگر آپ مر جاویں تو مجھے سب دشمنوں سے ضرر پہونچے۔ اب بیٹھنے ایسا خدا پایا ہے کہ ہمیشہ زندہ  
 رہیگا اور مجھے دشمنوں سے صدمہ نہ پہونچے گا۔ **چوتھوں** عالم پناہ کے غضب سے ہمیشہ ڈرتا  
 تھا مباد مجھے کوئی گناہ ظاہر ہو تو حضور مجھے کبھی معاف نہ کریں۔ اب خدا میرا ایسا رحیم ہے کہ ہر روز میں  
 سو گناہ کروں تو وہ معاف کر دے۔ **نقل۔** **بشاپ ہال** لکھتا ہے کہ **انگلستان**  
 کے کسی شہر میں کسی لارڈ نے مذاق کے واسطے ایک بیوقوف آدمی رکھ چھوڑا اور اسکو یہ کہہ کر ایک چٹری دی  
 تھی کہ جب تو کسی کو اپنے سے بھی زیادہ بیوقوف پاوے تب اسکو یہ چٹری دیدینا۔ الغرض کچھ دنوں  
 بعد وہ لارڈ بہت بیمار ہو کر جب حالت نزع میں مبتلا ہوا تو وہ بیوقوف اپنے مالک کو دیکھنے آیا لارڈ  
 نے اوس سے کہا کہ اب ہم تم سے جدا ہوتے ہیں۔ بیوقوف نے پوچھا کہ آپ کہاں جاتے ہیں لارڈ  
 نے جواب دیا ہم دوسری دنیا میں جاتے ہیں بیوقوف بولا کہ آپ وہاں سے پرینگے کب تک  
 کوئی مہینہ بہر میں لارڈ نے جواب دیا کہ نہیں اب میں پھر اس دنیا میں نہیں آؤں گا ہمیشہ کی واسطے جاتا ہوں  
 بیوقوف نے پوچھا اس جگہ میں جان آپ جاتے ہیں اپنے رہنے کے لئے کچھ بندوبست بھی کر لیا ہے  
 لارڈ نے جواب دیا کہ وہاں کے واسطے تو کچھ بندوبست نہیں کیا بیٹھتے ہی اوس بیوقوف نے اپنی  
 چٹری لارڈ کے سامنے رکھ دی اور کہا کہ آپ مجھے زیادہ بے وقوف ہیں کہ جہاں ہمیشہ کی واسطے آپ  
 جاتے ہیں آپ نے وہاں کے لئے کچھ بھی بندوبست نہیں کیا۔ **حکایت۔** ایک مرتبہ **لقمان** کے  
 آقا نے اوس سے کہا کہ فلا نے کیت میں جو **بو لقمان** نے چنا اوس میں بویا مالک نے دیکھ کر پوچھا



ہیں کہ قیامت کے دن ثواب کا پہل لگے گا۔ مالک اس بات سے شرمندہ ہوا اور لقمان کو آزاد کیا  
نقل۔ کتاب احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حاتم اصم سے کہ  
بڑے اولیاء اللہ سے تھے انکے استاد شفیق ملجی نے پوچھا کہ تو کتنی مدت سے میرے پاس  
رہتا ہے اور تو نے کتنا علم سیکھا جواب دیا تیس برس سے اور آٹھ مسئلہ سیکھے ہیں پوچھا

بیان کر کہ مسئلہ پہلا۔ میں نے جو نگاہ کی اس مخلوق کی طرف تو دیکھا کہ ہر شخص محبوب رکھتا ہے دوست  
کو یعنی پیاری چیز کو چنانچہ کوئی دوست رکھتا ہے مکان کو کوئی عورت کو کوئی لباس کو کوئی باغ کو کوئی  
بچہ کو کوئی کسی چیز کو کوئی کسی چیز کو لیکن وہ محبوب اور سکا تادم زلیست ہی ہے بعد مرنے کے کوئی  
قبر میں ساتھ نہیں جاتا جب وہ مر جاتا ہے تو محبوب اور سکا اوس سے جدا ہو جاتا ہے پس میں

خیال کیا کہ اشیاء فانی کو کیا محبوب رکھوں۔ اس واسطے نیکیوں کو میں نے اپنا محبوب کیا کہ جب میں  
قبر میں داخل ہوں گا تو میرا محبوب بھی میرے ساتھ ہوگا۔ فرمایا شفیق نے کہ خوب سیکھا تو نے  
واقعی یہی نیکیاں یعنی نماز روزہ حج زکوۃ لے دینا علم دین پڑھنا پڑھانا وغیرہ ساتھ جائے گا۔

اور جو ربچے مال و منال تادم زلیست ہی محبوب ہیں مرنے کے بعد کون کیسے کام آتا ہے مسئلہ  
دوسرا نظر کی میں نے اللہ تعالیٰ کے اس کلام پر وقَامَا مَن خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَهِيَ النَّفْسُ

عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاوَىٰ یعنی اور جو کوئی ڈرا اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے رہے  
سے اور باز رکھا نفس کو خواہش نفسانی سے پس بلاشبہ اوسکا ٹھکانا جنت ہے۔ پس کہا

میں نے اپنے دل میں کہ قول حق سبحانہ تعالیٰ کا حق ہے کچھ شبہ نہیں پس کوشش کی میں خواہش  
نفسانی کے دفع کرنے میں یہاں تک کہ میں خوب مضبوط و مستعد طاعت الہی میں ہوا۔ سبحان اللہ

کیا اچھی سمجھ حاصل ہوئی کہ خواہش نفسانی کو دفع کر دینا تو ادا کے عوض جنت پاؤں گا اور واقعہ میں  
بات یہی ہے کہ جو کوئی خاذل حقیقی کے کھڑے رہے سے ڈرے گا اور خواہش نفسانی کو دفع کرے گا وہ

خواہ مخواہ اچھی باتوں کے کرنے پر مستعد ہوگا اور بری باتوں سے بچے گا اور مستحق جنت کا ہوگا



میں نے جو نظر کی خلق کی طرف تو دیکھا کہ جس شخص کے پاس کوئی قیمتی اور ذمی قدر چیز ہوتی ہے او سکود بہت عزیز رکھتا ہے اور محافظت کرتا ہے۔ پہر نظر کی میں نے اللہ تعالیٰ کے قول میں مَا عِنْدَ اللَّهِ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ یعنی جو کچھ تمہارے پاس ہے فانی ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے باقی ہے پس جب کوئی قیمتی اور ذمی قدر چیز میرے ہاتھ لگی او سکودینے بد خرچ کیا تاکہ میرے واسطے اوس کے پاس باقی رہے۔ غرض یہ کہ جو لوگ کسی چیز کو عزیز رکھتے اور اوس کی محافظت کرتے ہیں محض یہاں ہے کہ فانی کا عزیز رکھنا بے سود ہے جو کچھ ہوا اسکے نام پر دیجئے کہ اوس کے خزانہ عیب میں رہے اور بعد مرنیکے ابدال آباد اسکے کام آوے۔ مسئلہ چوتھا۔ میں نے جو دیکھا خلق کی طرف تو دیکھا کہ ہر شخص رجوع کرتا ہے مال اور حسب و نسب کی طرف میں نے جو خیال کیا تو معلوم ہوا کہ یہ سب سچ ہے۔ پہر نظر کی میں نے اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف نظر کیا کہ اِنْ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَاهُ یعنی بہت بزرگ و عزیز تم میں اللہ کے نزدیک بہت پرہیزگار تم میں کا ہے۔ پس بنے تقویٰ کے حاصل کرنے میں کوشش کی تاکہ میں اللہ کے نزدیک بزرگ و عزیز ہوں غرض یہ کہ مال و جاہ وغیرہ کی کچھ حقیقت نہیں ہے اس سے اللہ کے نزدیک عزیز و ذی قدر نہیں ہوتا بلکہ قہتا تقویٰ زیادہ ہوگا او تنہا ہی اللہ کا پیارا ہوگا ۵

ہر کو بھیجے سوہر کا ہوئے

ذات پات پوچھے نہیں کوئے

مسئلہ پانچواں۔ میں نے خلق کو دیکھا کہ بعضے بعضوں پر لعن و طعن کرتے ہیں اور اصل اس سب کی حسد ہے۔ پہر میں نے اللہ تعالیٰ کے قول پر نظر کیا تَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا یعنی ہم نے تقسیم کی ہے درمیان اُن کے معیشت اُن کی زندگی دنیا میں۔ پس چھوڑ دیا میں نے حسد اور خلق کو دوست رکھتا ہوں اور جانتا ہوں کہ بلاشبہ قسمت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے کہ جو کچھ تقدر ہے وہ ہر شخص کے واسطے پہونچتا ہے تو حسد کر کے لعن و طعن کرنا نادانی ہے۔ مسئلہ چھٹا۔ میں نے دیکھا خلق کو کہ ظلم و زیادتی کرتے ہیں بعضے بعضوں پر اور بعضے بعضوں سے جنگ و جدال کرتے ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے قول پر نظر کیا اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا



یسی بلا سببہ شیطان ہمارے لئے دمن ہے۔ پس پڑو اور سلو دمن۔ پس جیسے صرف آدمی سے  
دشمنی باندھی اور اسی سے بچاؤ کر لے میں کوشش کرتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکی گواہی دی ہے  
کہ وہ میرا دشمن ہے اور اس واسطے اپنے خلق کی عداوت ترک کی۔ مسئلہ ساتواں اپنے خلق  
کو دیکھا کہ ہر شخص کثرت مال کا طالب ہے اور جو ایسا ہے وہ ذلیل کرتا ہے اپنے نفس کو اور اس چیز  
میں داخل ہوتا ہے جو اس کے واسطے حلال نہیں ہے یعنی وجہ حرام سے مال کماتا ہے پھر میں نے  
اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف نظر کی وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا رَزَقْنَاهَا يَوْمَئِذٍ بِمَنْحَرٍ  
کوئی چلنے والا زمین میں مگر اللہ پر ہے رزق اسکا۔ پس میں سمجھا کہ میں ہی تو زمین پر چلنے والوں سے ہوں کہ  
جبکہ رزق اللہ تعالیٰ پر ہے پس مشغول ہوا میں اس چیز میں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے لئے ہے یعنی اسکی  
طاعت میں کہ مجھے لازم ہے میں مشغول ہوا اور وہ چیز کہ میرے لئے اس کے پاس ہے اپنے ترک کی  
یعنی اپنے رزق کی کہ وہ مشغول ہے میں کچھ معی نہیں کرتا۔ مسئلہ آٹھواں میں نے جو خلق  
کی طرف نظر کی تو دیکھا اسکو کہ کوئی بہرہ و سا کرتا ہے اپنی زمین پر اور کوئی اپنی تجارت پر اور کوئی اپنی کاریگری  
پر اور کوئی اپنے بدن کی صحت پر۔ پس تمام مخلوق بہرہ و سا کے ہوئے ہیں مخلوق پر۔ پس میں نے رجوع  
کی اللہ کی طرف وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ یعنی اور جو کوئی بہرہ و سا کرتا ہے اللہ تعالیٰ پر  
وہ کافی ہے اسکو۔ میں نے اللہ ہی پر بہرہ و سا کیا۔ پس وہ مجھ کو کافی ہے۔ جب حاتم یہ مسائل بیان  
کر چکے تو شفیق ربی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اے حاتم اللہ تجھ کو توفیق نیک دے اپنے نظر کی علم توحید قابل  
و زبور و فرقان عظیم میں یہ مسائل اس کے خلاصہ ہیں جسے ان مسائل کو استعمال کیا تو چاروں کتب مذکورہ  
کو استعمال کیا۔ قول خاکساری خدا رسیدہ ہو نیکی بڑی پر کہہ ہے اس مضمون کے مطابق ایک  
تذکرہ لکھا جاتا ہے۔ حکایت۔ ایک مجمع میں کسی بزرگ کا تذکرہ تھا بعض تو کہتے تھے کہ سبحان اللہ  
قلب وقت میں ایسا با خدا آدمی اس زمانہ میں کہاں ہے بعض کہتے تھے کہ بہائی ہم تو معتقد نہیں دنیا  
میں رہ کر خدا پرستی معلوم۔ سامان دنیا کیا نہیں رکھتے۔ بی بی بچے مکان کمانا پینا سہی کچھ ہے  
ناز و زہ کون نہیں کرتا۔ بزرگ کا درجہ دوسرا ہے۔ ایک شخص نے ارادہ کیا کہ امتحان لین۔ پس ادن



بڑے غریب خانہ کے قریب مسجد بھی ہے بڑی بہاری جماعت ہو جاتی ہے۔ ان بزرگ نے دعوت کو  
 بے تامل قبول کیا اور نماز مغرب سے پہلے مسجد میں جا کر حاضر ہوئے۔ نماز مغرب کے بعد کچھ وظیفہ  
 پڑھتے رہے پھر میزبان کے دروازہ پر آئے تو نہ کچھ فرش نہ تخت نہ سوٹ نہ کوئی آدمی۔ آواز دی  
 تو جواب نہ دار۔ بے تکلف زمین پر بیٹھ گئے۔ بیٹھے بیٹھے عشا کا وقت ہوا اور یہاں میزبان نے گھر  
 سے نکل کر صورت تک نہ دکھائی۔ جب نماز عشا کا وقت ہوا تو دروازہ پر ایک حلال خوری رہتی تھی یہ  
 بزرگ اس سے کہہ گئے کہ نیک بخت اگر شیخ صاحب پوچھیں تو مہربانی کر کے کہدینا کہ ناد کو  
 گیا ہے۔ ان بزرگ نے نماز جماعت تو مسجد میں پڑھی اور جو کچھ وظیفہ پڑھنے کو باقی تھا میزبان کے  
 دروازہ پر آ کر پڑھا یہاں تک کہ آدھی رات ہونے آئی تب میزبان نکلا۔ مہمان کو دیکھا کہ موجود۔ دیکھتے  
 ہی بولا۔ آپ آئے اور مجھ شامت زدہ کو دعوت کا خیال ہی نہ رہا۔ اب اس وقت کیا ہو سکتا ہے۔ مہمان  
 نے کہا کیا مضائقہ یہ کھارخصت چاہی۔ میزبان نے کہا اچھا تو ٹھیرے میں گھر میں جا کر دیکھو کہ کچھ بچا کچھا  
 تو لے آؤں۔ گھر میں گیا تو پہر گنٹھوں کا غوطہ لگایا۔ بڑی دیر کے بعد نکلا تو پہر کچھ موجود نہیں معاف کیجئے  
 مہمان بے شاش بے شاش رخصت ہونے لگا۔ تو اس نے پہر کہا کہ آپ جاتے تو میں مگر میراجی نہیں چاہتا  
 کہ آپ بہو کے چلے جاوین ذرا صبر کیجئے تو کچھ تدبیر کروں بزرگ نے فرمایا کیون تکلیف کرتے ہو اسکا  
 کچھ مضائقہ نہیں میں جاتا ہوں۔ میزبان پہر گھر میں گیا اور تھوڑی دیر کے بعد اندر سے کاشا شاہ صفا  
 تشریف لیجائیے۔ شاہ صاحب نے پکار کر سلام کیا اور چلنے لگے گلی کے باہر ہو گئے تھے کہ پہر اس  
 شخص نے پکارا اور کہا کہ اور تو کچھ نہیں ہو سکتا یہ ایک پیسہ حاضر ہے۔ شاہ صاحب نے بے تکلف  
 لیلیا اور خوشی بخوشی پہر چلے اس شخص نے بلایا اور کہا کہ میان فقیر تو بڑا طاع ہے ایک وقت کے  
 کمانے کے واسطے تو میری تمام رات ضائع کی شاہ صاحب رونے لگے اور ہاتھ جوڑے کہ بہائی  
 خدا کیلئے میری خطا معاف کرواقع میں میرے سب سے تجکو آج تکلیف ہوئی یہ شخص بولا کہ جی چاہتا ہے  
 اس قصور کے بدلے تیرے سب کپڑے اور تروالوں شاہ صاحب نے فوراً عمامہ اور کرتا اوتار



اوس کے پیرون پر رکھ دیا اور سلام کرتے رخصت ہو گئے۔ سب کو اوس شخص کے دو درشاہ صاحب  
 کے قدموں پر رکھ دیا اور کہا کہ واقع میں آپ بڑے بزرگ آدمی ہیں اور اس امتحان میں مجھ سے بڑا تصور  
 ہوا اللہ معاف فرمائے۔ شاہ صاحب نے اوسکو اوٹھا کر سینہ سے لگالیا اور کہا کہ میان تمہارا  
 کہ ہر خیال ہے کیسے بزرگ اور کہاں کی خدا پرستی میں تو بیٹ کا کٹا ہون سب گتے یہی کرتے  
 ہیں جو بیٹے کیا۔ ٹکڑا دکھاؤ بلاؤ دوڑے آئے ذرا دھمکا دو قدم دو قدم پیچے ہٹ گئے۔ **نقل**  
 سلطان ابراہیم اوسم رحمۃ اللہ علیہ کے کسی نے پوچھا کہ بادشاہی چوڑا کر گورستان میں کیوں بیٹھ  
 رہتے ہو اور مردوں سے صحبت رکھتے ہو فرمایا کہ میں نے اہل دنیا کو چار قسم پر پایا۔ بعض مر گئے ہیں اور  
 بعض جیتے ہیں اور دنیا میں موجود ہیں اور بعضے مان کے پیٹ میں اور بعضے باپ کی پیٹھ میں  
 آنے کے مستعد۔ جو مر گئے ہیں وہ قبروں میں چلا تے ہیں کہ باقی ماندو ہم لوگ بغیر تمہارے قید خانہ  
 لحد میں گرفتار ہیں تم آچکو تو قیامت برپا ہو اور ہم اس تنگی اور تاریکی سے مخلصی پائیں اور جو پشت پر  
 اور رحم مادر میں ہیں وہ کہتے ہیں کہ دنیا کے رہنے والے عدم کو کیوں نہیں جاتے۔ اور دنیا کیوں  
 نہیں حالی کرتے غرض ایک طرف سے بگٹاتے اور دوسری طرف سے بلاتے ہیں۔ اس صورت میں  
 کس طرح ترک دنیا کر دے اور ملک آخرت کا طالب نہ ہو کہ ملک وہاں کا بے زوال اور بادشاہ  
 اوس ملک کا لایزال ہے۔ بہت بادشاہ زمانہ کے مر گئے اور کچھ نام و نشان اونکا باقی نہ رہا۔ موت  
 عجب راہ ہے کہ امیر و وزیر و درویش و تو نگر غنی و فقیر خواجہ و غلام سب اس راہ میں چلتے ہیں  
 جس نے شربت زندگانی کا پیاضور ہے کہ زہر موت کا بھی چکے خوشحال اون لوگوں کا کہ قبل  
 مرنیکے ترکا سوائے اللہ کر کے راضی اور مستعد کوچ کے رہیں۔ **قول**۔ سقراط نے کہا ہے کہ سب  
 سے بڑا حکم سلطنت یہ ہے کہ انسان ہو او ہوس پر غالب آوے اور کامل عارف وہ ہے کہ جس سے  
 دشمن بھی بے خوف ہوں نہ کہ دوست ڈریں۔ **قول** مولانا شمس الدین فرماتے ہیں کہ اکثر لوگ  
 کہالت سے تاج کا کام کل پر چوڑ دیتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ آج کا دن کل کے روز کی کل ہے  
 کل کی کل کو کیا کیا جو آج کی کل کو کریں گے۔ **قول**۔ حکیم فیثا غورس نے کہا ہے کہ انسان کو



کے واسطے شکر خدا کا کرے اور بد کیواسطے نفس کو ملامت اور توبہ و استغفار کرے۔ قول حضرت  
 ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سالک پر در رحمت تین بات سے وابہ ہوتا ہے۔ اول اگر دُعا  
 بخش دین تو خوش نہو۔ دوم اگر سلطنت و دُعا اوس سے چین لین تو ناخوش نہو۔ سوم اگر کسی ہی  
 مدح و نوازش کے ساتھ اوس سے پیش آوین دم میں نہ آوے۔ قول حضرت شفیق بلخی فرماتے  
 ہیں کہ خود مند وہ ہے جو دنیا کو دوست نہ کرے اور زیرک وہ ہے جو دنیا کے فریب میں نہ آوے اور تو نگہ  
 وہ جو مقصوم پر راضی رہے اور درویش وہ جسکو طلب زیادت نہو۔ قول حضرت حارس عالی  
 کا قول ہے کہ دُعا چیز سے انسان منازل شریف کو پہنچتا ہے۔ اول خدا کی قسم نہ کہانا نہ سچ نہ جھوٹہ  
 نہ سہواً نہ عمداً۔ دوم جو ٹھہ سے پرہیز کرنا۔ سوم حتی الامکان وعدہ نہ کرنا اور کرنا تو اوسکو خلاف  
 نہ کرنا۔ چہاں کسی پر لعنت نہ کرنا گو ظالم ہی ہو۔ پنجم کسیکو دعاے بد نہ کرنا نہ قول سے نہ فعل سے اور  
 کسی سے انتقام نہ چاہنا اور براے خدا تحمل کرنا۔ ششم کسی پر گواہی نہ دینا خواہ شرک خواہ کفر یا فساد  
 کی تہمت قصد معصیت پر نہ کرنا چہ ظاہراً چہ باطناً۔ ہشتم اپنا رنج دوسرے پر نہ ڈالنا خواہ کم ہو خواہ  
 زیادہ۔ نهم طمع خلق سے بالکل اڑنا دنیا اور کسی سے سوائے حق تعالیٰ کے امید نہ کرنا۔ دہم۔  
 بلندی درجہ نہ ڈھونڈنا اور سبکو فاضل تر اپنے اوپر سمجھنا۔ قول۔ ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ  
 جو کوئی تم سے پوچھے کہ خدا سے ڈرتے ہو یا نہیں چاہیے کہ جواب نہ دے اور چپکے ہو رہو کیونکہ جو کہو کہ  
 نہیں ڈرتے تو کافر ہو گے اور جو کہو کہ ڈرتے ہیں تو جھوٹے ہو کیونکہ تمہارے اعمال ڈرنیوالوں  
 کے سے نہیں ہیں۔ قول حکیم بقراط نے کہا ہے کہ عمر توڑی ہے اور کام بت ہے۔ پس اس  
 توڑی سی عمر کو اوس کام میں صرف کرے جو نہایت ضروری ہو یعنی طلب آخرت و رضاے حق تعالیٰ  
 میں قول حکیم بزرگ چہر نے کہا ہے کہ میں نے اپنے استاد سے پوچھا کہ لوگوں کو شرم کس سبب سے  
 پیدا ہوتی ہے کہا دنیا و دین کے خوف سے اور بیدین کو نادانی سے۔ نکتہ درویشی اوسکو کہتے ہیں  
 کہ آپ کسی سے کچھ طمع نہ کرے جو کوئی آپ سے کچھ دے تو منع نہ کرے اور جو کچھ پاوے تو جمع نہ کرے



خالی ہے لوہے۔ نکتہ۔ جب تک دنیا اور عقبیٰ کی محبت نہ مٹا دے گا دل میں خدا کی محبت نہ جسے گنگو  
 ہوئی ہوئی زمین پر نہیں ہوتے اور لکے ہوئے کاغذ پر نہیں لکھتے ہیں۔ نکتہ۔ دنیا کا آرام جیسے بجلی کا  
 اوجھلا دنیا کا رنج جیسے گھٹا کا اندھیرا نہ اسے قیام نہ اسے پایداری۔ پس دنیا کے آرام کی خوشی  
 نہ کر اور رنج کا غم نہ کر۔ نکتہ۔ تعجب آن لوگوں سے ہے کہ جو جانتے ہیں کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے  
 اور پھر دنیا کی خاطر دین برباد کرتے ہیں اور سچ جانتے ہیں کہ خدا رزاق بندہ کا ہے اور پھر اپنے  
 کار و پیش پر بہرہ رسا کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ مرنا برحق ہے اور پھر غفلت میں عمر کوٹتے ہیں  
 نکتہ۔ ہر شے زندہ پاک ہے اور مردہ ناپاک خلاف نفس کے جب تک زندہ رہے ناپاک ہے مگر جب  
 مر جاوے تو پاک ہو جاوے۔ نکتہ۔ خوش نصیب وہ امیر جو نیاز مند فقیر کا ہو اور بد نصیب وہ فقیر جو  
 نیاز مند امیر کا ہو ۵

اے پسر پیش فقیری سلطنت کیا مال ہے	بادشاہ آتے ہیں پا بوس گدا کے واسطے
-----------------------------------	------------------------------------

نکتہ۔ زندگی بڑی کڑوی چیز ہے مگر غفلت نے اسکو میٹھا کر رکھا ہے اور موت بہت میٹھی چیز  
 ہے مگر غفلت سے تلخ نظر آتی ہے۔ نکتہ۔ پیروہ جسکے دل پر سیاہی نہ ہے نہ کہ وہ جسکے بالوں کی  
 سیاہی جاتی رہے اور افسوس اس پر کہ جسکے بال سفید ہو جاوین اور دل سیاہ بنا رہے۔  
 نکتہ۔ اہل ظاہر کی آرایش آخرت کی آرایش ہے اور اہل باطن کی آرایش آخرت کی آرایش ہے  
 نکتہ۔ جب انسان مالدار ہوتا ہے تو مصروف مال ہو کر بندگی سے غافل رہتا ہے اور جب تنگدست  
 ہو جاتا ہے تو تنگدلی فرصت خدا طلبی کی نہیں دیتی۔ نکتہ۔ دنیا دار مرتے وقت دنیا سے تین حشر  
 لیجاتا ہے۔ ایک یہ کہ سیر ہو کر جمع نکر پایا۔ دوسرے یہ کہ دل کی سب مرادیں بر نہ آئیں۔ تیسرے  
 یہ کہ سامان سفر عقبیٰ بن نہ پڑا۔ نکتہ۔ جو خدا کو پہچان لیتا ہے وہ خدا سے محبت کرتا ہے اور جو دنیا  
 کو پہچان لیتا ہے وہ دنیا سے نفرت کرتا ہے۔ نکتہ۔ اگر اپنے مرنے کے بعد دنیا کا حال دریافت  
 کیا چاہے کہ کیا ہو گا تو اور دن کے مرنے کے بعد دیکھ لے کہ کیا ہوتا ہے۔ نکتہ۔ جو خدا سے نہیں ڈرتا



بادشاہ آخر کے ہیں اور عارف لوگ زاہدون کے بادشاہ۔ نکتہ۔ ناخدا شناسوں کو آتش عذاب  
 ہے اور خدا شناس آتش کو عذاب ہیں۔ نکتہ۔ لذت اور خوبی طعام ازلب تاب کام ہے اس قدر  
 جلد گزران لذت سے صبر کرنا ممکن ہے اور صبر کا ثمرہ بے پایان ہے۔ نکتہ۔ کٹل اوڑھنا اور زمان جو  
 گناہ نازدہ نہیں ہے۔ دنیا کو دل ندینا اور اس سے امید نہ کرنا زہد ہے۔ نکتہ۔ اگر گناہ کی گھر  
 گناہ کرنے والوں پر ہوا کرنی کوئی اس قدر سے نہ بچتا۔ نکتہ۔ اگر کوئی صبح سے خوش ہوا اور دم سے  
 ناخوش تو یقین جانے کہ ابھی براہوں۔ نکتہ۔ تین چیزیں انسان کے واسطے ہلاکت ہیں۔  
 گناہ کرنا امید تو بہ پر۔ توبہ نہ کرنا امید زلیست پر اور بے توبہ رہنا امید رحمت حق پر۔ نکتہ۔ سفر  
 دو طرح کا ہوتا ہے ایک سفر دنیا و دوسرا سفر آخرت۔ سفر دنیا میں توشہ اپنے ہمراہ رکھنا چاہیے  
 اور سفر آخرت میں اپنے آگے بھیجنا چاہیے۔ نکتہ۔ اگر دنیا نہ چھوٹ سکے تو محبت دنیا کی چھوڑ  
 کیونکہ حق تعالیٰ کو اتنی ترک دنیا سے غرض نہیں جتنی ترک محبت دنیا سے ہے۔ نکتہ۔ مردان خدا  
 کے ساتھ مانوس ہونا خدا کے ساتھ انس کرنا ہے۔ نکتہ۔ زبان کو نگاہ رکھنا بڑی نگہبانی ہے  
 اور دل کی پاسبانی سب سے بڑی پاسبانی ہے۔ نکتہ۔ دنیا دار جیسے سوا کشتی کے کہ  
 وہ اون کو لئے پہرتی ہے اور روئے سوتے ہیں۔ نکتہ۔ جب کام بنتا ہے تو آدمی اپنی تدبیر کی  
 خوبی سمجھتا ہے اور جب بگڑتا ہے تو تقدیر کے حوالہ کرتا ہے یہ خصلت شیطان کی ہے۔ اگر بننے  
 پر تقدیر کی خوبی سمجھے اور بگڑے پر تدبیر کی تو انسان ہے۔ نکتہ۔ انسان کا جو دکھتی ہے دل اس کا  
 ناخدا ہے اور عقل دور میں ہے۔ لکڑی کی کشتی ہو اسے چلتی ہے۔ انسان کی کشتی ہو اسے ڈوبتی  
 ہے اس کشتی کو ناخدا پار لگاتا ہے اس کشتی کو فضل خدا جب وہ کشتی سلامت کنارہ پر پہنچتی ہے  
 کتنی خوشی ہوتی ہے۔ اگر یہ کشتی پار لگی تو سوچنا چاہیے کیا خوشی حاصل ہو۔ نکتہ۔ محبت نین قسم کی  
 ہے۔ ایک محبت دنیا کی اس کا پہل حسرت ہے۔ دوسرے محبت عقبی کی اس کا نتیجہ بہشت ہے۔ تیسرے  
 محبت خدا کی اس کا ثمرہ خدا ہے۔ چار چیزیں کو چار چیز سے بچا۔ دل کو حسد سے زبان کو دروغ سے



خالق سے شرم خلق کی دنیا داروں کا کام ہے اور شرم خالق خدا کے پیاروں کا۔ نکتہ۔ دین خصلتین  
کتنے میں ایسی ہیں کہ اگر انسان میں ہوں تو صاحب ایمان ہو جاوے۔ اول یہ کہ خلقت میں او کی  
قدر نہیں ہے اور یہ علامت مسکین کی ہے۔ دوم یہ کہ فقیر ہے کہ کچھ مال نہیں رکھتا۔ یہ صنعت مجرور  
کی ہے۔ تیسرے یہ کہ کوئی جگہ او کی معین نہیں ہے تمام روئے زمین او کی جگہ ہے اور یہ علامت  
مبتوکلون کی ہے۔ چہارم یہ کہ اکثر اوقات بہو کا رہتا ہے اور یہ آداب صالحوں کے ہیں۔ پنجم یہ کہ او کا  
مالک اگر او کو مارے یا آزار پہنچاوے او کا دروازہ نہیں چوڑھتا ہے یہ علامت وفاداروں  
اور طالبوں کی ہے ششم تھوڑا سوتا ہے یہ علامت محبوب کی ہے۔ ہفتم یہ کہ کتنی ہی اوس پر سختی پڑے  
کچھ خیال نہیں کرتا اور جواب نہیں دیتا یہ خاصون کی علامت ہے ہشتم یہ کہ مارنیکے وقت اکثر سکوت  
اختیار کرتا ہے اور یہ علامت اہل رضا کی ہے۔ نهم یہ کہ جو کچھ او کا مالک دیتا ہے وہ کمالیتا ہے او پر  
راضی رہتا ہے یہ علامت قانعوں کی ہے۔ دہم یہ کہ جب مر جاتا ہے تو کچھ او کی میراث باقی نہیں رہتی او  
یہ علامت زاہدون کی ہے۔ نکتہ احمق وہ شخص ہے جو دنیا پر دل لگاوے اور امید و فارقے سے  
کوئی شخص مالدار عورت سے شادی کرے اور تا بعد ارمی کی امید رکھے۔ نکتہ۔ حق تعالیٰ تین شخص کو  
دوست رکھتا ہے اور تین شخص کو نہایت دوست رکھتا ہے۔ پارسا کو دوست رکھتا ہے اور جوان پارسا  
کو نہایت دوست۔ جو انمرد کو دوست رکھتا ہے اور فقیر جو انمرد کو نہایت دوست رکھتا ہے۔ تواضع کرنے والا  
کو دوست رکھتا ہے اور امیر تواضع کرنے والے کو نہایت دوست رکھتا ہے۔ نکتہ۔ تین شخص خدا کے  
دشمن ہیں اور تین نہایت دشمن۔ بدکار دشمن ہے اور بڑا بدکار نہایت دشمن۔ گنہگار دشمن ہے  
اور دولت مند گنہگار نہایت دشمن مغرور دشمن ہے اور درویش مغرور نہایت دشمن۔ نکتہ۔ چار صفت  
لڑکوں میں ایسی ہیں کہ اگر جوان آدمی میں لپٹو تو ابدال ہو جاوے ایک یہ کہ رنج کا گلہ نہیں دوسرے  
کہ روزی کی فکر نہیں تیسرے یہ کہ جو پاتے ہیں دوسرے دنگو نہیں رکھتے۔ چوتھے اگر آپس میں لڑتے  
ہیں تو بغض دل میں باقی نہیں رہتا۔ نکتہ۔ دل کو خانہ خدا کہتے ہیں کیا دل دیکھنا خدا کا گھر ڈھانا ہے



نکتہ - محبت نرگہ دنیا سے کہ وہ گمراہان والون کانہین اور ایذا ندے کسکو کہ وہ پیشہ ایمان والون کانہین۔ نکتہ - چھوڑنا تمام دنیا کا لینا ہے تمام اوسکے کا جسے چھوڑنا تمام کو لیا تمام کو اور جس نے لیا تمام کو چھوڑنا تمام۔ پس لینا اوسکے چھوڑنے میں ہے اور چھوڑنا اوسکے لینے میں۔ نکتہ - تین تہائی ہیں ایک تہائی اللہ کی ایک تہائی نفس کی اور ایک کپڑے کی جو اللہ کی ہے وہ روح ہے جو نفس کی ہے وہ عمل ہے۔ جو کپڑے کی ہے وہ بدن ہے۔

سوال نوشیروان بادشاہ و جواب بزرگچہر وزیر کا [سوال - خدا سے کیا مانگے۔

جواب - خیر و عافیت دایرین۔ سوال - سلوک کیا ہے۔ جواب - تعمیل احکام الہی کو سب پر مقدم رکھنا اور بندگان خدا پر شفقت کرنا۔ سوال - عمر کس طور سے بسر کرنی چاہیے۔ جواب - خوشنودی اور کم آزاری کے ساتھ۔ سوال - دنیا کیا ہے۔ جواب - جو عجبی میں کام نہ آوے۔ سوال - روشنائی راہ سلوک کیا ہے۔ جواب - نفس کشی۔ سوال - نفس کشی کی کیا تدبیر ہے۔ جواب - مخالفت نفس۔ سوال - بدی کس کے ساتھ کرے۔ جواب - اپنے نفس کے ساتھ۔ سوال - مرد عارف کون ہے۔ جواب - جو کبھی کے ساتھ آزار کا قصد نہ کرے۔ سوال - کم آزاری کی صفت کیسے حاصل ہو۔ جواب - برکت صحبت علما و حکما سے۔ سوال - فقیرین کیا بات اختیار کرے۔ جواب - تسلیم و رضا۔ سوال - عبادت الہی میں دل کیسے لگے۔ جواب - موت کی یاد رکھنے سے۔ سوال - دل کو کون چیز سببہ کرتی ہے۔ جواب - محبت دنیا۔ سوال - دل کیسے روشن ہو۔ جواب - ذکر الہی سے۔ سوال - دنیا میں کیسے رہے۔ جواب - جیسے سرے میں مسافر۔ سوال - انسان کو اپنی جان سے عزیز کیا شے ہے۔ جواب - دیندار کو دین اور بیدین کو زر۔ سوال - گناہ کی دوا کیا ہے۔ جواب - توبہ۔ سوال - سب سے بڑا کبر کو نساورد ہے۔ جواب - نام خدا اور یاد موت۔ سوال - غافل کسکو کہتے ہیں۔ جواب - جو دنیا کی بیوفائی سے آزرہ نہ ہو۔ سوال - عالی ہمت کون ہے۔



جواب۔ جو کتب صہبی و ملت دنیا پر اختیار کرے۔ سوال۔ انجام کار کیا بہتر ہے۔ جواب۔ خوشنودی

حق تعالیٰ۔ سوال۔ توبہ کرنا جوانی میں بہتر ہے یا بڑھاپے میں۔ جواب۔ جوانی میں کیونکہ بڑھاپے کی

توبہ بے چارگی ہے۔ سوال۔ اسلام کیا ہے۔ جواب۔ سر جکانا جناب خداوندی میں۔ سوال۔ ایمان

کیا ہے۔ جواب۔ برحق جاننا ذات واجب الوجود کا۔ سوال۔ یاد رکھنا کئے چیز کا بہتر ہے۔ جواب۔

چار چیز کا۔ اول اپنی موت کا۔ دوم دوسرے کے احسان کا۔ سوم تجسربہ روزگار۔ چارم پندنا صحت

سوال۔ بھولنا کئے چیز کا بہتر ہے۔ جواب۔ تین چیز کا اول اپنی رستی۔ دوم اپنا احسان۔ سوم

دوسرے کی بدی۔ سوال۔ عبادت کس بات سے مقبول ہوتی ہے۔ جواب۔ طہارت ظاہری

و باطنی سے۔ سوال۔ طہارت ظاہری کیا ہے۔ جواب۔ جسم و جامہ کو پاک رکھنا نجاست ہر گونہ سے۔

سوال۔ طہارت باطنی کیا ہے۔ جواب۔ دل کو پاک رکھنا جمیع ہوا و مہوس سے۔ سوال۔ روح کو

جسم سے کیا نسبت ہے۔ جواب۔ جو نسبت سوار کو سواری سے ہے۔ سوال۔ ایمان کیسے سلا

ر ہے۔ جواب۔ صبر و شکر و عبادت ریاضت تقویٰ تحمل و دینداری سے۔ سوال۔ نفس کو

کتنے مہین۔ جواب۔ وہ قوت جو بدی کی طرف مائل کرے۔ سوال۔ روح و عقل میں کیا نسبت

ہے۔ جواب۔ جو نسبت بادشاہ اور وزیر میں ہے۔ سوال۔ موت کیا شے ہے۔ جواب۔ ایک

مخلوق الہی ہے جمیع مخلوقات سے زبردست اور غالب تر۔ سوال۔ حیات کیا شے ہے۔ جواب۔

ایک صفت ہے صفات لم یزل سے کہ جملہ عالم کی خلقت اوس سے ہے۔ سوال۔ عالم کتنے مہین

جواب۔ عالم دو مہین ایک عالم غیب دوسرے عالم شہود۔ سوال۔ عالم کی مثال کیا ہے۔ جواب۔

یہی عالم ہے کہ مثل پردہ کے عالم غیب اور عالم شہود میں حائل ہے اور اوسکو عالم برزخ بھی کہتے ہیں۔

سوال۔ اول موت ہے یا حیات۔ جواب۔ اول موت پہر حیات بعدہ موت ثانی پہر حیات ثانی

سوال۔ پردہ مثالی عالم غیب پر چمایا ہوا ہے یا عالم شہود پر۔ جواب۔ عالم شہود پر۔ سوال۔ علم

باطن کیا ہے۔ جواب۔ مغز علم ظاہر کا۔ سوال۔ علم ظاہر و باطن میں کیا فرق ہے۔ جواب۔ ہم آ

مسمیٰ کا۔ سوال۔ عارف کا کیا پتہ ہے۔ جواب۔ جون جون مانائی بڑے تون تون اپنے تین



نادان ہے اور دنیا کے اندھوں کو دیوانہ لفظ ادا ہے۔ سوال۔ دانش کیا چیز ہے۔ جواب۔ عقل جو چرچا  
 دماغ ہے۔ سوال۔ عقل کو معرفت الہی میں کچھ دخل ہے۔ جواب۔ کچھ نہیں۔ سوال۔ عقل کی روشنی کیا  
 ہے۔ جواب۔ علم۔ سوال۔ علم کی روشنی کیا ہے۔ جواب۔ تقویٰ اور طہارت۔ سوال۔ عشق کیا شے  
 ہے۔ جواب۔ عشق ایک آتش غیبی ہے۔ سوال۔ بزرگوں کی صحبت اور نصیحت کیسے اثر کرے۔ جواب۔  
 طلب راہ نجات سے اور خود دانی کو دل سے دور کرنے سے۔ سوال۔ مذہب کو نسا اچھا ہے۔ جواب۔  
 دوہقان کا جو بوتلا ہے وہی کاٹتا ہے۔ سوال۔ محبت خدا کیسے پیدا ہو۔ جواب۔ دو طور سے اول  
 انصاف کے ساتھ اپنے واسطے عطا یا ایزدی کو ملاحظہ کرنے سے۔ دوم غایت الہی سے۔ سوال۔ اندھا  
 کون ہے۔ جواب۔ جو مردہ دیکھے اور اپنی موت نہ دیکھے۔ سوال۔ بہرا کون ہے۔ جواب۔ جو نصیحت  
 نہ سنے۔ سوال۔ گونگا کون ہے۔ جواب۔ جو قابل ہو کر نصیحت نہ کرے۔ سوال۔ دو جہان کی نعمت  
 کس کو حاصل ہے۔ جواب۔ او کو جو ہر دم نفس کو تنبیہ کرتا رہے اور تہذیب و اخلاق میں مصروف رہے  
 سوال۔ نفس کو تنبیہ کیسے کرے۔ جواب۔ اس طور سے کہ اے نفس اگر خدا کی بندگی نہیں  
 کرتا تو اس کی روزی مت کما اور اس کی رضا پر راضی نہیں ہوتا تو اس کے ملک سے نکل جا اور اس کی عطا  
 سے خوش نہیں ہوتا تو دوسرا خدا ڈھونڈ لے کہ بڑھ کر دے۔ سوال۔ انسان کے ساتھ نفس کی آفت  
 کیوں لگا دی گئی ہے۔ جواب۔ سعید اور شقی کے امتیاز کو کیونکہ نفس نہوتا تو ہر کس دنیا کس سعید بنا  
 سوال۔ دلیل ایمان کی کیا ہے۔ جواب۔ اول زبان سے اقرار۔ دوم دل سے تصدیق۔ سوم  
 ارکان سے عمل۔ سوال۔ بندہ راضی کیسے جانا جاوے۔ جواب۔ جب محنت پر ایسا شاکر ہو جیسا  
 نعمت پر۔ سوال۔ زہر بندہ کتنا کر سکتا ہے۔ جواب۔ بقدر رغبت عقبی۔ سوال۔ بیماری دل  
 کی کیا شناخت ہے۔ جواب۔ چار علامت ہیں ایک طاعت میں لذت نہ پانا۔ دوسرے خدا سے نہ ڈرنا  
 تیسرے چیزوں کو عبرت سے نہ دیکھنا اور چوتھے عالم سے جو کچھ ملے اس کو سمجھ نہ لینا۔ سوال۔ توبہ  
 حوام الناس کی کیا ہے۔ جواب۔ توبہ کرنا گناہ سے۔ سوال۔ توبہ خواص کی کیا ہے۔ جواب۔  
 توبہ کرنا غفلت سے۔ سوال۔ توبہ کفر سے کیا ہے۔ جواب۔ توبہ کرنا دوسرے ایک عذاب سے



سوال۔ نو بکس عضو پر لازم ہے۔ جواب۔ نو بہ ہر عضو پر لازم ہے دل پر نیت بد سے آنکھ پر نظر بد سے کان پر استماع بد سے پاؤں پر قدم بد سے شکم پر خورش بد سے قس علیٰ ہذا۔ سوال۔ خدا نے کی کوئی صورت ایسی بھی ہے کہ ہرگز خطا نہ کرے اور سچ المعصم اور مختصر ہو۔ جواب۔ بہو کہہ۔ پیاس ربط۔ سوال۔ مخالفت نفس کیا ہے۔ جواب۔ ترک کرنا آرزو نہ لگا۔ سوال۔ خدا کے ساتھ انسان ہونے کی کیا علامت ہے۔ جواب۔ خلق سے انس نہ ہونا۔ سوال۔ علامت اخلاص کیا ہے جواب تین باتیں۔ اول اپنی روح اور ذمہ کو یکساں سمجھنا۔ دوسرا اپنے اعمال پر نظر نہ کرنا۔ تیسرے اپنے اعمال سے امید ثواب نہ رکھنا۔ سوال۔ علامت یقین کی کیا ہے۔ جواب۔ تین چیز۔ ہر شے میں نظر بجا رکھنا۔ ہر کار میں رجوع بحق کرنا ہر حال میں استمداد خدا سے کرنا۔ سوال۔ باریعال راہ حق میں کیسے اٹھا دے۔ جواب۔ دل بیارو دست بکار رہنے سے۔ سوال۔ شکر کون ہے۔ جواب۔ جو اپنے تئیں دوسرے سے بڑھ کر جانے۔ سوال۔ مال حرام سے صفہ دنیا کیا ہے۔ جواب۔ جیسے ناپاک کپڑے کو خون سے دھونا۔ سوال۔ صبر کیا ہے۔ جواب نشان ہونا تیر بلا کا۔ سوال۔ رضا کیا ہے۔ جواب۔ اجراء احکامات الہی میں آرام کرنا سوال۔ تسلیم کیا ہے۔ جواب۔ ثابت قدم رہنا نزول بلا میں بلا تغیر و تبدل ظاہری باطنی کے۔ سوال۔ حیا کیا ہے۔ جواب۔ باز رہنا خوے بد سے۔ سوال۔ محبت کیا ہے۔ جواب۔ میلان بجانب مطلوب ظاہراً و باطناً کہ تن جان اور مال او سپہ نثار ہو اور ہر پہلو سے او کی متابعت اور موافقت کیجاوے۔ سوال۔ خوف کیا ہے۔ جواب۔ خلاف مرضی ایک حرکت نہ کرنا فقط



# تقریظ

رقعہ نوشتہ منبع علم و فضیلت جناب مولوی سید  
کرامت حسین صاحب بیسٹریٹ لا

بنام مصنف کتاب

میں نے جواہر الاخلاق کو مختلف مقاموں سے دیکھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ جناب والا  
نے اس کتاب کی تصنیف میں بڑی محنت فرمائی ہے اور اونچے درجہ کی صداقت  
نمایان کی ہے۔ یہ گران بہا کتاب انشاء اللہ خلائق کو پسند آوے گی اور خاص و عام  
اُس سے بہرہ ور ہونگے اور جناب والا کا نام نامی فن اخلاق کے مصنفوں میں  
صفحہ روزگار پر جلی حرفوں میں ثبت رہے گا فقط ۱۰ جولائی ۱۹۰۰ء

تقریظ نوشتہ چشمہ علم و فضیلت معدن فیض و برکت  
جناب مولوی شیخ امین الدین صاحب متخلص ایمان  
قاضی قصبہ کوٹرا جہان آباد

سامعہ کو خوش خبری اور باصرہ کو مژدہ ہو کہ ان دنوں سراپا اشفاق مجسم اخلاق مرد مک  
چشم مروت فروغ دیدہ فتوت دوست با وفا صاحب ایمان و حیا مقبول کونین منشی  
مزا محمد لیاقت حسین صاحب مجسٹریٹ ریاست چرکھاری ملک بندیل کھنڈ  
کے باغبان فکر نے ایک نیا باغ ہمیشہ بہار اور گلستان بے خار شہر چرکھاری میں تیار  
کیا ہے اعنی کتاب لا جواب یکتائی میں طاق مسی جواہر الاخلاق تالیف کی ہے  
اردو روزمرہ صاف صاف لکھی ہے۔ ماشاء اللہ بہار طبیعت مولف نے اس



کوہستان میں نیا گل کھلایا ہے رنگینی فکر غیرت گلزار نے کیا خوب رنگ دکھایا ہے  
 دیباچہ کتاب دروازہ گلشن ہے۔ جدول اس میں چاروں طرف چار دیواری چمن ہے  
 جو نقل و حکایت ہے گلستانِ حذاقت ہے۔ جو نکتہ و نصیحت ہے خیابانِ حکمت  
 ہے ہر سطر شاخِ سنبُل ہر دائرہ گل ہر نقطہ زر گل ہے صدائے آفرین سامعین  
 مضامین رنگین اُس باغ کے لئے شور بلبِل ہے۔ بیاض بین السطور روش گلستان  
 سے ہزار درجہ صاف ہے۔ ہر ورق اس کا برنگ برگ گل رنگین و شفاف ہے۔  
 اشعار مطالبِ راست کے صد ہا سرو و شمشاد لب جو بہارِ نثر صاف و سلیس پر استادہ  
 ہیں۔ غنچہ ہائے مضامین سربستہ بہ تحریک نسیم شوق سامعین گل ہونے پر آمادہ ہیں  
 کہ تھرہیں گل چینانِ خیابانِ سخن کہ اپنے دامنِ دل کو گلہائے اخلاق اس باغ سے  
 بھر لیں اور کمانِ ہین تماشا یانِ حدیقہ شوق کہ اس لالہ زارِ پربہار کی خاطر خواہ  
 سیر کر لیں ۵

مقولہ ہے یہی دل سے امین الدین ایمان کا | تماشا اس کا ہے نعم البدل سیر گلستان کا  
 طرہ یہ کہ دین و دنیا کی بہبودی کے طریقے اس سے عیان ہیں اور ہر اہل مذہب  
 کے موافق اس کتاب میں بیان ہیں۔ فہرست ابواب سے صاف صاف آشکارا ہے  
 کہ گلہائے رنگارنگ کا ایک گلزار ہے۔ یا الہی جب تک گنگا جمن میں پانی ہے اس  
 ریاض ہمیشہ بہار کی شادابی رہے۔

### قطع تاریخ تالیف

چون کتابے کہ شد بخوبی طاق  
 دریکتہ جواہر الاخلاق  
 ۱۹۱۳ء = ۱۳۹۶ھ

کرد تالیف منشی لایق  
 گفت ایمان بدرج ہدیہ نو  
 ۲۸۳



dress and the book "JAWAHIR-UL-AKHLAQ." Her Majesty also desires me to express to you how highly she values your words of loyalty and attachment to her person and throne.

---

ABSTRACT FROM THE LETTER OF THE EARL OF LAUDERDALE.

To THE AUTHOR,

*Thirleston Castle, London,*

---

"..... I have to congratulate you on the success attending the bringing out of your book (JAWAHIR-UL-AKHLAQ,) as described in your letter.

"I have no doubt it will be read with very great interest by those who know India."

---



EXTRACT FROM NOTIFICATION OF GOVERNMENT OF  
INDIA, FOREIGN DEPARTMENT.

*No. 257, dated 4th November 1859.*

Maharaja  
Ratan Singh,  
Bahadur,  
of  
Charkhari.

The distinguished services of this Chief, who not only adhered firmly to his alliance with the British Government throughout the rebellion but rendered active assistance to the Queen's troops, and protected the lives of Her Majesty's Christian subjects at the imminent and unconcealed peril of his own and to his own great loss, were on this occasion publicly acknowledged by the Viceroy and Governor-General.

His Excellency was pleased to call the Notice of the Commander-in-Chief, and of the assembly to the signal devotion shown by the Maharaja to the Queen's Government in his offer to surrender to the rebels the person of his own son rather than that of a British Agent, who was under his protection and His Excellency enjoined all British Officers who might hereafter enter the territory of the Maharaja, to remember these services and to render to His Highness the respect and consideration which he so eminently deserves.

LETTER FROM THE INDIAN SECRETARY TO HER MAJESTY  
THE QUEEN-EMPRESS OF INDIA, TO THE AUTHOR.

WINDSOR CASTLE, *17th December 1897.*

Her Majesty the Queen-Empress desires me to convey to you her sincere thanks for your kind ad-



CHAPTER XV.

PAGE

ADVANTAGES OF FORBEARANCE, DISADVANTAGES OF ANGER AND HOW TO SUPPRESS IT .....	217-221
--	---------

CHAPTER XVI.

ADVANTAGES OF SILENCE (WHEN TO SPEAK AND WHEN NOT TO SPEAK)	222-226
---	---------

CHAPTER XVII.

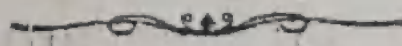
TRUTH, INTEGRITY, AND HONESTY. EVILS OF FALSEHOOD	227-237
---	---------

CHAPTER XVIII.

CONTENTMENT, TEMPTATION, ENVY, DISCONTENT & COVETOUSNESS,	238-247
Greediness has no limit .....	239
Covetousness .....	242
Contentment .....	246

CHAPTER XIX.

THE PRINCIPLE OF WORSHIP. DUTIES TOWARDS THE SUPREME BEING	248-276
Gratitude .....	252
Worship .....	254
Questions and answers of Nausherwan and his Minister .....	273





CHAPTER IX.

	Page:
GENEROSITY and OBLIGATION	159-180
Frugality .....	172
Disposition of wealth .....	170
Difference between stinginess and thrift .....	173
Saadi's discussion regarding the rich and the poor	174
Wealth and poverty .....	178

CHAPTER X.

FORGIVENESS .....	181-185
-------------------	---------

CHAPTER XI.

IMPORTANCE OF CONSULTATION.....	186-187
---------------------------------	---------

CHAPTER XII.

OBSERVING SECRECY .....	188-192
-------------------------	---------

CHAPTER XIII.

PERCEPTION and INTELLIGENCE	193-209
Wisdom .....	194
Investigation .....	195
Caution .....	196
Difference between haste and hurry, Deliberation	
and Sloth .....	197
Time is money .....	199
Questions and answers of Naushevan the Just and	
his Minister, Buzurchimehr .....	209

CHAPTER XIV.

EVILS OF PRIDE .....	210
Remedy for Pride .....	211
Pathetic aspect of a grave-yard .....	212



	Page.
Questions and answers of Nausherwan the Just and his Ministers .....	72
Precepts inserted on the crowns of Nausherwan...	75
Treatment of subordinates .....	76

---

### CHAPTER V.

JUSTICE and MERCY-SEASONED JUSTICE	80-91
------------------------------------	-------

---

### CHAPTER VI.

BRAVERY and BOLDNESS .....	92-95
----------------------------	-------

---

### CHAPTER VII.

#### KNOWLEDGE.

Knowledge without practice is fruitless and action without knowledge is erroneous .....	100
Knowledge is its own reward .....	104
The object of learning .....	105
Discussion between a literate person and an illiterate "Knowledge is power" and "Might is right" compared .....	109
Men of letters not always rich. Causes of this .....	118
Divisions of Knowledge .....	121
The Tree of Knowledge .....	123
The Hill of Science .....	124

---

### CHAPTER VIII.

COURTESY & POLITENESS.....	129-158
----------------------------	---------

Good manners bring comfort and prosperity .....	134
Freedom and slavery .....	137
Rules of good behaviour .....	140
Bad habits and their remedy .....	143
Travelling as a means of cultivating courtesy .....	145
Etiquette of travelling .....	147



# TABLE OF CONTENTS

OF

## JAWAHIR-UL-AKHLAQ.

### INTRODUCTION.

#### CHAPTER I.

#### EDUCATION,

MENTAL, MORAL, AND PHYSICAL.

Training of children. Habit is second nature. Advantages of Boarding-House system. Mode of teaching. Etiquette of dining. Etiquette of conversation. Etiquette observed in society. Marriage. Evils of early marriage ..... 1-33

#### CHAPTER II.

DUTIES TOWARDS PARENTS, TEACHERS, NEIGHBOURS, FRIENDS and ENEMIES.

	PAGE.
Duties to parents .....	34
Affection for teachers .....	39
Treatment of neighbours .....	40
Treatment of friends .....	43
How to make your enemies your friends .....	49

#### CHAPTER III.

DUTY & REVERENCE TOWARDS THE RULING SOVEREIGN ..... 52-58

#### CHAPTER IV.

MANAGEMENT OF A KINGDOM.

How to govern it. How to win the trust and affection of the subjects. Administration of the British Government .....	59-79
Construction of Parliament .....	62





MIRZA MAHOMED LIAKET HOSAIN.



# JAWAHIR-UL-AKHLAQ,

OR

## THE GEMS OF POLITENESS,

BY

*Mirza Mohamed Liaqat Husain,*

DISTRICT MAGISTRATE,

Charkhari, U. P.

AUTHOR OF

ENGLISH AND URDU GRAMMAR, PERSIAN LETTER WRITER, ETC.

---

"MANNERS MAKE THE MAN."

---

*Published with the Author's gracious permission by his son,*

*Mirza Habib Husain, B. A.,*

*Inventor of Urdu and Hindi Shorthand,*

*Gold Medalist of M. A.-O. E. Conference and author of*

*"English and Hindustani Etiquette," etc.*

1905.

*Rights of translation and reproduction reserved.*

PRICE Rs 2.











١٩٨١

جواب الاخلاق



